تفسیرِ علیم

(قرآن حکیم)

جلد نہم
9

از

خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت

عاملِ شریعت، کاملِ طریقت

صادق البیان، مُفسِّرُ القرآن

فدائے عشقِ مُحمّدی

ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی

حضرت قاضی مُحمّد علیم اللہ عارفی

قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

نام کتاب ________ تفسیرِ علیم (جلد نہم)

ترتیب و پیشکش ________ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

ناشر ________ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تاریخِ اشاعت	تعداد
شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ جون ۲۰۱۴ء	۱۵۰۰

E-mail: arfeen@cyber.net.pk

مناجات

اے اللہ کریم ! ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پُکارا، تُو نے ہماری پُکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلۂ جلیلہ' اپنے پیارے حبیب صَلّی اللّٰہ عَلیہِ وآلہٖ وسلّم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تُو کریم المعروف ہے' قدیم الاحسان ہے' حنّان و منّان و دیّان ہے' ذوالجلال والاکرام ہے اور عَلیٰ کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اور کُنۡ فَیَکُوۡن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے "تفسیرِ علیم (جلد نہم)" کے عنوان سے جناب خواجۂ عارفیاں' ابدالِ چشت اہلِ بہشت' عاملِ شریعت' کاملِ طریقت' صادق البیان' مُفسّرُ القرآن' فدائے عشقِ محمّدی' ضیائے غلامِ عارفی' وفائے سگِ افضلی' حضرت قاضی مُحمّد علیم اللہ عارفی قادری' چشتی' صابری عارفی رحمتہ اللہ علیہ کے قرآنی بیان کو کتاب کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تیری بارگاہِ عالیہ میں نذر ہے۔ اسے شرفِ قبولیت عطا فرما۔ امیدوار ہوں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیب پاک صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین ! جو جو میری خامیاں ہیں' اُن کو درگزر فرما۔

Marfat.com

میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔

اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مُرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صَلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسَلّم کی اور پنجتن پاکؑ کی محبّت عطا فرما۔ یا اللّٰہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ اس کو پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کر لے بلکہ اس میں ایسا ذوق وشوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالِم حق کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے کلامِ پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔ اس کے بعد اس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صَلّی اللّٰہ عَلیہ وآلہٖ وسَلّم کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی توفیق سے۔ محض اس نیّت سے کہ تُو اور تیرے حبیبِ پاک (صَلّی اللّٰہ عَلیہ وآلہٖ وسَلّم) اُس سے راضی ہو جائیں۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانیؒ

اظہارِ تشکّر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں، جنھوں نے دامے، درمے، سُخنے اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل و کرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلا تے ناگہانی، آفت، مصیبت، پریشانی، بدنامی، بے عزتی، مُفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رُجعتِ دین، ذکر و فکر اور نماز سے غفلت، سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

گزارش

اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے از راہِ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجئے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہوگی۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

پارہ تِلْكَ الرُّسُلُ سُوْرَةُ الْبَقَرَة

آیات نمبر ۲۵۵ تا ۲۵۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا
تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِى
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِىْ
يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ
اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ
بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ
كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ
حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِىُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾
لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ
مِنَ الْغَىِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ

يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ
الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ
يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ
يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ
اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥٧﴾ ع

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ آپ زندہ اور
اوروں کا قائم رکھنے والا، اُسے نہ اُونگھ آئے نہ نیند،
اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ وہ
کون ہے جو اِس کے ہاں سفارش کرے، بے اِس کے حکم
کے۔ جانتا ہے جو کچھ اِن کے آگے ہے اور جو کچھ انکے
پیچھے، اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے، مگر جتنا
وہ چاہے۔ اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان اور
زمین، اور اسے بھاری نہیں اِن کی نگہبانی۔ اور وہی ہے
بلند بڑائی والا ﴿٢٥٥﴾ کچھ زبردستی نہیں دین میں، بے شک

خُوب جُدا ہوگئی ہے نیک راہ گمراہی سے، تو جو شیطان کو
نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے، اس نے بڑی محکم گرہ
تھامی، جسے کبھی کھُلنا نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے ﴿۲۵۶﴾ اللہ
وَالی ہے مسلمانوں کا، انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف
نکالتا ہے۔ اور کافروں کے حمایتی شیطان ہیں، وہ انہیں
نور سے اندھیریوں کی طرف نکالتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخ
والے ہیں، انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ﴿۲۵۷﴾ ع

(آیتُ الکرسی) میں نے آپ کے سامنے ۲۵۵ سے ۲۵۷ تک تین آیات کی تلاوت کی ہے۔ اس میں سے ۲۵۵ آیت، آیتُ الکرسی ہے جس کی تفسیر میں پچھلی مجلس میں بیان کر چکا ہوں۔ آیتُ الکرسی وہ آیت ہے، جس میں انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد اَب اللہ تعالیٰ توحید کا ذکر فرماتا ہے۔ بلا شرکتِ غیرے اس کے ارض و سَما میں جو حکومت ہے اس کا ذکر فرماتا ہے اور اپنی ذات وصفات کے مطابق مومنین کو مطلع فرماتا ہے۔ جو وہ ذاتِ بابرکات ہے جو کبھی تھکتی نہیں۔ کبھی غفلت میں نہیں ہوتی اس نے ارض و سماوات کا نظام سنبھالا ہوا ہے۔

یہ آیتُ الکرسی جو الٰہیات کے اعلیٰ مثال کا ذکر اس میں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا بے مثل بیان ہے۔ اس میں ایک اسمِ اعظم بھی ہے

Marfat.com

حَیُّ قَیُّوْمُ۔ اور جبکہ میں نے پچھلی مجلس میں بتایا تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اسی سے مُردے کو زندہ فرماتے تھے "کُن بِاذنِ اللہ" کہہ کے اور اسی اسمِ اعظم کی برکت سے اولیاء اللہ مشرق سے مغرب تک سفر کرتے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آیتُ الکرسی مجھے عرش کے نیچے عنایت کی گئی۔ اس کے فضائل بھی میں نے بیان کئے تھے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی ج: یہود و نصاریٰ یہ الزام لگاتے تھے، مسلمانوں پر کہ، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ مکّہ اور یہود و نصاریٰ کو بزورِ شمشیر مسلمان کیا ہے۔ اور آج بھی یہود و نصاریٰ اسی کوشش میں ہیں کہ مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیں۔ گویا اسلام دہشت گردی سے پھیلتا ہے اور دہشت گردی سے قائم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی۔ اس لئے کہ ایمان ایک قلبی کیفیت کا نام ہے۔ ایمان کا تعلق دل سے ہے۔ دل کسی کی بات زبردستی نہیں مانتا۔

ذہن کو آپ مجبور کر سکتے ہیں، ڈرا کر، دھمکا کر اپنی بات منوا سکتے ہیں۔ ذہن، مصلحت کو قبول کرتا ہے۔ ذہن، خوف میں آکر کوئی ناپسندیدہ عمل قبول کر سکتا ہے لیکن قلب کا ردِّ عمل اس کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو مومن ہیں وہ موت کے ڈر سے اگر جھوٹ بھی بول لیں تو دل میں ایمان قائم رہے گا۔ اور جو کافر ہے وہ موت کے ڈر سے اگر کلمہ بھی پڑھ لیں تو دل میں کفر اور منافقت قائم رہتی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیات میں جو انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا کہ، ان میں

Marfat.com

سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ بعض کو ہم نے قربت عطا فرمائی، بعض کو شرفِ کلام عطا فرمایا، کسی کو حجاب کے ساتھ، جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ، اور کسی کو بغیر حجاب کے، جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اور پھر آیت الکرسی میں صفات وذات کے متعلق بیان کیا۔ اَب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ: اِن تمام نشانیوں کو واضح کرنے کے بعد ایمان کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ لوگ جو تخریبی عناصر کے شکنجے میں ہیں جو شیطان و نفس کے شکنجے میں ہیں اس کے علاوہ جن لوگوں نے شیطان و نفس کے شَر سے خود کو محفوظ کر لیا ہے وہ تو صریحاً ایمان لائیں گے۔ اور ایمان جو ہے ایک خوشی کا سودا ہے۔

لہٰذا یہ الزام کہ لوگ مسلمان ہُوئے بزورِ شمشیر، یا دھاندلی سے، یا کراہیت و زور زبردستی سے یہ غلط ہے: لا اکراہ فی الدین : دین میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے یہ دل کا معاملہ ہے اور اس میں: قد تبین الرشد : تبین، بیان سے ہے صاف کھل جانا، کسی چیز کا : تبین الرشد من الغی : رُشد کہتے ہیں ہدایت کو، اور غَی کہتے ہیں بے راہ روی کو تو اللہ تعالیٰ نے جو آیات نازل کی ہیں جو نشانیاں اپنے پیغمبروں کو عطا فرمائی ہیں اس سے ہدایت کا اور بے رَاہ روی کا فرق صاف ظاہر ہو گیا، اَب جن کو اللہ نے بصیرت عطا فرمائی ہے وہ ایمان لائیں گے اور شیطان اور نفس نے جن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے جن کے قلوب پر غلاف چڑھا دیا ہے کُفر و بغاوت کا، وہ ایمان سے رُوگرداں رہیں گے۔

جو ایمان لانے والے ہیں ان کی کیا صفات ہیں : فمن یکفر

Marfat.com

باالطاغوت : طاغوت، اِن تمام طاقتوں اور عوامل کو کہتے ہیں، جو آپ کو اللہ تعالیٰ سے دُور کریں، جیسے شیطان ہے جیسے وہ عالم ہیں جو اللہ کی بات چھوڑ کر اپنے دل کی بات، اپنے نفس کی بات کرتے ہیں، جو اللہ کے حکم کے علاوہ کوئی اور حکم چلاتے ہیں یہ سب طاغوت میں ہیں، وہ سارے لوگ جو صراطِ مستقیم سے، ایمان باللہ سے، ایمان بالرسُول سے، اللہ کی عظمت سے اور سرکارِ دوعالمؐ کی عظمت سے آپ کو رُوگرداں کرتے ہیں، وہ سارے لوگ طاغوت کے زُمرے میں آتے ہیں تو جنہوں نے Reject کر دیا ہے۔

ومن یکفر : کفر کا مطلب ہے انکار جس کو اللہ نے یہ استطاعت دے دی کہ وہ ہر طرح کی رکاوٹوں سے ہر طرح کے بہکاوے سے وہ منکر ہو چکا ہے ان تمام عوامل اور طاقتوں کا جو اللہ سے لوگوں کو دور کر دیتے ہیں ان تمام طاقتوں کا وہ منکر ہو چکا ہے : ویومن باللہ : اور تمام طاغوتی طاقتوں کو رد کرتے ہوئے وہ اللہ پر ایمان لائے، مثال کیا ہے ؟ اَب وہ کہیں کریں گے نہیں، تنہا نہیں رہیں گے : فقد استمسك : تمسک انصاف سے ہے، روکنے سے پکڑنے سے ہے تو انہوں نے پکڑ لئے کیا چیز : باالعروۃ الوثقٰی : جیسے پھانسی کا پھندا ہوتا ہے، کوئی سہارا کوئی چیز جس کو آپ مضبوطی سے پکڑ لیں تاکہ وہ رسّی نہ چھوٹے آپ سے تو اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے کہ ایسے لوگ وہ ہیں جنہوں نے ایک مضبوط گرہ کو، ایمان کی مضبوط رسّی کو پکڑ لیا ہے۔ اور وہ رسّی کیسی ہے ؟ : لاانفصام : وہ ٹوٹنے والی نہیں ہے۔ انہوں نے ایک مضبوط، مستحکم رسّی کو

Marfat.com

طاغوتی طاقتوں کو رَد کرتے ہوئے اللہ پر ایمان لائے اور اس طرح انہوں نے ایک نہ ٹوٹنے والی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لیا : واللہ سمیع علیم ○ : اور اللہ سُنتا اور جانتا ہے۔

یہ آیت جو تھی، اس جھوٹ اور کِذب کو رد کرنے کے لئے نازل ہوئی تھی۔ جو مسلمانوں پر تھوپا جاتا تھا، اسلام کے دشمنوں نے اسلام پر لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کا الزام لگایا۔ قرآن نے اسے پہلے ہی رد کر دیا، کہ دین کے معاملے میں جبر و اکراہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دین کی بنیاد جو ہے وہ ایمان ہے۔ اور ایمان کا تعلق دل سے ہے۔ اور دل جو ہے جبر و اکراہ کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔ اسلام انسان کی باطنی، قلبی اور رُوحانی اِصلاح چاہتا ہے، یہ اصلاح جو ہے، یہ ڈر، اور خوف کے عالم میں گلے میں پھندا ڈال کر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے عُلماء کے بَرخلاف اَولیاءُ اللہ کیا کرتے ہیں، کہ اللہ کی مخلوق کے دِلوں کو سِدھارتے ہیں، جب قلب سِدھر جاتا ہے تو ایمان باللہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ ایمان بالرسُول بھی ہو جاتا ہے، تو دین کی بنیاد ایمان ہے، ایمان کا تعلق دِل سے ہے۔ اللہ کے ان بندوں کو جن کے دلوں میں عشقِ الٰہی ہے۔ عشقِ مصطفیٰ ہے، انہیں جبرِ ظلم سے روگرداں نہیں کر سکتا۔ اور اس کی مثال حضرت بلالِ حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، کہ کیسے کیسے ظلم ان پر کئے گئے۔ تپتی ہوئی ریت میں ان کو گھسیٹا گیا، لیکن وہ ایمان سے متزلزل نہیں ہو سکے اس لئے کہ ان کا قلب اللہ کا غلام ہو چکا تھا۔

Marfat.com

تو جسم کو جتنی بھی اذیت ہو قلب تو اپنی ہی بات کرے گا۔ تو بات یہ ہے کہ جب اللہ کی نشانیاں سامنے آگئیں۔ قلب مومن ہو جائے، اس میں عشقِ الٰہی اور عشقِ مصطفےٰ آجائے تو جبر اور ظلم دُنیاوی تکالیف اور آرام، مصیبتیں اور آزمائش ساری چیزیں بھی انسان کو ایمان سے منحرف نہیں کر سکتی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب جبر کے ذریعے سے لوگوں کو مسلمانوں کو ایمان سے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جب جبر کے ذریعے سے مومنین پہ کفّار ظلم کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے طور طریقے کو لانا چاہتے ہیں تو پھر وہ سینہ سپر ہو جاتے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہیں۔ اگر جبر سے، اِکراہ سے دین آسکتا تو ہندوستان میں ۹۰۰ سال تک مسلمانوں نے حکومت کی۔ پھر تو شمالی ہندوستان میں ایک بھی کافر نہیں بچنا چاہیئے تھا، سارے مسلمان ہو جاتے۔ لیکن نہیں جہاں اَولیاءُ اللہ گئے، جہاں عُلمائے عرب نے تبلیغ کی وہ اکثریت مسلمانوں کی ہوگئی، جیسے انڈونیشیا، ملائشیا۔ جہاں حکومتیں اور سلطنتیں مسلمانوں کی ہوئیں وہاں سو فیصدی مسلمان اکثریت نہیں ہو سکتی، لیکن جس علاقے میں اولیاءُ اللہ گئے جیسے حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا فرید گنج شکرؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ تو یہ سارا علاقہ ملتان کا پنجاب کا اجمیر اور دہلی کا یہ تو مسلمانوں کا ہو گیا، لیکن جبر سے کوئی مسلمان نہ ہو سکا۔ اور نہ جبر سے کوئی مسلمان کافر ہو سکا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بے سر و سامانی کے عالم میں اسلام پھیلایا، اور دوسری طرف استقامت کا یہ عالم ہے کہ جب دل مومن ہو جائے تو

Marfat.com

حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں سیدالحبشہ کہتے ہیں، حضرت صہیب رضؓ جنہیں روم کا سردار کہتے ہیں، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں فارس کا سردار کہتے ہیں اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان سارے لوگوں نے اسلام لاکر بے تحاشا مصیبتیں جھیلیں، لیکن ثابت قدم رہے۔

اِس کی تفسیرِ صُوفیانہ یہ ہوتی کہ کسی سے ایمان جبراً نہیں لیا جاسکتا۔ ایمان ایک نُور ہے جو قلب میں جاگزین ہوتا ہے۔ اور یہ نورِ ایمانی یا جسے معرفت کہتے ہیں، یہ چار طریقے سے ملتا ہے۔ ایک تو عطائے الٰہی ہے جو پیدائشی اللہ تعالیٰ نورِ ایمان دے دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اپنے پالنے میں تھے۔ پیدا ہوتے کے ساتھ ہی انہوں نے کلام کیا کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مادرِ بطن میں تھے تو ولایت کے دَرجے پر تھے اور یہ نورِ ایمانی مصیبت اور آفات کے ذریعے سے بھی آتی ہے۔ جب انسان تکلیفوں سے گزرتا ہے اور اِس تکلیف پہ صبر کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جاتا ہے۔ اور اس قربت سے اسکا نورِ ایمانی جگمگا اُٹھتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں جب کوئی بیمار مریض اپنی مرض پر اللہ کے لئے صبر کرتا ہے تو اس کے گناہ دُھل جاتے ہیں، اِس کا باطن منور ہو جاتا ہے۔ توبۃ النصوح میں ذکر ہے کہ نصوح، آفت میں مبتلا ہو کر توبہ میسّر ہوتی ہے، اور عیش میں غفلت، مصیبت میں بیداری آجاتی ہے۔

تیسری صورت نورِ ایمانی کی یہ ہے کہ انہیں صحبتِ نُورانیہ حاصل ہو۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے نور عطا فرمایا ہے اِن کی صُحبت نصیب ہو۔ جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

Marfat.com

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں باطنی طور پر منور ہو گئے ان کے قلب و روح تزکیۂ ہو گیا جیسے کہ سورۂ بقرہ میں : ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمہ : فرمایا ہے۔ اس لئے کہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو دوسروں کو اپنے رنگ میں رنگ لیتی ہیں۔ آگ میں اگر آپ کوئلہ ڈالیں تو اس کا رنگ بھی سُرخ ہو جاتا ہے۔ آگ میں لوہا ڈالیں تو وہ بھی سُرخ آگ کی طرح ہو جاتا ہے۔ تو صحبتِ نورانیہ اسی لئے طریقت کے اندر صحبتِ شیخ پر اتنا زور دیا گیا ہے۔

صُوفیائے کرام کے نزدیک ایمان کی دو قسمیں ہیں : ایک ہے ایمانِ حقیقی، اور ایک ہے ایمانِ رسمی۔ جب ہم اپنی زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دیتے ہیں تو یہ ایمانِ رسمی ہو گیا۔ لیکن جو ایمان دربارِ یار کی حاضری کے بعد ہو، وہ ایمانِ حقیقی ہے۔ اللہ کے کچھ مقربین ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ باطنی آنکھوں سے جنّت و دوزخ اور عرش کا نظام دِکھا دیتا ہے۔ اگر شیطان ان کو بہکانے کی کوشش بھی کرے کہ تم صرف وعدۂ حُور پر کب تک دنیا کے عیش و عشرت کو ٹھکراتے رہو گے، تو کہیں گے، نہیں میں نے تو اپنی آنکھوں سے جنّت و دوزخ کو دیکھا ہے، تم جھوٹ بولتے ہو۔ تو ایمانِ حقیقی وہ ہے جو دربارِ یار کی حاضری کے بعد عیاں ہو۔

اسی طرح کفر کی قسمیں ہیں : کُفرِ نعمت : اللہ کی نعمتوں کا کُفر کرنا، ناشکری کرنا۔ کُفرِ وحدت : توحید سے، اللہ کے ساتھ اور لوگوں کو شامل کرنا۔ اور کُفرِ طاغوت : وہ تمام طاقتیں اور عوامل جو اللہ تعالیٰ سے دور کرتے ہیں،

جیسے غفلت، جیسے نفس، جیسے مال اور اولاد، اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو فتنہ کہا ہے۔ سورۂ واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے تین گروہ بیان کئے ہیں ایک میمنہ، ایک مشئمہ، اور ایک سب سے آگے والے۔ تو اصحابِ میمنہ، وہ لوگ ہیں، وہ اصحابِ جمال ہیں ان کے دل کو اللہ نے ملائکہ کے ہاتھوں میں دیا ہوا ہے پاک صاف ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے پاس ان کو کیا کیا نعمتیں ملیں گی۔ اور اَصحابِ مشئمہ کیا ہیں؟ یہ صاحبِ ذلال ہیں، ان کے لئے ذلّت اور رسوائی ہے۔ اس لئے کہ ان کے دل شیاطین کے ہاتھوں میں ہیں۔ اور تیسرے جو ہیں وہ صاحبِ کمال ہیں۔ جن کے لئے اللہ کی طرف سے خاص نعمتیں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں، جن کے دل خود اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں ہیں؛ ابدال اور اغیاث اولیاء اللہ، اور انبیاء یہ لوگ صاحبِ کمال ہیں۔ ان کے قلوب خاص ربِ جلیل کے ہاتھوں میں ہیں۔

اِس آیتِ کریمہ میں اِس تیسرے گروہ کا بھی ذکر ہے، جو ہر قسم کے طاغوت سے الگ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ : ان لوگوں نے ہر طرح کے طاغوت، ہر طرح کے تخریبی عوامل سے اپنے کو دُور رکھا۔ اپنے قلب کو پاک وصاف رکھا۔ اللہ تعالیٰ کو دیکھا، اس کی ظاہری چیزوں کو دیکھ کر کے ایمان لایا۔ اور وہ عالمِ مجاز سے نکل کر عالمِ حقیقت میں پہنچا۔ اسکا ایمان، ایمان مجازی سے نکل کر ایمانِ حقیقی بن گیا۔ اور پھر انہوں نے اللہ کی رسّی مضبوطی سے پکڑی۔

Marfat.com

اور یہ ایسی رسّی ہے، جسے اللہ تعالیٰ کبھی ٹوٹنے نہیں دیتا۔ لہٰذا اِن کا بہکنا ناممکن ہے۔ اور یہ لوگ انبیاء اور خاص اولیاء ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ سے کچھ اُصول مرتّب ہوتے ہیں۔ پہلی بات ایمان ایک قلبی کیفیت کا نام ہے۔ دل سے ایمان ہو تو وہی ایمان ہے۔ دوسرا کسی کو مجبوراً مسلمان کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی لالچ اور مجبوری سے مسلمان ہو جائے تو وہ شرعاً مسلمان ہو گا، لیکن اگر مُرتد جان کے خوف سے یا جنگ میں کلمہ پڑھ لے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا، اسے مارا نہیں جائے گا۔ لیکن اللہ کے نزدیک ایمان کے لئے اخلاص ضروری ہے۔ ایمان عند اللہ اس کے لئے کیا ہے؟ اخلاص ضروری ہے دل بھی اللہ کا گواہ ہو۔ اگر کافر جبراً مسلمان ہو گیا تو بھی اسلام پر قائم رکھا جائے گا۔ مگر جبریہ ایمان والے اگر مرتد ہو جائیں تو ان کو قتل نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ وہ دل سے تو کافر ہی رہتا ہے۔

کفر کے لفظی معنی ہیں انکار یا چُھپانا۔ اور شرعی معنی جو ہیں اسلامی عقائد سے انکار، تو جس نے بھی اسلامی عقائد سے انکار کیا ختمِ نبوت سے انکار کیا۔ انبیاء کی فضیلت سے انکار کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات سے انکار کیا۔ یہ شرعی کفر ہے۔ تو ایمان باللہ یہ ہے کہ اللہ کی ذات و صفات اس کے احکام اور انبیاء اور مُرسل پر ایمان لائے۔ اس لئے کہ اللہ کی توحید تو شیطان بھی مانتا ہے۔ اس نے خود کبھی نہیں کہا کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور شریک ہے۔ اس نے یہی کہا کہ، اے رب! میں تیرے دربار میں معلم الملکوت رہا ہوں، اور تو نے مجھے آدم کو

Marfat.com

سجدہ کرنے کو کہا۔ تو اُمرِ الٰہی سے اُسنے بغاوت کی، جس کی وجہ سے وہ کافر ہوا۔ توحید سے وہ کبھی نہیں ہٹا۔ لیکن چونکہ اس کو مہلت ملی ہے لوگوں کو بہکانے کی تو لوگوں کو بہکاتا ہے۔

اَب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن کے ساتھ ایمان دیتا ہے ان کے ساتھ وہ کیا سلوک کرتا ہے: اللہ ولی الذین امنوا..... فیھا خلدون ؑ: اس آیتِ مبارکہ کا پچھلی سے تعلق ظاہر ہو گیا۔ پچھلی آیت میں توحید صفات اور ذاتِ الٰہی کے متعلق بیان تھا۔ اور مومنین اور کفّار کا فرق بتایا گیا تھا، کہ مومنین نے دین کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے۔ اور کفّار کی رسّی کمزور ہے۔ اَب دونوں کا فرق بتایا جارہا ہے۔ کہ مومنین جو ہیں وہ نور اور روشنی کی طرف آچکے ہیں۔

اندھیرے میں مومن کا والی اللہ تعالیٰ ہے، جو روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور دوسرے گروہ کا والی شیطان ہے جو روشنی سے ظلمت کی طرف لے جاتا ہے۔ اور مسلمان کا دین مضبوط ہے، ان کی بنیاد پختہ اور قوی ہے، اور اس ذاتِ پاک کا جو ہر چیز پر قادر ہے۔ ان کے ہاتھ پر ہاتھ ہے: یداللہ فوق ایدیھم ط: اللہ کا ہاتھ اِن کے ہاتھ میں ہے، تو یہ آیت جو نازل ہوئی، مومن اور کافر کا فرق ظاہر کرنے کے لئے۔

یہ ان مرتدین کے لئے بھی ہے، جو حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے تھے۔ اُن کی ذات وصفات بیان کرتے تھے، ان کی پیش گوئیاں

Marfat.com

کرتے تھے۔ لیکن جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی، تو صرف اس وجہ سے کہ وہ بنی اسرائیل میں نہیں تھے، بنی اسماعیل میں تھے۔ وہ مُرتد ہو گئے۔:

اللہ ولی الذین اٰمنو : اللہ ولی ہے مومنین کا۔ ولی کسے کہتے ہیں جو قریب ہو، جسے قرب حاصل ہو، جو اعتقاد میں مددگار ہو۔ جو ضرورت پڑنے پر مدد کرتا ہو، تو اللہ تعالیٰ مومنین کا والی وارث ہے، ان کا مددگار ہے دین میں عقیدے میں ان کی مدد فرماتا ہے۔ اور دوسرا کام کیا کرتا ہے : یخرجھم من الظلمت الی النور ط ان کو نکالتا ہے اندھیرے میں سے اور روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔

اے عزیزانِ محترم ازل میں ساری روحوں کو جمع کیا گیا۔ تو کہا : الست ربی : کیا میں تمہارا رب نہیں، تو کچھ لوگوں نے کہا : قالوا بلیٰ : ہاں آپ ہی رب ہیں۔ اس وقت جن لوگوں پر نور کا چھینٹا ڈالا گیا۔ وہ ہمیشہ ایمان کے ساتھ رہیں گے، اور کبھی وہ ظلمات میں پھنس بھی گئے، عارضی کفر اور غفلت میں پھنس بھی گئے، تو اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری فرماتا ہے اور ان کو بالآخر ایمان پہ لے آتا ہے۔ عام مومنین جو اللہ تعالیٰ سے دور ہوتے ہیں۔ ان کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے ان کے دل میں اپنا یعنی اپنے عشقِ الٰہی، اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ڈال دیتا ہے، اور وہ اللہ کے اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو جاتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا ولی ہے، دوست ہے۔ مومن ایک دوسرے کے دوست ہیں، ولی ہیں۔ کفار بھی ایک دوسرے کے ولی ہیں، لیکن انکی ولایت جو ہے، ختم ہونے والی ہے۔ مسلمانوں کی ولایت ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ اس لئے کہ

Marfat.com

ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور وَالی میں فرشتے بھی ہو سکتے ہیں، اللہ کی دوسری مخلوق 'ہَوا' بھی ہو سکتی ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ بَدر میں اللہ نے فرشتوں کو بھیجا، جنہوں نے مسلمانوں کی مدد کی۔ اور غزوۂ خندق میں ہَوا نے مسلمانوں کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ خود یا اپنی مخلوق کو مومنین کا مددگار بنا دیتا ہے : یخرجھم من الظلمت الی النور : 'ظُلمات' ظُلمت سے ہے، اسکا مطلب ہے اندھیری۔ دل کے لئے کیا چیز ظلمت ہے؟ کفر گمراہی حَسد، بغض، گناہ، یہ ساری چیزیں ظلمات ہیں۔ تو مومن کو گناہ حَسد بغض کی تاریکیوں میں سے نکال کر حسنات کی روشنی میں، نُور میں لے جاتا ہے، اور ایمان عرفان رحمت، رحمان اور نیک اعمال کیا ہیں، یہ نور ہیں۔

تو جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : اللہ ولی الذین امنوا.... النور : تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو معصیت کی زندگی سے حسد، بغض، اور گمراہی کی زندگی سے نکال کر عرفان، ایمان اور اعمالِ صالحہ کی روشنی میں لیجاتا ہے : والذین کفروا : اور جو لوگ کفر کرتے ہیں ان کا وَالی وَارث کون ہوتا ہے؟ : اولیٰئھم الطاغوت : ان کے طاغوت ان کے دوست ہوتے ہیں، وہ تخریبی عناصر ہوتے ہیں، جو انسان کے قلب و رُوح کو اللہ سے دُور کر دیتے ہیں۔ شیطان اور وہ تمام عوامل، عُلمائے سُو، جھُوٹے نبی، جھُوٹے اولیاء اللہ، سارے لوگ شیطان اور شیطان کے ساتھی، یہ سارے لوگ طاغوت میں ہیں۔ یہ کیا کام کرتے ہیں؟ : یخرجونھم من النور الی الظلمت :

Marfat.com

یہ کافروں کے دوست، طاغوتی طاقتیں ہیں جو انہیں ایمان سے عرفان سے، اعمالِ صالحہ سے نکال کر اعمالِ بد، اعمالِ قبیح اور گناہ، حسد، بغض اور شر کی طرف لے جاتے ہیں۔ انہیں اگر تھوڑے دنوں کے لئے ایمان مل بھی جائے، تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر، یہود و نصاریٰ کی طرح سے پھر کافر ہو جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ تک تو ایمان کے ساتھ رہیں گے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارتوں کے منکر ہو گئے، کہ: میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد ہو گا۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اس کے منکر ہو گئے، تو پھر وہ کافر ہو کر مرے۔ جن پر اللہ تعالیٰ کے نور کا چھینٹا پڑتا ہے، ان کو اللہ تعالیٰ ظلمات سے نکال کر نور میں روشنیوں میں لے جاتا ہے۔ اس کی مثال انصارِ مدینہ ہیں، وہ کفر اور شرک کی حالت میں تھے۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت انہیں نصیب ہوئی، تو اس کے فیض سے اللہ تعالیٰ انہیں ظلمات سے نکال کر نورِ ایمانی کی طرف لے گیا۔

اس آیت کے بھی کچھ اُصول مُرتّب ہوتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے، کہ مومن خواہ کیسا ہی گنہ گار کیوں نہ ہو، اِسکا نورِ ایمانی، اس کو بدعقیدگی اور بدمذہبی سے دور رکھتا ہے۔ مومن ایمان کے معاملے میں عقیدے کے معاملے میں خراب نہیں ہوتا۔ عقیدہ اس کا دُرست ہوتا ہے۔ شیطان اور نفس کے بہکاوے میں آکر اس سے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں۔ اور وہ جب اپنے قلب کی طرف نگاہ کرتا ہے

Marfat.com

تو اسے شرمندگی بھی ہوتی ہے اور اپنے کو گنہگار اور خطا کار مانتا ہے۔ اور پھر اللہ سے توبہ کرتا ہے، اور مغفرت مانگتا ہے۔ کافر خواہ کتنا ہی اچھّا کام کرے وہ نُورِ ایمان سے محروم ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سامنے وہ اپنی خطا پہ کبھی نادم نہیں ہوتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ کوئی خود اپنی طاقت اور صلاحیت سے، ظلمت سے نُور کی طرف نہیں آسکتا۔ اس لئے کہ ہر قسم کی ظلمت سے نکلنا محض فضلِ ربّی ہے۔ تیسرا اُصول اِس سے یہ ہوا، کہ ظلمات سے نور کی طرف جانے کے لئے ولایتِ الٰہی ضروری ہے۔ لہٰذا ربّ کے طالبین کو چاہیئے کہ ربّ محبوبین کی صحبت حاصل کریں۔ جیسا کہ صحابہ کرام اور انصار مدینہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے اپنے باطن کو منور فرمایا۔ اس لئے کہ ربّ کے محبوبین کا ربّ خود ہے، اور ابلیس اور اس کی تمام ذُرّیات، کفّار کے والی ہیں۔ اگرچہ ہر خیر و شر، ربّ کی طرف سے ہے۔: والقدرِ خیرہٖ وشرہٖ من اللہ تعالیٰ : لیکن اَدب کا تقاضا یہ ہے کہ خیر کو ربّ سے منسوب کرے اور شر کو خود سے۔

اس سُنّت کی بنیاد کس نے ڈالی۔ ہمارے جدِّ امجد حضرت آدم علیہ السلام نے۔ انہوں نے کہا : والقدر خیرہٖ وشرہٖ ..... الموت : یہ تو اللہ کی مرضی تھی۔ لہٰذا میں نے وہ کھالیا پھل شجرِ ممنوعہ، نہیں انہوں نے کیا کہا؟: ربنا ظلمنا انفسنا.... من الخٰسرین ۝ : "اے میرے ربّ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اگر آپ نے مجھے معاف نہیں کیا تو پھر تو میں خسارے

Marfat.com

والوں میں ہو جاؤں گا"۔ تو ہمارے جدِ امجد حضرت آدم علیہ السلام نے جو طریقہ ہمارے لئے چھوڑا ہے جو مثال دی ہے کہ خیر کو ربّ سے منسوب کریں اور شر کو اپنی ذات سے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، یہ اَدب کا تقاضا ہے۔

ایک اور اُصول یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کا خیر و شر سب کا خالق ہے مومن و کافر سب کا خالق ہے، سَب کا ربّ ہے۔ وہ ہر ایک کی پرورش کرتا ہے۔ لیکن اس کو ہمیشہ اچھّے ناموں سے یاد کرو۔ ربِّ العالمین کہو، ربِّ العرشِ العظیم کہو، ربّ کعبہ کہو کبھی بھی اس کو ربِّ کفّار نہ کہو : وربِّ موسیٰ وھارون: اس طرح سے کہا کبھی کسی نے نعوذ باللہ من ذالک : یاربِّ فرعون نہیں کہا : کہیں نہیں ذکر۔ حالانکہ وہ ہر ایک کا مالک ہے۔ ہر ایک کو پالتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ اچھے ناموں سے یاد رکھنا چاہیئے۔

ایک اور اصول اس آیتِ مکّرمہ سے : اللہ ولی الذین امنوا..... الطاغوت : کہ بُرے ساتھی جو ہیں وہ اللہ کا عذاب ہیں۔ شیطان جو ہے وہ ظلمت کی طرف لے جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بہکا کر عذاب کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور اچھّے ساتھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں، کہ وہ آپ کی دستگیری کر کے آپ کو اللہ کی رحمت کی طرف، اُس کی مغفرت کی طرف، اُس کی قربت کی طرف لے جاتے ہیں۔

یہ تو ہُوئی عام تفسیر اس کی مختصراً میں آپ کو تفسیرِ صُوفیانہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔ صُوفیوں کی تفسیر، ہمارے مَسلک کے مطابق یہ ہے کہ، ایک عالمِ اجسام ہے اور ایک عالمِ اَرواح ہے، عالمِ اجسام جو ہے، وہ ظلمت کا عالم ہے، اور عالمِ

Marfat.com

ارواح، نُور کا عالم ہے۔ عالمِ اجسام میں کونسی چیزیں آتی ہیں۔ آپ کا نفس آتا ہے، آپ کا بُرا خیال آتا ہے، وہم ہے دنیاوی تعلق کا مال و اولاد ہے۔ یہ سب انسان اور اللہ کے درمیان حجابات بن جاتے ہیں۔ اور یہ سب مجموعۂ ظلمات ہیں۔

اور عالمِ انوار جو ہے، یہ نُور ہے، ایمان ہے، نیک اعمال ہیں۔

ربّ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے سارے معاملات اور محبت کا خود متولی ہے۔ وہ خود منتظمِ کار ہے۔ اس کے سارے معاملات کا دیکھ بھال کرنے والا ہے۔ وہ ایسے بندوں کی کوشش کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے کرمِ خاص کی وجہ سے انکو ان ظلمات سے نکال کر عالمِ نور میں لے آتا ہے۔ اور جب وہ عالمِ نُور میں اپنے خاص بندوں کو لے آتا ہے تو پھر ان کے اور اللہ کے درمیان میں حجابات نہیں رہ جاتے۔

اس کے برعکس کفّار کے مددگار اغیار ہیں۔ وہ انہیں نورِ ہدایت سے نکال کر نفس اور شکوک و شبہات کے ظُلمات میں پھنسا دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ، عالمِ احوال ہے۔ ہر شخص کا حال جانتا ہے۔ اور ہر شخص کو بقدر استطاعت دیتا ہے۔ کافروں کو ان کی استعداد کے مطابق، اور مومنین اور فِدایانِ الٰہی، اور عُشاقِ مصطفٰے کو ان کی استعداد کے مطابق۔ اور یہی فرق ہے۔ فرعون نے جب کہا: انا ربکم الاعلی: تو یہ عالمِ ظلمات میں رہ کر اس نے کہا لہٰذا وہ کافر گردانا گیا۔ اور منصور نے جب کہا: انا الحق: تو عالمِ انوار میں رہ کر کہا کسی نے ان کو کافر نہیں کہا۔ شریعت کے خلاف تو قتل کا حکم ہو گیا۔ سولی پہ چڑھا دیا لیکن

کسی کی مجال ہمت نہیں تھی کہ ان کو کوئی کافر کہہ سکے وہ مومن ہی رہے۔

تو صُوفیائے کرام وہ کوشش کرتے ہیں کہ ان کے دل کی بے چینیاں اور وِہم یہ سب ختم ہو جائیں۔ ان کے نزدیک دل کی بے چینیاں کیا ہیں، ظلمات ہیں۔ وہ زندگی کی پریشانیوں سے حرص و ہوا سے نہ انہیں حال کی خوشیاں آنے کی خوشی ہوتی ہے نہ جانے کا غم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک دل کی بے چینیاں ظلمات ہیں۔ وہ عالمِ نُور سے عالمِ ظلمات میں نہیں آنا چاہتے۔ اور ان کے دل کا چین عالمِ انوار ہے۔ اس لئے کہ ان کے دل و دماغ میں ہوتا ہے : الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ط : جان جاؤ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کے ذکر سے اطمینانِ قلب ہوتا ہے۔

تو جنہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ میرے قلب کا اطمینان کم ہو رہا ہے تو وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں اپنے ربّ سے دور ہو رہا ہوں۔ اس کے ذکر میں کمی آگئی ہے۔ اس کے تفکّر میں اس کے تصوّر میں کمی آرہی ہے۔ تو وہ اس سے پرہیز کرتے ہیں۔: الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ط : اسکی صُوفیانہ تفسیر یہ ہے کہ دل کی بے چینی ظلمات اور دل کا چین نُور ہے۔ اِسلئے کہ یہ چین جو ہوتا ہے۔ بذکر اللہ ہوتا ہے۔ اور اللہ کی ذات، اللہ کی صفات، اللہ کا نام سَراپا نُور ہے۔ تو نفسِ اَمّارہ جو ہے وہ ظلمات ہے۔ رُوح جو ہے وہ نُور ہے۔ اور مومن کو اللہ تعالیٰ نفس ظلمات سے نکال کر رُوح کے نور میں داخل فرماتا ہے۔ اور کافر کو نور سے نکال کر نفس کی ظلمات میں داخل کر دیتا ہے۔ مومن کا

Marfat.com

نفس جو ہے، جب رُوح کی صُحبت میں رہتا ہے تو وہ منوّر ہو جاتا ہے۔ اس لئے صُوفیائے کرام کہتے ہیں کہ اپنے نفس کو اپنے قلب کے تابع کرو، تاکہ نفسِ اَمّارہ جو ہے نفسِ مطمئنہ ہو جائے۔

اور کافر کی رُوح جو نفس کی صُحبت میں سیاہ ہو جاتی ہے، اور انسان کا قلب جو ہے وہ نفس اور رُوح کے درمیان میں ہے۔ کوشش کرنا چاہیئے کہ دل کا جُھکاؤ رُوح کی طرف ہو۔ جس طرح سے دن اور رات ہوتے ہیں۔ کبھی روشنی ہوتی ہے اور کبھی تاریکی ہوتی ہے اسی طرح سے اس قلب پر کبھی رُوح کی روشنی ہوتی ہے اور کبھی نفس کی تاریکی۔ اور یہ آپ کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نُور طلب کرتے رہیں اور اس سے دُعا کریں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ایسی ہے کہ نفس کی ظلمت کی رات سے نِکال کر اس قلب کو رُوح کے دن میں لے آتا ہے۔ جس پر اَزل میں نُور کا چھینٹا پڑ گیا وہ اگر عارضی طور پر کفر میں آیا بھی تو آخر کار مومن ہی ہو گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی سلامتی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمارا والی و وَارث رہے۔ ہمیں ظلمات کی دُنیا سے نِکال کر اپنے نُور کی دُنیا میں لے آئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نفس کو قلب کا تابعدار کرے۔ اور قلب کو رُوح کے انوار سے منوّر فرمائے، اور اس قلب میں اپنا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت اور اَدب عطا فرمائے۔ اپنا ذکر عطا فرمائے اور اپنے اَنوار عطا فرمائے۔ اَے ربِّ کریم! اس محفل کی برکت سے، اپنے ذکر کی محفل سے، اپنے کلامِ پاک کے بیان کی برکت، اور ظاہری اور باطنی حاجات کی حاجت روائی فرما۔ اَے ربِّ کریم

Marfat.com

میرے ایک عزیز جمشید اختر قریشی بیمار ہیں ان کے زخم کو اور انکی تکلیف کو بے ضرر فرما دے، بے اَذیت فرما دے۔ اَے ربّ کریم اپنی کریمی سے اور اپنے جمال و نُور سے ان کو شِفاء عطا فرما۔ جب تک اس دنیا میں رہیں ان کو آرام سے رکھ، اِس دُنیا سے اُٹھانا تو آرام سے اُٹھانا، ایمان کی سلامتی سے اُٹھانا۔ اے رَبّ! جن جن لوگوں نے مُجھ سے دُعا کے لئے کہا ان سب کی حاجات، ان سب کی تکالیف، تیری بارگاہِ عالی میں پیش ہیں، تو ان سب پر کرم کی نگاہ ڈال۔ اَے ربّ کریم ! انہیں عافیت عطا فرما۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ

سیّدنا محمّد والہٖ واصحابہٖ اجمعین ؕ

Marfat.com

پَارَۃ تِلْكَ الرُّسُلُ سُوْرَةُ الْبَقَرَة

اٰیت نمبر : ۲۵۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰه

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ
اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ
رَبِّیَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ
وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ
بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ
الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ
لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾

"اے محبوب کیا تم نے نہیں دیکھا تھا اُسے، جو ابراہیم سے جھگڑا
اس کے رَبّ کے بارے میں اِس پر کہ اللہ نے اُسے بادشاہی دی

Marfat.com

جبکہ ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے کہ جلاتا اور مارتا ہے۔ بولا
میں جلاتا اور مارتا ہوں۔ ابراہیم نے فرمایا، تو اللہ سورج کو لاتا
ہے پُورب سے تُو اس کو پچھم سے لے آ، تو ہوش اُڑ گئے کافر کے
اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو ﴿۲۵۸﴾

الم تر الی الذی ..... الملک ط : اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!
کیا آپ نے ماضی میں نہیں دیکھا کہ کس طرح اس شخص نے جس کو حکومت دے دی،
سارے جہانوں کی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حُجت
کی، جھگڑا کیا۔: حاج : حُجت سے ہے یعنی بحث کرنا۔ غلبہ حاصل کرنے کیلئے۔
اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا واقعہ بیان فرما رہا ہے۔ نمرود حضرت نوح علیہ السلام
کی اولاد میں سے تھا۔

کُفار میں سے دو بادشاہ ایسے گزرے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا
پر بادشاہت دی۔ ایک نمرود اور دُوسرا شدّاد۔ اس زمانے میں دنیا کی آبادی بھی مختصر
تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اِسے حکومت بخشی تھی۔ لیکن بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے
کے، اس نے اللہ تعالیٰ سے بغاوت کر دی۔ یہ اِنسانی فطرت ہے کہ ہر شخص کمال حاصل
کرنا چاہتا ہے۔ تو جن کو ہدایت ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت میں، عِرفان میں،
فنائیت میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ ایمان میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ جن میں ہدایت
نہیں ہوتی وہ اختیارات میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ بادشاہت مل جائے تو چاہتے

Marfat.com

ہیں کہ لوگ ان کا حکم مانیں۔ان کو سجدہ کریں۔لوگ ان کو خدا مانیں۔ یہ بھی کمال کا طریقہ ہے۔

تو یہاں پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ پوچھ رہا ہے : الم تر : اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے نہیں دیکھا ؟ یہ سوالیہ جملہ ہے، اس کا مطلب ہے، آپ نے ضرور دیکھا۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ نے ماضی کے سارے حالات دیکھے ہیں۔کیا آپ نے نمرود کا معاملہ نہیں دیکھا ؟ کہ : الی الذی حاج ابراھم فی ربہ : یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اعزاز عطا فرمایا کہ، انہوں نے میرے بارے میں نمرود سے مناظرہ کیا۔تو اے میرے محبوب ! آپ نے ماضی میں خلیل اور نمرود کا مقابلہ نہ دیکھا یعنی آپ نے ضرور دیکھا۔اس لئے کہ آپ اپنی ولادتِ پاک سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ خصوصی میں تھے۔جو کچھ دنیا میں ہو رہا تھا وہ آپ دیکھ رہے تھے۔

الی الذی : کا مطلب وہ حاکمِ وقت، اس کی طرف اشارہ ہے یعنی نمرود کی طرف۔اور : حاج : جو ہے حجّت سے ہے، مناظرہ کے ذریعے، بحث کے ذریعے، جھگڑے کے ذریعے غلبے کی کوشش۔ رُوحُ البیان میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ نمرود ابنِ کنان ابنِ سام ابنِ نوح علیہ السلام۔یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی چوتھی پشت میں، اولاد ہیں۔ وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے سب سے پہلے تاج پہنا۔اور اس نے رعایا پر ظلم کیا، اور خدائی کا دعویٰ کیا اس نے ساری دنیا پر بادشاہت کی اور آٹھ سو سال تک رہا۔چار سو سال تک وہ بہت ہی عیش و آرام سے رہا اور دبدبے اور رعب سے حکومت کرتا رہا لیکن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کیا، (انبیائے کرام یا اولیائے کرام اور ان کے وارثین سے جھگڑا کرنا جو ہے، اس کی بہت بڑی سزا ہے) تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام

Marfat.com

کے ساتھ اس نے تنازعہ کیا تو چار سو سال تک وہ عذاب میں مبتلا رہا۔

بعض کا خیال ہے کہ یہ واقعہ آتش نمرود سے پہلے ہوا۔ اس کا جو پایہ تخت تھا وہ بابل میں تھا۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنے کے لئے بہت ہی اونچا قلعہ بنایا یعنی یہاں سے جنگ کریں گے، اللہ تعالیٰ سے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ واقعہ آتش نمرود کے بعد ہوا۔ جب آپ نے بت شکنی فرمائی اور پھر نمرود عاجز ہوا اور آخر کار اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس نے آگ میں ڈالا، تو فرشتوں نے کہا کہ اگر آپ ہمیں حکم دیں تو ہم اس آگ کو بجھا دیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا، میرا دوست مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے کہ میں کس حال میں ہوں ہوں۔ اگر وہ چاہے گا تو اس آگ کو بجھا دے گا۔ لہٰذا میں آپ سے کوئی مدد نہیں لوں گا۔

تب اللہ تعالیٰ نے آگ سے فرمایا: یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراھیم: "اے آگ تم ٹھنڈی ہو جاؤ اور سلامتی بن جاؤ ابراہیم کے لئے۔" اور وہ گلزارِ خلیل بن گئی۔ رُوحانی رُبُوبیت کے فیوض صرف اولیاء اللہ کے مسلک سے بنتے ہیں۔ جیسے یہاں خصوصیت کر دی گئی ہے، تخصیص کر دی گئی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذات کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ، حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہم السلام جیسے بزرگوں کے ساتھ منسوب کرنا چاہیئے اس کو نمرود کا رب اور فرعون کا رب نہیں کہنا چاہیئے حالانکہ وہ سب کا رب ہے۔

دوسری بات یہ تھی کہ: الم تر الی الذی: کی توصیف اللہ تعالیٰ نے فرمائی: ان اتٰہ اللہ الملک م: اس شخص نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا

Marfat.com

کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں جس کو اللہ تعالیٰ نے ساری دُنیا کی بادشاہت دی تھی۔ سارے جہاں میں بادشاہ صرف چار گزرے ہیں اس میں دو۲ مومن ہیں اور دو۲ کافر ہیں۔ کافر میں ایک تو نمرود ہے۔ اور دوسرا شدّاد بخت نصر ہے جس نے جنت بنائی تھی یمن کے جنگلوں میں۔ اور مومن دو۲ گزرے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ایک حضرت سکندر، ذوالقرنین بھی جن کو کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا دلیل دی؟ : اِذ قال ابراھم ربی الذی یحی ویمیت : جب ایک دفعہ بہت ہی قحط پڑا اور نمرود اپنی رعایا میں غلّے بانٹ رہا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی وہاں غلّہ لینے کے لئے بوری لے کر گئے۔ تو نمرود نے کہا کہ جو مجھ کو کہے گا مجھ پہ ایمان لائے گا، میں اسکو غلّہ دوں گا، تو جو کہتا کہ نمرود تو میرا خدا ہے۔: نعوذ باللہ من ذالك : اسکو وہ غلّہ دیتا تھا اور جو انکار کرتا تھا؛ اس کو وہ غلّہ نہیں دیتا تھا۔

تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام غلّہ لینے گئے تو، اُس نے کہا ؛ ابراہیم میں تم کو غلّہ اس وقت دوں گا جب تم میری خُدائی کو مانو گے۔ تو اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا کہا : اذ قال ابرٰھم ربی الذی : یعنے میرا ربّ : الذی : وہ ذاتِ پاک ہے : یحی ویمیت : جو زندہ کرتا ہے، جِلاتا ہے، اور مارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ : یحی و یمیت : زندگی اور مَوت اس کے ہاتھ میں ہے۔ تو نمرود نے دو قیدیوں کو بلایا، اور ایک قیدی کو قتل کر دیا اور ایک قیدی کو چھوڑ دیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کر دیکھو۔ میں بھی تو زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ میں نے ایک کو زندہ چھوڑ دیا

Marfat.com

اور ایک کو مار ڈالا۔

اس مناظرے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ کہ مُردے کو زندہ کر دیا۔ بلکہ یہ ایک مشکل کام تھا، اس لئے آسان طریقہ استعمال کیا اور ایک دوسری دلیل دی وہ کیا ہے؟: قال ابرٰھم : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق : میرا رب تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو تم اگر رب ہو تو تم اسکو مغرب سے نکال دو۔ تو پھر اس کے پاس کوئی جواب نہ بنا۔

لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بجائے اس کے قُم باذن اللہ کہتے، کسی مُردے کو زندہ کرتے وہ کام تو ان کے بہت بعد میں ان کی اولاد حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کرنا تھا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دین کے مبلغین کے لئے یہ ایک مثال چھوڑی کہ جو کام آسان طریقے سے ہو سکتا ہے، اسے آسان طریقے ہی سے کرو۔ مشکل طریقے سے نہ کرو۔ تو آسان طریقہ یہ تھا کہ وہ کوئی اور دلیل دیتے جس سے کہ وہ لاجواب ہو جاتا۔ اَب اس کی بے چارگی کا اللہ تعالیٰ ذکر کرتا ہے : فبھت الذی کفر ط : وہ اپنے کفر پہ کافر مُنکر حیران ہو گیا : واللہ لا یھدی القوم الظلمین ج : بے شک اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو ظالموں کو گنہگاروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

باوجود اس کے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو لاجواب کر دیا تھا پھر بھی وہ ایمان نہ لایا۔ اس میں تھوڑا سا میں آپ کو : یحی ویمیت : اللہ تعالیٰ زندہ

کرتا ہے اور مارتا ہے۔ یہ زندگی عطا کرنا اس کے بہت سارے پہلو ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسم کو (جسم مُردہ ہوتا ہے) جان سے زندگی عطا فرماتا ہے اور یہ اس کی عجیب شان ہے کہ بے سبب کرتا ہے۔ ماں کے رحم میں بے جان خون کا لوتھڑا ہوتا ہے۔ اس کو وہ جان عطا فرماتا ہے اور وہاں وہ اس کو پالتا پوستا ہے نہ وہاں پر ہَوا ہے، اور نہ دودھ ہے، نہ دال، روٹی ہے۔ کوئی بظاہر غذا نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس بے جان خون کے لوتھڑے کو زندگی عطا فرماتا ہے۔

یا انڈے کے اندر زردی اور سفیدی بند ہوتی ہے بالکل Sealed نہ ہَوا پہنچ سکتی ہے نہ غذا پہنچ سکتی ہے، لیکن اس میں وہ چُوزہ جو ہے اس میں جان ڈالتا ہے اور اس سے ایک رفیق سی چیز جو ہے زردی اور سفیدی جسے ہم کھا لیتے ہیں۔ اِس سے وہ ایک جان دار چیز، ایک پرندہ پیدا کرتا ہے۔ تو یہ، اللہ تعالیٰ جسم کو جان دیتا ہے۔ اور جان کو زندگی کیسے دیتا ہے۔ ایمان سے زندگی دیتا ہے۔ اور جسم کے اندر ایک چیز ہوتی ہے دِل، اسکو زندہ کیسے کرتا ہے؟ دل کو عرفان سے زندہ کرتا ہے۔ اپنی پہچان کرا کے اور دماغ کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ عشق کی شراب پلا کر۔ اور زمین کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ سبزہ سے اور کنوؤں اور تالابوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ پانی سے۔ آبِ رَواں سے۔

اِسی طرح قومیں بھی مُردہ ہوتی ہیں اور زندہ ہوتی ہیں۔ قوموں کو وہ کیسے زندگی عطا فرماتا ہے؟ اتحاد اور اتفاق سے۔ ملک کو زندگی کیسے عطا فرماتا ہے؟ ملک کیسے قائم رہتا ہے؟ عادل سُلطان سے۔ جان نکل گئی تو جسم مُردہ ہو گیا۔ اور

Marfat.com

عرفان نہیں ہے تو دل مُردہ ہے۔ اور عشقِ الٰہی نہیں ہے، تو دماغ مُردہ ہے۔ اور سبزہ نہیں ہے تو زمین مردہ ہے۔ پانی نہیں ہے تو دریا مُردہ ہے جیسے ہمارے چولستان وغیرہ کے دریا ہیں۔ صرف ان کا ایک نشان باقی رہ گیا ہے۔ ان کی لاش پڑی ہوئی ہے دریاؤں کی، وہ زندہ نہیں ہیں۔

فبھت : اس کا مطلب ہے حیرانی۔ پس وہ حیران رہ گیا۔ پریشان۔ حیرانی تہمت کو کہتے ہیں بہتان کا لفظ استعمال ہوتا ہے، غلط الزام لگانے کو بہتان لگانا کہتے ہیں۔ اس لئے کہ جس پر غلط الزام لگتا ہے، وہ سُن کر حیران ہو جاتا ہے۔ تو یہ رب کی طرف سے حیران کر دیئے گئے۔

اس کی تفسیر یہ ہوئی کہ نمرود تمام دُنیا کا بادشاہ تھا۔ اور اس کا پایۂ تخت بابل تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بُتوں کو توڑا تو اس نے آپ کو قید کر دیا۔ مگر آپ بُت شکنی سے باز نہ آئے۔ لہٰذا اس نے قید سے نکال کر آگ میں ڈال دیا۔ ربّ تعالیٰ نے آگ کو گلزار بنا دیا : یانارکونی بردا وسلاما علی ابراھیمؑ: اور کچھ دنوں کے بعد قحط سالی ہُوئی، نمرود نے غلّہ تقسیم کیا تو جو غلّہ لینے آتا تو وہ پُوچھتا، تیرا رب کون ہے؟ جو کہتا نمرود، اُسکو غلّہ دیا جاتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی گئے اور آپ یہاں اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں گا کہ کس طرح سے وہ اپنے پیاروں کو کھلاتا پلاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی گئے آپ سے بھی یہی پُوچھا، آپ نے کہا جو زندگی اور موت دیتا ہے۔ آپ نے کہا : ربی الذی یحی و یمیت : اِس نے کہا یہ قدرت تو مجھ میں ہے، پھر دو قیدی بُلائے ایک

Marfat.com

کو قتل کر دیا، ایک کو چھوڑ دیا اور کہا کہ اس قاعدے کی رُو سے تو میں بھی رب ہوا۔ اس لئے کہ میں زندگی بھی دیتا ہوں موت بھی دیتا ہوں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوسری مثال دی کہ رب تو مشرق سے سورج نکالتا ہے تو مغرب سے نکال دے، اِس مثال پر وہ حیران رہ گیا اور کہا جاؤ تمہارے لئے میرے پاس غلّہ نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس گئے۔ راستے میں ایک ٹیلہ تھا ٹیلے پر ریت تھی۔ ریت سے انہوں نے بوری بھری اور وہ بوری لاد کر گھر چلے آئے اور اُسے گھر پر رکھا انہوں نے، اور سو گئے۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے سمجھا کہ وہ گیہوں لائے ہیں۔ لہٰذا آپ نے جب وہ بوری کھولی تو اس کے اندر سے بہترین قسم کا گیہوں نِکلا۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے۔ انہوں نے فوراً اُسے پِیسا، اور اُس کی روٹی بنائی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اُٹھے تو انہوں نے روٹی پیش کی، تو آپ نے پوچھا یہ کہاں سے آئی؟ انہوں نے کہا کہ، آپ جو بوری لائے تھے۔ اُس سے پکائی ہے۔ آپ نے کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے بندوں کو رزق پہنچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ انسانی صُورت میں بھیجا۔ اور اس نے نمرود سے آ کر کہا کہ تیرا رب کہتا ہے کہ تو مجھ پر ایمان لا۔ تو پھر ہم تیری سلطنت برقرار رکھیں گے۔ اُس نے کہا رب تو مَیں ہی ہوں، تین دفعہ یہ واقعہ ہوا۔ تین دفعہ فرشتے آئے، تینوں دفعہ یہی جواب ملا، تو مچھروں کا ایک لشکر آیا۔ جِس طرح ٹِڈی دَل آتا ہے، تو آسمان، اور زمین دونوں بھر گئے، مچھروں سے۔ اور ان مچھروں نے اس کے لشکر کے جتنے سپاہی تھے، سارے کے سارے، پوری فوج کو نمرود کی آنکھوں کے سامنے تکہ بوٹی کر دیا،

Marfat.com

اور اس کے اتنے عظیم لشکر کا صفایا کر دیا جس کے سہارے وہ ساری دنیا میں سلطنت کرتا تھا صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا۔

اس کے بعد ایک مچھر آیا اور اس کے دماغ میں گھس گیا۔ چار سو سال تک وہ مچھر اسکو کاٹتا تھا اور نمرود کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ اور اس کو آرام ملتا تھا اس وقت، جب کوئی اسکو جوتے مارتا تھا یا تھپڑ مارتا تھا، سر پر۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ جو کوئی اس سے ملنے آئے اس کے سر پر جوتے مارے اور تھپڑ مارے، تاکہ اسکو آرام ملے۔ تو چار سو سال تک اس پر یہ عذاب ہوتا رہا۔ کہ جوتے اور تھپڑ کھاتا رہا۔ اور آخر میں وہ اِسی میں ختم ہو گیا۔

اِس آیت کے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کفّار سے مناظرہ سُنتِ انبیاء ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے مناظرہ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا نمرود سے۔ دوسرا اصُول یہ کہ مناظرے میں اگر مقابل آسان طریقے سے شکست کھائے تو مشکل طریقہ اختیار نہ کرنا چاہیئے۔ تیسرا یہ کہ انبیاء سے مقابلے کا انجام بُرا ہے۔ ہمارے سامنے دو مثالیں ہیں، فرعون اور نمرود کا حشر۔ فرعون غرق ہو گیا اور نمرود مچھر کے عذاب میں چار سو سال تک مبتلا رہا۔ چوتھا اصول یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ دُنیا میں کفّار کو بھی حکومت اور تخت دے دیتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے دُنیا عطا کرنا اِس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔ جیسے کفّار حضُور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے۔ کہ تم سے ربّ راضی ہے تم تو غربت میں ہو، تم لوگ تو غریب ہو، مسکین ہو۔ ربّ تو ہم سے راضی ہے کہ ہمیں حکومت بھی دی ہوئی ہے،

دولت بھی دی ہے امارت بھی دی ہوتی ہے یہ بات غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیاوی عطا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ چور، ڈاکو اور اسمگلر کے پاس اگر دولت ہے اور رشوت خور کے پاس دولت ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ راضی ہے ان سے۔

پانچواں اُصول یہ ہے کہ مال مومن کے لئے ذریعۂ ہدایت ہے اس لئے کہ وہ مال کو اللہ تعالیٰ کے شکر کے لئے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے اور کافر کیلئے ذریعہ گمراہی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کی سلطنت دی حکومت دی۔ بادشاہت دی تو اس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کے اور قریب ہو گئے۔ اور شدّاد اور نمرود کو ساری دنیا کی حکومت دی۔ تو وہ دونوں کفر میں پڑ گئے، گمراہی میں پڑ گئے۔

اصلاحِ قلب کی طرف مائل ہونا۔ اللہ کی طرف قدم بڑھانا۔ یہ فضلِ الٰہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے سرکشی، اللہ تعالیٰ کے غضب کی نشانی ہے۔ جو لوگ اللہ کے راستے میں جاتے ہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہُوا۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ سے سرکشی کرتے ہیں تو جاننا چاہیئے کہ ان سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ اور حالتِ غضب میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پہچان اور اس کا پتہ کائنات کے ذرّے ذرّے میں ہے، پھُول میں ہے، پتّے میں ہے۔ زمین میں ہے، آسمان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عرفان اس سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کلامِ پاک میں بتاتا ہے کہ مجھے پہچانو میری قدرت سے۔ میں ہی ہوں جو پانی کو چادر کی طرح آسمان پر لے جاتا ہوں، اور جہاں پانی نہیں ہوتا وہاں پر برساتا ہوں، میں ہی ہوں جو خالق ہوں، میں بیج سے، گٹھلیوں سے پودے

نکالتا ہوں ؛ بے جان چیزوں سے ، خشک زمین کو سرسبز کرتا ہوں ۔ میں ہی زندہ کرتا ہوں میں ہی جِلاتا ہوں ، میں نے ہی قمر بنائے ، شمس بنائے ، ستارے بنائے ۔ تو سارا عالم ہماری ذات کا پتہ ہے ۔ مگر یہ پتہ کامل نہیں ہے ۔

اللہ کا کامل پتہ کون ہیں ؟ اولیاء اللہ ہیں ۔ ان کے ذریعے سے اللہ کا حقیقی عرفان حاصل ہوتا ہے ۔ اس آیت کی ایک مختصر سی صُوفیانہ تفسیر بھی ہے ۔ اِسکا میں نے پہلے اشارتًا عرض بھی کیا تھا ۔ کہ طلبِ کمال جو ہے وہ فطرتِ انسانی ہے ۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ وہ کمال حاصل کرے ۔ لیکن طالبینِ کمال جو ہیں وہ دو طرح کے ہیں ۔ ایک وہ جن کے ساتھ تائیدِ الٰہی نہیں ہوتی ۔ جیسا کہ نمرود ، اور شدّاد ؛ اور فرعون ، وہ فقط دُنیا حاصل کرنا چاہتا ہے ۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ کمال حاصل کر رہا ہے ۔ لیکن وہ نیچے گرتا رہتا ہے ۔ اور حُبِّ مال اور حکومت کو اور دنیاوی کمال سے خود کو ربّ جاننا شروع کر دیتا ہے کہ اَب تو میرے پاس سارا خزانہ آگیا ۔

دوسرے جو طالبینِ کمال ہیں ، وہ ہیں جن کے ساتھ تائیدِ الٰہی ہے ۔ وہ کون ہیں ؟ وہ پیغمبر ہیں ۔ وہ عالم ہیں ، جن طالبین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید ہوتی ہے ۔ وہ کس سے استفادہ کرتے ہیں ۔ پیغمبر سے ۔ اِس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے کمال عطا فرمایا ہے ۔ عالم سے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے ہی کمال عطا فرمایا ہے اور اولیاء اللہ سے جنہیں اللہ تعالیٰ نے عرفان میں کمال عطا فرمایا ہے ۔ تو جب کسی طالب کے ساتھ تائیدِ الٰہی ہوتی ہے ، تو وہ پیغمبرِ عالم ، یا وَلی کا دامن تھام لیتا ہے ، ایسے لوگ جو ہیں وہ ماسوا اللہ سے پرہیز ہی کو کمال جانتے ہیں ، بزرگوں کو کہنا یہ ہے کہ عوام کا تقویٰ ہے ،

Marfat.com

اوامر پہ عمل کرنا نواہی سے بچنا۔ اور خواص کا تقویٰ ہے، ماسوا اللہ کے ہر ایک سے پرہیز کرنا۔ تو یہ لوگ جو ہیں، ماسوا اللہ سے پرہیز ہی کو کمال جانتے ہیں۔ اور ہر مشاہدے سے ربّ کی دلیل پاتے ہیں۔ اور اپنے وجود کو واجب الوجود میں فنا کر دیتے ہیں۔ اور اپنی قدرِ ہستی کو بحرِ عبدیت میں گُم کر دیتے ہیں۔ فنا فی اللہ، بقا باللہ ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر فضل و کرم فرمائے۔ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اِس کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں۔ ہم اس کے محبوبین سے استفادہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں قدم اُٹھانے میں اپنی تائید ہمارے ساتھ کرے۔ ہمیں ایمان عطا فرمائے، اور ایمان کی سلامتی عطا فرمائے اس نے اپنے کریمی سے جو نسبتیں ہمیں عطا فرمائی ہیں ان نسبتوں میں استقامت عطا فرمائے۔

آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ۝

پارۃ تِلْكَ الرُّسُلُ سورۃ البقرۃ

آیات نمبر: ۲۵۸۔ تا۔ ۲۵۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحٰابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ
رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ م اِذْ قَالَ
اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ لا
قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ط قَالَ اِبْرٰهٖمُ
فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ
فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ
كَفَرَ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ﴿۲۵۸﴾
اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ
عَلٰى عُرُوْشِهَا ج قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ
بَعْدَ مَوْتِهَا ج فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ
ثُمَّ بَعَثَهٗ ط قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ط قَالَ لَبِثْتُ

Marfat.com

يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ
فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ
وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ
وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ
نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ
اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾

اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا اُسے جو ابراہیم سے جھگڑا
اس کے ربّ کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے اُسے بادشاہی
دی جبکہ ابراہیم نے کہا کہ میرا ربّ وہ ہے کہ جلاتا اور مارتا ہے
بولا میں جلاتا اور مارتا ہوں، ابراہیم نے فرمایا تو اللہ سورج
کو لاتا ہے پورب سے، تو اس کو پچھم سے لے آ، تو ہوش
اُڑ گئے کافر کے، اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو ﴿۲۵۸﴾ یا اس
کی طرح جو گزرا ایک بستی پر، اور ڈھئی پڑی تھی اپنی چھتوں پر
بولا اسے کیونکر جِلائے گا۔ اللہ اس کی موت کے بعد، تو اللہ
نے اُسے مُردہ رکھا سو برس پھر زندہ کر دیا۔ فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا
عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم فرمایا نہیں تجھے سو برس گزر
گئے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بُو نہ لایا، اور
اپنے گدھے کو دیکھ کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں، اور یہ

Marfat.com

اس لئے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں
کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اُٹھان دیتے، پھر انہیں گوشت پہناتے
ہیں۔ جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہوگیا، بولا میں خُوب جانتا ہوں
کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے ۲۵۸ تا ۲۵۹ آیات سورۃ البقرہ کی تلاوت کی ہے۔ پچھلی نشست میں ۲۵۸ آیت کی تفسیر آپ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ یہ مومن اور کافر کا فرق ظاہر کرنے کے لئے کہ مومن کا والی تو اللہ تعالیٰ ہے اور کفّار کا وَالی اور دوست شیطان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کریمی سے مومنین کو اندھیروں سے نِکال کر نور میں لے آتا ہے روشنی میں لے آتا ہے۔ اور شیطان کفّار کو، مُرتدین کو روشنی سے نکال کر ظلمت کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے۔ یہود و نصاریٰ کی طرف جو سرکارِ دو عالم ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کی نبوّت پر ایمان لائے تھے۔ لیکن بعثت کے بعد وہ مُرتد ہو گئے۔ اپنے دین سے بھی اس لئے کہ وہاں بشارت تھی اور انہوں نے ہمارے دین کو بھی قبول نہیں کیا۔

میں نے اس سلسلے میں اس کی تفسیر بیان کی تھی۔ اور صوفیانہ تفسیر بھی بتائی تھی۔ مزید عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مومنین کے ۳ طبقے ہیں: ایک عام، ایک خاص، اور ایک خاص الخاص جیسے کہ مُریدین کے بھی ہر ایک کے الگ الگ طبقے ہیں تو اسی لحاظ سے ظلمت اور نُور کے تین دَرجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ مومنوں

Marfat.com

کو ظلمت سے نکال کر نور میں لے جاتا ہے۔ تو عام مسلمانوں کو تاریکی کو اور ضلالت سے نکالتا ہے، اور نُورِ ایمان اور ہدایت کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ عام مسلمانوں کے لئے : یخرج من الظلمات ای النور : کی تفسیر ہے۔ تو خواص کو وہ نفسانی ظلمتوں سے رحمانی، ربّانی انوار کی طرف نکالتا ہے۔ نفس کے اندھیروں سے نکال کر ربّ کے اُجالے میں لے جاتا ہے۔

جس طرح نُور کی قسمیں ہیں، اِسی طرح ظلمتوں کی قسمیں ہیں۔ ایک ظلمتِ طغیانی ہے، جو نافرمانی پر اُکساتی ہے، اس کا توڑ کیا ہے؟ اس کا توڑ نورِ ایمانی ہے۔ جب سینے میں نورِ ایمانی ہوتا ہے تو بغاوت فرو ہو جاتی ہے نفس پر قابو ہو جاتا ہے، اور ایک ظلمتِ عصیانی ہے۔ یعنی گناہوں سے جو تاریکی پیدا ہوتی ہے۔ اس کا توڑ وہ نورِ غفرانی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب معاف کر دیتا ہے تو وہ ظلمت دور ہو جاتی ہے۔ اِسی لئے جو طریقت کی راہ میں قدم رکھتا ہے، اس کا پہلا سبق؛ ذکر کے ساتھ استغفار پڑھنا۔: رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین ۵ : رات کو پڑھنے کے لئے یہ وظائف میں شامل ہوتا ہے اس سے کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ قلب کی تاریکیاں دُور ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ قلب آئینہ کی طرح بن جاتا ہے۔ اور ظلمتِ نفسانی، نفس کا ظلم ہے۔ اس کا توڑ نورِ عرفانی ہے، یعنی اللہ کی پہچان سے نفس کی ظلمت دور ہو جائے گی۔ اور ایک ظلمتِ فنا ہے؛ اس کا توڑ بقا ہے۔ سالکِ کے لئے مشغولِ دُنیا ظلمت ہے؛ یعنی دنیا میں اس طرح مشغول ہو جانا کہ اللہ کی طرف جو فرائض ہیں وہ انسان بھول جائے اور خطا ہونی شروع

Marfat.com

ہو جائے کہ آج فلاں جگہ جانا ہے۔ جیسے کہ آج درس میں نہیں آئے فلاں جگہ جانا ہے، اس لئے حلقے میں نہیں آئے۔ تو یہ مشغولیتِ دنیا ہے اس کا توڑ فنا فی اللہ بقا باللہ ہے۔

اَب یہاں تو اللہ نے یہ فیصلہ صادر فرما دیا کہ مومنین کے ساتھ اللہ ہے، اور کفّار کے ساتھ شیطان۔ اَب اللہ تین (۳) مثالیں دے رہا ہے کہ: کس طرح سے اللہ تعالیٰ مومنین کا ساتھ دیتا ہے۔ کس طرح سے انکی مدد کرتا ہے: الم تر الی الذی ۔۔۔ انتہ اللہ الملک م: اے میرے حبیب ﷺ کیا آپ نے ماضی میں نہیں دیکھا کہ کس طرح اس شخص نے جس کو اللہ نے حکومت دے دی سارے جہان کی۔ اس نے اللہ کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حجت کی اور جھگڑا کیا۔ حاجہ: جو ہے حجت سے ہے، یعنی بحث کرنا غلبے کے لئے۔ غلبہ حاصل کرنے کیلئے۔ بحث کرنا کہ ہم اس میں جیت جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ نمرود حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔ اور کفار میں سے دو ایسے بادشاہ گزرے ہیں جن کو اللہ نے ساری دنیا کی بادشاہت دی۔ ایک نمرود اور دوسرا شدّاد۔

اس دَور میں دُنیا کی آبادی بھی مختصر تھی، حضرت آدم علیہ السلام کی اور حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد تھی۔ تو اس کو اللہ نے حکومت بخشی تھی۔ لیکن بجائے اسکو اللہ کا شکر ادا کرنے کے اس نے اللہ سے بغاوت کر دی۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ ہر شخص جو ہے وہ کمال حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو جن کو ہدایت ہوتی ہے وہ اللہ کی اطاعت

Marfat.com

میں، فنائیت میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ ایمان میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ جنہیں ہدایت نہیں ہوتی نہ وہ اختیارات میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ کہ بادشاہت مل جائے، اور لوگ ان کا حکم مانیں۔ لوگ ان کو سجدہ کریں اور خدا مانیں۔ یہ ان کے کمال کا طریقہ ہے۔

تو یہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ پوچھ رہا ہے: الم تر: اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ ضرور دیکھا! یہ جملہ ہے اس کا مطلب ہے، آپ نے ضرور دیکھا۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم۔ ماضی کے تو سارے حالات آپ نے دیکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے کیا نمرود کا معاملہ یا قصّہ نہ دیکھا؟ یعنی آپ نے ضرور دیکھا۔ اس لئے کہ آپ ولادتِ پاک سے پہلے اللہ کی بارگاہِ خصوصی میں تھے، جو کچھ دنیا میں ہو رہا تھا وہ آپ دیکھ رہے تھے۔ تو یہ: الم تر: کا مطلب ہے کہ آپ نے ضرور دیکھا۔: الی الذی: کا مطلب۔ وہ حاکمِ وقت۔ اِس کی طرف اِشارہ ہے، نمرود کی طرف۔ اور: حاج: جو ہے یہ حاجت سے ہے۔ حجۃ یعنی غلبہ کی کوشش۔ مناظرے کے ذریعے بحث کے ذریعے جھگڑے کے ذریعے غلبے کی کوشش۔

رُوحُ البیان، میں اس کی تفسیر ایسے ہے۔ نمرود ابنِ کنان ابنِ سام ابنِ نوح علیہ السلام۔ یعنی نمرود چوتھی پُشت میں حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے سب سے پہلے تاج پہنا۔ اور اس نے رعایا پر ظلم کیا اور خدائی کا دعویٰ کیا۔ اس نے ساری دنیا پر بادشاہت کی اور آٹھ سو (۸۰۰) سال تک رہا۔ چار سو (۴۰۰)

Marfat.com

سال تک وہ بہت ہی عیش و آرام سے مزے اور رعب سے حکومت کرتا رہا، لیکن جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے جھگڑا ہوا۔ انبیاء سے، ان کے وارثین سے، اولیاء سے، جھگڑا کرنا جو ہے اس کی بہت بڑی سزا ہے۔ تو جب اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تنازعہ کیا تو چار سو (۴۰۰) سال تک وہ عذاب میں رہا۔

بعض کا خیال ہے کہ یہ مناظرہ آتشِ نمرود سے پہلے ہوا اس کا جو پایہ تخت تھا وہ بابل میں تھا اور اس نے اللہ سے مقابلہ کرنے کے لئے بہت ہی اونچا قلعہ بنایا کہ ہم یہاں سے جنگ کریں گے اللہ تعالیٰ سے۔ جب آپؑ نے بُت شکنی فرمائی اور پھر نمرود عاجز ہوا اِس سے۔ اور آخر کار اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو آگ میں ڈالا، تو فرشتوں نے کہا کہ آپ اگر ہمیں حکم دیں تو ہم اس آگ کو بُجھا دیں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلّت کی یہ انتہا تھی، انہوں نے کہا: میرا دوست مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرا ربّ مجھے دیکھ رہا ہے، میں کس حال میں ہوں، اگر وہ چاہے گا تو اس آگ کو بجھا دے گا۔ لہٰذا میں آپ سے کوئی مدد نہیں لوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ سے فرمایا: یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراھیم: "اے آگ تم ٹھنڈی ہو جاؤ اور سلامتی بن جاؤ ابراہیم کے لئے۔ اور وہ گلزارِ خلیل بن گئی۔ یہاں جیسے میں نے کہا: حاج ابراھم فی ربہ: اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حاجت ہے پھر اللہ کے بارے میں انہوں نے مناظرہ فرمایا۔ حجت کی۔

اللہ تعالیٰ ویسے تو سارے عالم کا رب ہے۔ لیکن وہ خصوصی رب حضرت ابراہیمؑ ہی کا ہے۔ اور اگرچہ وہ ساری مخلوق کا رب ہے۔ لیکن روحانی ربوبیت کے فیوض

صرف اولیاء اللہ کے مسئلے سے بنتے ہیں۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو اچھے لوگوں کے ساتھ منسوب کرنا چاہیئے۔ جب وہ جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دربار میں لے گئے۔ تو انہوں نے کیا کیا۔ جب انہوں نے عصا چھوڑا وہ اژدھا بن گیا اور اس نے اِن جادوگروں کے سانپوں کو کھا لیا۔ تو انہوں نے کیا کہا؟ کہ "ہم موسیٰ اور ہارون کے ربّ پر ایمان لے آئے"۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ، حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السلام جیسے بزرگوں کے ساتھ منسوب کرنا چاہیئے۔ ان کو نمرود کا ربّ یا فرعون کا ربّ نہیں نہیں کہنا چاہیئے حالانکہ وہ ربّ سب کا ہے۔

دوسری بات اللہ نے فرمائی اس آدمی کی : الم تر الی الذی : کی توصیف اللہ تعالیٰ نے فرمائی : ان اتٰہ اللہ الملک : اس شخص نے جھگڑا کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ کے بارے میں جس کو اللہ نے ساری دنیا کی بادشاہت دی تھی۔ سارے جہاں کے بادشاہ صرف چار گزرے ہیں اس میں دو مومن ہیں، اور دو کافر ہیں۔ کافر میں ؛ ایک تو نمرود ہے، اور دوسرا بخت نصر جسے شدّاد کہتے ہیں، جس نے جنت بنائی تھی یمن کے جنگلوں میں۔ اور مومن دو گزرے ہیں ؛ ایک حضرت سلیمانؑ اور حضرت سکندر جن کو ذوالقرنین بھی کہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا دلیل دی ؛ اذ قال ابراھم ربی الذی یحی ویمیت : ایک دفعہ بہت ہی قحط پڑا۔ اور نمرود اپنی رعایا میں غلّہ بانٹ رہا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی وہاں غلّہ لینے کے لئے بوری لے گئے، تو نمرود نے کہا کہ جو مجھ پہ ایمان لائے گا کہ مَیں ربّ ہوں، مَیں اُس کو غلّہ دوں گا۔ تو جو لیتا تھا، نمرود، تُو

Marfat.com

سچ مچ میرا خُدا ہے (نعوذ باللہ من ذالک) تو وہ اس کو غلّہ دے دیتا تھا۔ اور اور جو انکار کرتا تھا اُس کو نہیں دیتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی گئے تو اس نے کہا یہ موقع اچھّا ہے، تو اس نے کہا کہ یہ فاقے کے ڈر سے کہیں گے؛ اس نے کہا میں تم کو غلّہ اس وقت دوں گا جب تم میری خُدائی کو مانو گے۔ تو اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا کہا : اذقال ابراھم : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب کہا: ربی : میرا ربّ : الذی : وہ ذاتِ پاک ہے : یحی ویمیت : جو زندہ کرتا ہے، اور مارتا ہے، زندگی اور موت اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ تو نمرود نے کیا کہا؛ نمرود نے دو قیدیوں کو بلایا۔ ایک قیدی کو قتل کر دیا، اور ایک کو چھوڑ دیا دیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ دیکھو میں بھی تو زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں میں نے اِس کو زندہ چھوڑ دیا اور اُس کو مار ڈالا۔ تو اس کا اللہ فرماتا ہے قال انا احی وامیت : اُس نے کہا یہ کیا بات ہوئی، تم کہتے ہو میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، تو مَیں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ ایک کو مار ڈالا، اور دوسرے کو زندہ چھوڑ دیا۔ اس مناظرے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا، کہ مُردے کو زندہ کر دیں، اللہ کے حکم سے، آسان طریقہ استعمال کیا۔ ایک دوسری دلیل دی، وہ کیا ہے؟ : قال ابراھم : حضرت ابراہیم ؑ نے فرمایا : فان اللہ یاتی بالشمس..... من المغرب : میرا رب اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تم اگر ربّ ہو، تو تم اِس کو مغرب سے نکال دو، تو اس کے پاس کوئی جواب نہیں بَن پڑا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اگر مُردہ کو زندہ کرتے، تو وہ کام تو ان کے بہت بعد

ان کی اولاد حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کرنا تھا۔ اللہ نے ان کی اولاد کو اعزاز دیا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دین کے مبلغین کے لئے یہ ایک مثال چھوڑی کہ جو کام آسان طریقے سے ہو سکتا ہے۔ اسے آسان طریقے ہی سے کرو۔ آسان طریقہ یہ تھا کہ کوئی اور دلیل دیتے جس سے کہ وہ لاجواب ہو جاتا۔ تو انہوں نے کہا: "میرا رب تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تم اس کو مغرب سے نکال دو۔ اب اس کی بیچارگی کا اللہ تعالیٰ ذکر کرتا ہے: فبهت الذی کفر: وہ اپنے کفر پہ، وہ منکر، وہ کافر حیران ہو گیا۔ والله لا يهدى القوم الظالمين ○: بے شک اور بے انصاف کو، ظالموں کو، گنہگاروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ باوجود اس کے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو لاجواب اور قائل کر دیا تھا، پھر بھی وہ ایمان نہ لایا۔

اس میں تھوڑا سا بیں آپ کو: یحی و یمیت: یعنی کہ اللہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، یہ زندگی عطا کرنا اس کے بہت سارے پہلو ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسم کو جان سے زندگی عطا فرماتا ہے اور یہ اس کی عجیب شان ہے کہ بے سبب کرتا ہے ماں کے رحم میں بے جان خون کا لوتھڑا ہوتا ہے، اس کو وہ جان عطا فرماتا ہے، اور وہاں وہ پالتا پوستا ہے، نہ وہاں پہ ہوا ہے، نہ دودھ ہے، نہ دال، روٹی ہے۔ بظاہر کوئی غذا نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس بے جان خون کے لوتھڑے کو زندگی عطا فرماتا ہے، اس کو پالتا پوستا ہے۔ انڈے کے اندر زردی اور سفیدی بند ہوتی ہے، بالکل Sealed، نہ ہوا پہنچ سکتی ہے اور نہ غذا پہنچ سکتی ہے، لیکن اس میں جو چوزہ ہے وہ اس میں جان ڈالتا ہے۔

Marfat.com

اللہ ایمان سے زندگی دیتا ہے۔ اور جسم کے اندر ایک چیز ہوتی ہے دِل۔ اس کو زندہ کیسے کرتا ہے۔ دل کو عرفان سے زندہ کرتا ہے۔ اپنی پہچان کرا کے اور دماغ کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ اُسے عشق کی شراب پلا کر۔ اور زمین کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ سبزہ سے، اور کنویں، تالابوں اور دریاؤں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ پانی سے۔ آب رواں سے اسی طرح۔ قومیں بھی مُردہ ہوتی ہیں اور زندہ ہوتی ہیں۔ قوموں کو کیسے وہ زندگی عطا فرماتا ہے؟ وہ اتحاد سے، اتفاق سے۔ ملک کو زندگی کیسے عطا فرماتا ہے ملک کیسے قائم رہتا ہے؟ وہ عادل سلطان سے زندگی دیتا ہے ملکوں کو، اور اپنی اوصاف کے بعد جو ہے وہ موت کا باعث ہوتی ہیں۔ جان نکل گئی تو جسم مردہ ہو گیا۔ اور ایمان چلا گیا تو جان مُردہ ہو گئی۔ وجود مُردہ ہو گیا اور عرفان نہیں ہے تو دلِ مردہ ہے اور عشقِ الٰہی نہیں ہے تو دماغ مُردہ ہے۔ اور سبزہ نہیں ہے، تو زمین مُردہ ہے۔ اور پانی نہیں ہے تو دریا مُردہ ہے۔ ہمارے ہاں چولستان یا بلوچستان کے دریا ہیں صرف اِن کا ایک نشان باقی رہ گیا ہے۔ ان کی لاش پڑی ہے، دریاؤں کی، وہ زندہ نہیں ہیں۔

فبہت : جو ہے، اسکا مطلب ہے حیرانی۔ وہ حیران رہ گیا۔ پریشان۔ حیران تہمت کو کہتے ہیں، بہتان اسی لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اِلزام لگانے کو اس لئے کہ جس پر غلط الزام لگتا ہے وہ سُن کر کے حیران ہو جاتا ہے۔ تو یہ رب کی طرف سے حیران کر دیئے گئے۔ اس کا خلاصۂ تفسیر یہ ہے کہ نمرود تمام دنیا کا بادشاہ تھا۔ اور اس کا پایۂ تخت بابل تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑا تو اُس نے آپکو قید کر دیا، پھر قید سے نکال کر۔ مگر آپ بُت شکنی سے باز نہ آئے۔ لہٰذا اس نے قید سے

نِکال کر آگ میں ڈال دیا۔ رب تعالیٰ نے آگ کو گلزار بنا دیا۔

پھر اِس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ کافروں کو بھی موقع دیتا ہے، حکومت بخشتا ہے، اللہ نے ایک فرشتہ انسانی صُورت میں بھیجا اور اُس نے نمرود سے آکر کہا کہ تیرا ربّ کہتا ہے کہ تو مجھ پر ایمان لا۔ تو پھر ہم تیری سلطنت برقرار رکھیں گے۔ اس نے کہا ربّ تو میں ہی ہوں۔ تین دفعہ یہ واقعہ ہوا۔ تین دفعہ وہ آئے تینوں دفعہ یہ جواب مِلا۔ جب ہر دفعہ اس نے کفر کیا۔ تو پھر مچھروں کا ایک لشکر آیا، جس طرح ٹِڈی دَل آتا ہے۔ آسمان اور زمین دونوں ڈھک گئے مچھروں سے اور ان مچھروں نے اُس کے سارے لشکر کے جو سارے سپاہی تھے، پوری فوج، نمرود کی آنکھوں کے سامنے سارے گوشت کھا گئے۔ اور ان کے اتنے عظیم لشکر کا جس سے وہ ساری دنیا میں وہ سلطنت کرتا تھا، ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا۔ اور اس کے بعد ایک مچھر آیا اور اس کے دماغ میں گھس گیا۔ ۴۰۰ سال تک یہ مچھر اس کے دماغ کو کاٹتا تھا۔ اور اس کو سخت تکلیف ہوتی تھی، اور اس کو آرام ملتا تھا اس وقت جب کوئی اس کو جوتے مارتا تھا، یا تھپڑ مارتا تھا، سر پہ۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ جو کوئی اس سے ملنے آئے۔ اس کے سر پہ جوتے مارے تاکہ اس کو آرام ملے، تو ۴۰۰ سال تک اس کو یہ عذاب ہوتا رہا، کہ وہ جوتے اور تھپڑ کھاتا رہا۔ اور ۴۰۰ سال تک وہ عذاب سہتا رہا، اور آخر اسی میں ختم ہو گیا۔

اس آیت کے کچھ اُصول مرتب ہوتے ہیں۔ ایک، تو یہ کہ کفّار سے مناظرہ سنتِ انبیاء ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے مناظرہ کیا، فرعون سے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کیا نمرود سے۔ دوسرا اُصول یہ کہ مناظرے میں اگر مقابل آسان طریقے سے شکست

Marfat.com

کھائے تو مشکل طریقہ اختیار نہ کرنا چاہیئے۔ تیسرا یہ کہ انبیاء سے مقابلے کا انجام بُرا ہے۔ ہمارے سامنے دو مثالیں ہیں نمرود اور فرعون کا حشر۔ فرعون غرق ہو گیا اور نمرود مچھر کے عذاب میں ۴۰۰ سال مُبتلا رہا۔

چوتھا اُصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دُنیا میں کفّار کو بھی حکومت اور تخت دے دیتا ہے۔ لیکن اللہ کی طرف سے دنیا عطا کرنا، اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے۔ جیسے کفّار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ تم سے رَب کیسے راضی ہے تم تو غریب ہو، مسکین ہو۔ رب تو ہم سے راضی ہے کہ ہمیں حکومت بھی دی ہوتی ہے۔ دولت بھی دی ہے، امارت بھی دی ہے۔ یہ بات غلط ہے، چور اور ڈاکو کے پاس اگر دولت ہے۔ اسمگلر اور رشوت خور کے پاس اگر دولت ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ ان سے راضی ہے۔ پانچواں اُصول یہ ہے کہ مال جو مومن کے لئے ذریعہ ہدایت ہے۔ اس لئے کہ وہ مال کو اللہ کے شکر کے لئے اور اللہ کی راہ میں خرچ کیلئے، استعمال کیلئے خرچ کرتا ہے۔ اور کافر کے لئے باعثِ گمراہی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ساری دنیا کی اللہ تعالیٰ نے حکومت دی۔ بادشاہت دی تو اس کے ذریعے سے وہ اللہ کے اور زیادہ قریب ہو گئے۔ اور شدّاد اور نمرود کو ساری دنیا کی بادشاہت دی تو وہ دونوں متکبرانہ کفر پہ اُتر آئے اور گمراہی میں پڑ گئے۔

اِصلاحِ قلب کی طرف مائل ہونا، اللہ کی طرف قدم بڑھانا فضلِ الٰہی ہے۔ اور اللہ سے سرکشی اللہ کے غضب کی نشانی ہے۔ جو لوگ اللہ کے راستے میں جاتے ہیں۔ ان پہ اللہ کا فضل و کرم ہوا۔ اور جو لوگ اللہ سے سرکشی کرتے ہیں، ان سے اللہ

Marfat.com

ناراض ہے اور حالتِ غضب میں ہے۔ اللہ کی پہچان اور اس کا پتہ کائنات کے ذرّے ذرّے میں ہے پھول میں ہے، پتّے میں ہے، زمین میں ہے، آسمان میں ہے۔ اللہ کا عرفان اسے حاصل ہوتا ہے۔ اور اللہ کلام پاک میں بتاتا ہے کہ مجھے پہچانو، میری قدرت سے۔ میں ہی ہوں جو پانی کو چادر کی طرح آسمان پر لے جاتا ہوں، اور جہاں پانی نہیں ہوتا ہے، وہاں لے جاتا ہوں، اور برساتا ہوں۔

اللہ کا کامل پتہ کون ہیں؟ اولیاء اللہ ہیں۔ ان کے ذریعے سے اللہ کا حقیقی عرفان حاصل ہوتا ہے۔ اس آیت کی ایک مختصر سی صوفیانہ تفسیر بھی ہے اور یہ میں نے پہلے اشارتاً عرض بھی کیا تھا۔ کہ طلبِ کمال جو ہے وہ فطرتِ انسانی ہے، ہر انسان چاہتا ہے کہ وہ کمال حاصل کرے۔ لیکن طالبینِ کمال جو ہیں وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جن کے ساتھ تائیدِ الٰہی نہیں ہوتی۔ جیسا نمرود اور شدّاد اور فرعون۔ وہ فقط دُنیا حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ کمال حاصل کر رہا ہے۔ لیکن وہ نیچے گرتا رہتا ہے۔ اور حُبِّ مال کو، حکومت کو، اور دُنیاوی کمال سے خود کو رب جاننا شروع کر دیتا ہے۔ کہ اَب تو میرے ہی پاس سب کچھ خزانہ آگیا۔

دوسرے جو طالبینِ کمال ہیں، وہ ہیں جن کے ساتھ تائیدِ الٰہی ہے۔ وہ کون ہیں، وہ پیغمبر ہیں۔ وہ عالم ہیں۔ جن طالبین کے ساتھ، اللہ کی تائید ہوتی ہے۔ وہ کس سے استفادہ کرتے ہیں۔ پیغمبر سے اس لئے کہ انہیں اللہ نے کمال عطا فرمایا ہے۔ عالم سے کہ انہیں اللہ نے پہلے ہی کمال عطا فرمایا ہے، اور اولیاء اللہ سے جنہیں اللہ نے عرفان میں کمال عطا فرمایا ہے۔ تو جب کسی طالب کے ساتھ تائیدِ الٰہی ہوتی ہے،

Marfat.com

تو وہ پیغمبر عالم یا ولی کا دامن تھام لیتا ہے۔ ایسے لوگ ماسوا اللہ سے پرہیز ہی کو کمال جانتے ہیں۔ بزرگوں کا کہنا یہ ہے کہ خواص کا تقویٰ ہے، عوام کا تقویٰ ہے۔ اوامر پہ عمل کرنا نواہی سے بچنا۔ خواص کا تقویٰ ہے، ماسوا اللہ کے ہر ایک سے پرہیز کرنا۔ تو یہ لوگ ماسوا اللہ سے پرہیز ہی کو کمال جانتے ہیں، اور ہر مشاہدے سے رب کی دلیل پاتے ہیں اور اپنے وجود کو واجب الوجود میں فنا کر دیتے ہیں۔ اپنی ہستی کو خلّاقِ اعظم میں گم کر دیتے ہیں۔ فنافی اللہ ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پہ اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے بتائے ہوئے راستے پہ چلیں۔ ہم اس کے محبوبین سے استفادہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں قدم اُٹھانے میں اپنی تائید ہمارے ساتھ کرے۔ ہمیں ایمان عطا فرمائے اور ایمان کی سلامتی عطا فرمائے۔ اس نے اپنی کریمی سے جو نسبتیں ہمیں عطا فرمائی ہیں، ان نسبتوں میں استقامت عطا فرمائے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؕ

Marfat.com

پارۃ تِلْكَ الرُّسُلُ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ

آیات نمبر : ۲۶۰ ۔ تا ۔ ۲۶۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰه

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ
الْمَوْتٰى ط قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ط قَالَ بَلٰى
وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ط قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً
مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى
كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ
يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ط وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ
سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ط
وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ
وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾

Marfat.com

"اور جب عرض کی ابراہیم نے، اے رب میرے مجھے دِکھا دے، تو کیونکر مُردے جلائے گا؛ فرمایا کیا تجھے یقین نہیں۔ عرض کی، یقین کیوں نہیں، مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔ فرمایا: تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہِلا لے پھر اِن کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بُلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے، پاؤں سے دوڑتے، اور جان رکھ رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔ ع (۲۶۰) ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس دانہ کی طرح، جس نے اُگائیں سات بالیں، ہر بال میں سو دانے، اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے، جس کے لئے چاہے، اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔ (۲۶۱)"

مذکورہ بالا آیات میں بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قُدرت سے کسطرح مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اور کرے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صحیفوں میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرے گا۔ اور اَب اللہ تعالیٰ سے آپ نے کچھ مشاہدے کی درخواست کی۔ کہ اللہ تعالیٰ! میرے علم میں اضافہ کر۔ یا اللہ! مُردوں کو آپ زندہ کرتے ہیں، مگر کس طرح سے اپنی یہ قدرت مجھے بھی دکھا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن کو حکم دیا کہ تم چار پرندوں کے ٹکڑے کر کے ان کا قیمہ کر کے سب کو ملا کر پہاڑ پر رکھ دو۔ پھر تم

Marfat.com

ان کو اپنے پاس بُلاؤ۔ اللہ کے حکم سے ان کا گوشت جمع ہوگا، اور تمہاری آواز ان کے لئے صُور بن جائے گی۔ جس طرح حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صُور سے سارے مُردے زندہ ہوجائیں گے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز ان کیلئے صُور بن گئی، اور وہ پرندے دوڑتے دوڑتے تمہارے پاس آئیں گے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حُکم اِلٰہی کی تعمیل کی اور اس کے بعد آواز دی، تو چاروں پرندوں کے جسم دوبارہ تشکیل پاگئے۔ اِن میں، ایک مور تھا، ایک کبوتر تھا، اس مُرغ تھا، ایک کوّا۔ یہ سب اپنی ترتیب سے آکر مل گئے۔ پہلے گردن آئی، پھر بقیہ جسم آیا، پھر گوشت اور ہڈی آئیں۔ اس طرح سب کے جسم مکمل ہوگئے۔

اس آیۂ مُبارکہ کے کچھ اُصول اس سے مُرتّب ہوتے ہیں۔ ایمان جو ہے، وہ آپ کے وجود پر پھیلا ہوا ہے، وہ کم یا زیادہ نہیں ہوسکتا۔ اگر ایمان کم ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ایمان ہے ہی نہیں۔ اگر آپ کہتے ہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ : اور آپ نہ نماز پر ایمان لائیں نہ زکوٰۃ پر ایمان لائیں تو پھر آپ کا ایمان ہی نہیں حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ کے منکرین سے جہاد فرمایا۔ تو اس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔

کچھ حضرات کو اللہ تعالیٰ کشف اور مشاہدہ عطا فرمانا چاہتا ہے اور کشف اور مجاہدے سے وہ ان چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں، جیسے سرکارِ دوعالم نے معراج میں جنّت و دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اللہ تعالیٰ کو قُرب سے دیکھا، اور عرش، سدرۃ المنتہیٰ دیکھا۔ تو مشاہدے سے ایمان کے دَرجات بُلند ہوتے ہیں۔

دوسرا اُصول اس کا یہ ہُوا کہ علم کے دو درجے ہیں، علم الیقین اور حق الیقین۔ اور عین الیقین۔ یہ تیسرا درجہ حق الیقین کا ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ سُنی سُنائی باتوں پر ایمان لائے دوسرا دیکھی ہوئی باتوں پر ایمان لائے، اور تیسرا یہ کہ حق الیقین، یعنے حقیقت کو آپ نے خود پالیا۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ؛ آپ سے کوئی کہے کہ بحرین کے سمندر میں بہت خوبصورت موتی ہوتے ہیں۔ یہ ہے علم الیقین، آپ نے اس کا یقین کر لیا۔ پھر آپ کا کوئی دوست بحرین گیا اور وہاں سے وہ موتی لایا، اور آپ نے، اس کو دیکھ لیا، مشاہدہ کر لیا، تو یہ ہو گیا عین الیقین۔ جو پہلا درجہ تھا، اس سے یہ بہتر درجہ ہے کہ؛ نہ صرف آپ نے سُنا اس کے متعلق۔ جیسے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا اللہ تعالیٰ کے متعلق آخرت کے متعلق۔ دوسرا درجہ یہی ہے کہ اس کا مشاہدہ کر لیا۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ آپ دریا میں جائیں اور غوطہ لگائیں اور خود ہی موتی نِکال کر لے آئیں یہ ہے درجہ، حق الیقین کا۔ تو اس طرح سے ایمان کے تین درجے ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین، اور حق الیقین۔

تیسرا اصُول یہ ہے کہ حضور سیّد الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمّت کے قلب وروح کو زندہ کرتے ہیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے خود اپنی ذات کا مشاہدہ کیا۔ کس طرح سے وہ سو سال تک مردہ رہے پھر زندہ ہو گئے۔ تو موت کے بعد جب وہ سو سال بعد زندہ ہوئے تو چالیس سال ہی کے تھے۔ اور ان کا بیٹا جو کہ ۲۰ (بیس) سال کا تھا وہ اتنا بوڑھا ہو چکا تھا کہ ایک سو بیس (۱۲۰) سال کے تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

چار پرندوں کا مشاہدہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنّت و دوزخ کا مشاہدہ کیا۔ تو مشاہدات جو ہیں وہ درجات کے حساب سے ہیں۔

پانچواں اصول یہ ہے کہ زیادہ علم کے حصول کی کوشش کرنی چاہیئے ۔ یہ کوشش حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی اور حضرت عُزیر علیہ السلام نے کی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم اللہ تعالیٰ نے بخشا بغیر کوشش کے۔ خود اپنی طرف سے عطا فرمایا، چھٹی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین کی خواہشات پُوری فرماتا ہے۔ اور ان کے لئے قوانین بھی بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ قیامت کے دن تمام مُردے زندہ کئے جائیں گے، لیکن حضرت عُزیر اور حضرت عیسٰی علیہم السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے قانون کو بدل دیا۔ حضرت عُزیر علیہ السلام کو زندہ کر دیا سو سال کے بعد اور حضرت عیسٰی علیہ السلام نے مُردوں کو زندہ کر دیا۔ قیامت سے پہلے، یہ کہہ کر قم باذن اللہ۔ اور حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قُم باذنی کہہ کے قیامت سے پہلے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین کی خواہشات کو پوری فرماتا ہے، ان کی دلجوئی کرتا ہے اور ان کے لئے وہ اپنے قوانین بھی بدل دیتا ہے۔

آٹھواں اُصول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ شک نہیں تھا۔ فرمایا کہ کیا تمہیں ایمان نہیں ہے : قالوا بلیٰ : فرمایا ہے مجھے ایمان۔ لیکن میں اپنے اطمینانِ قلب کے لئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا سے مُردہ زندہ ہُوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے بھی مُردہ پھر زندہ ہوا۔ علم جو ہے، وہ استدلال سے بہتر ہے بحث مباحثے سے بہتر ہے۔ اور ایمان اور علم سے مشاہدہ افضل ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ

Marfat.com

فطرت ہے کہ وہ اکثر اپنے کسی محبوب کے وسیلے سے کرتا ہے تو اسے زندہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ تو اس نے وسیلہ بنایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے یہ کام ابراہیم (علیہ السلام) کے وسیلے سے کیا۔ تو جن کو شُبہ ہے وہ اپنے ایمان کو درست کریں اور اللہ تعالیٰ نے بھی تو فرمایا ہے: وابتغوا الیہ الوسیلہ: کلام پاک کی آیت ہے کہ تم تلاش کرو، اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کا وسیلہ۔

مُرشدِ کامل کی نگاہ جو ہے وہ صُورِ اسرافیل کا کام کرتی ہے۔ جب اِس کی نگاہ پڑتی ہے، تو کیا ہوتا ہے؟، اُس کا دل زندہ ہو جاتا ہے۔ دماغ روشن ہو جاتا ہے۔ اور رُوح پاکیزہ ہو جاتی ہے۔ اور انہیں دوبارہ زندہ کر دیتی ہے۔ اور یہ چاروں پرندے ہمارے اندر ہیں۔ عقل، دِل، دماغ اور رُوح۔ یہ اللہ کی طرف مائل ہیں۔ جب کسی کی نگاہ پڑے گی۔ تو ہم اپنے اندر کی آوازِ خلیل کو سُنیں گے۔ جو صُور کا کام دے گی۔ پھر ہماری عقل، ہمارا دماغ، ہمارا دل، اور ہماری رُوح زندہ ہو جائے گی، ہمیں زندگی مِل جائے گی۔ تو عبادات میں فرائض بھی، واجبات بھی ہیں، سُنت بھی، مستحبات بھی ہیں۔ اگر آوازِ پیغمبر اور حیاتِ نبی سے خالی ہیں تو وہ محض عبادتیں ہیں، اور اگر فیضان ساتھ ہے ان کا تو وہ زندہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیتوں میں اپنی شان کے متعلق فرما رہا ہے، کہ کس طریقے سے اللہ تعالیٰ کو جو قرضِ حسنہ دیتے ہیں۔ وہ ہم صدقات اور خیرات دیتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کیسے بڑھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: مثل الذین ینفقون اموالھم: جو کہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں، فی سبیل اللہ۔: کمثل حبۃ: اس کی مثال ایک

Marfat.com

بیج جیسی ایک دانے جیسی ہے: انبتت سبع سنابل : اور اس دانہ میں اُگتا ہے سات (۷) بالیں : فی کل سنبلة مائة حبة ط : اور وہ بالیں جو ہیں اس میں سات سو (۷۰۰) دانے ہر ایک میں۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: عام ہے میری سخاوت اور یہ میری قدرت ہے کہ جس طرح میں ۷ دانوں سے ۷۰۰ دانے بنا دیتا ہوں ایسی ہی مثال ہے صدقات کی، ایک کو سات سو گُنا کر دوں گا۔ اس لئے صدقہ کرنے والے کے درجات مختلف ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ اور درجات ہیں، اور باقی تین خلفاء راشدین کے کچھ اور درجات ہیں۔ اور جو دوسرے صحابہ ہیں ان کے کچھ اور درجات ہیں، اور ہم جیسے گنہگاروں کے کچھ اور درجات ہیں، تو اللہ ان کے درجات ان کی فکر کے مطابق اور ان کے جذبۂ قربانی، ایثار کے مطابق بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔: واللہ واسع علیم ٥ : اللہ تعالیٰ واسع ہے گنجائش والا ہے، وسعت والا ہے۔ وہ آپ کی نیکیوں کو بڑھا سکتا ہے۔ اور وہ جاننے والا ہے کہ، آپ نے کس جذبے کے ساتھ کس محبت کے ساتھ آپ نے یہ صدقہ دیا ہے۔

درخت تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک پھل دار درخت، ایک بیکار درخت، اور ایک خاردار درخت ہے۔ پھلدار درخت سایہ بھی دیتا ہے اور کھانے کے لئے پھل بھی دیتا ہے، اور جو بے کار درخت ہیں وہ پھل تو نہیں دیتے لیکن سایہ تو دیتے ہیں۔ اور ایک خاردار درخت ہیں، کانٹے دار ہیں، جو نہ سایہ دیتے ہیں نہ پھل دیتے ہیں، نہ جیسے ابوجہل اور ابولہب جو تھے؛ وہ خاردار درخت تھے۔ اور ایک طرف

حضرت صدّیقِ اکبر، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ وہ سایہ بھی دیتے تھے، پھل بھی دیتے تھے اور کچھ عام مسلمان تھے کہ ان کی صُحبت میں آتے تھے۔

تو خلاصۂ تفسیر یہ ہے کہ جو لوگ کسی کارِ خیر میں یعنی زکواۃ، خیرات، مسجد اور مدرسہ کی تعمیر، مُسافر خانے پر خرچ کرتے ہیں، ان کا صِلہ سات گُنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کرم بالائے کرم یہ فرمادیا کہ میں اس سے زیادہ بھی دے سکتا ہوں۔ اور دیتا ہوں جیسے کہ حدیث میں بھی ہے کہ جہاد میں اگر آپ پیسہ دیں گے۔ تو اس کا صِلہ سات سو گُنا ہے، اور خود جا کر آپ جہاد میں شریک ہوتے ہیں، تو اس کا صِلہ سات لاکھ گُنا ثواب ہے۔ صَدقہ بلاؤں کو دُور کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ کے جو نیک بزرگ وَلی ہوتے ہیں، جب کوئی مشکل آتی ہے۔ یا جب کوئی مشکل آنے والی ہوتی تو وہ اس کا صدقہ نِکال دیتے تھے اور مُصیبت ٹل بھی جاتی تھی۔ بعد میں مجھے بتاتے تھے کہ آپ اِس مشکل میں پھنسنے والے تھے۔ میں نے آپ کا صَدقہ دیدیا۔ تو صَدقہ جو ہے وہ مشکلوں اور بلاؤں کو دور کرتا ہے۔

سخاوت وہ درخت ہے کہ جس کی جَڑ جنّت میں ہے اور شاخیں جنگل میں۔ پھل وہ دنیا میں کھاتے ہیں۔ جو صدقہ دیتے ہیں ان کو فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن اس کی جڑیں جنّت میں ہیں جہاں سے اس کی آبیاری ہوتی ہے۔

اَب اس سے کچھ اُصول بنے۔ اُصول یہ ہے کہ جو چیز اللہ کی راہ میں خیرات ہے۔ فی سبیل اللہ۔ آپ جو کچھ کریں، اس کا اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتا ہے۔ تو اِس وجہ سے میّت، کا سوئم جو ہم کرتے ہیں، یا کارِ خیر کرتے ہیں۔ کچھ پڑھ کر اِس کو بخشتے

Marfat.com

ہیں۔ یا دسواں، یا چالیسواں پر سب باعثِ ثواب ہے۔ کیونکہ یہ بھی اللہ کی راہ میں خیرات ہے۔ اور اس کو حرام کہنا یہ خود ساختہ پابندی ہے، یہ اسلام میں جائز نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی چیز کی سند مجازی ہوتی ہے۔ تو اسلام کے اندر مجازی جائز ہے۔ مثلاً : دوا، دافع بخار ہے۔ ماں باپ پالنے والے ہیں۔ حاجت روا ہیں ضروریات پوری کرتے ہیں، لیکن دراصل یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں حسناتِ مجازی پیدا کئے ہیں، تو سندِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اسنادِ مجازی اپنے رتبے کے لحاظ سے انبیاء ہیں، سرکار دو عالم ﷺ ہیں، اولیاءُ اللہ ہیں۔

اس سے پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ کا منشا ایسا نہ ہوتا تو ایسا ہو جاتا۔ تو پتہ لگا کہ ہر چیز کا وجود منشائے ایزدی پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی تو وہ چیز ہوگی۔ تیسرا اُصول یہ ہے کہ: ربّ تعالیٰ ایک ہی عمل پر مختلف لوگوں کو مختلف جزا عطا فرماتا ہے، جیسے اس آیۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: سات سو گنا ہوتا ہے لیکن : واللہ یضٰعف لمن یشاءُ ط : جس کو چاہے اس کو زیادہ بھی دے دے۔ تو ایک ہی عمل پر اللہ تعالیٰ کی عطا مختلف ہوتی ہے۔ اور مختلف لوگوں کو مختلف چیزیں عطا فرماتا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ اگر مومن کوئی نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو دونوں جہانوں میں اس کا صلہ عطا فرماتا ہے۔ اس کو برکت اور وسعت حاصل ہوتی ہے۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے پاس قرضہ ہے

جو بڑھتا رہتا ہے۔ اور کافر اگر کوئی نیکی کرے، صدقہ خیرات کرے تو اس کے نیک اعمال کی جزا اسے دنیا میں مل جاتی ہے، آخرت میں اس کے لئے کوئی جزا نہیں۔ وہاں کوئی صلہ نہیں ملے گا۔

اس آیتِ مبارکہ کی ایک صوفیانہ تفسیر بھی ہے کہ: صدقات کے لئے چار چیزیں لازم ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ صدقہ کرنے والا صالح ہو۔ نیک ہو دوسرا یہ کہ: مالِ حلال سے ہو۔ تیسرا یہ کہ: اُس کا مصرف بہتر ہو۔ اور چوتھی بات یہ کہ: مناسب وقت پر ہو۔ اگر آپ رمضان کا فطرہ عید کی نماز سے پہلے ادا کریں۔ ۱۲ بجے کے بعد مناسب وقت تو اسی طریقے سے کرنے والا صالح ہونا چاہیئے۔ جس مال کا صدقہ دیا ہے وہ حلال مال ہونا چاہیئے اور جس کام سے وہ لگا ہو وہ مصرف بہتر ہونا چاہیئے، اور اس کے لئے وقت مناسب ہونا چاہیئے۔ حلال مال کا ثواب زیادہ ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف ہے کہ: "اگر کوئی حلال چیز کا ایک ٹکڑا بھی خیرات کر دے تو ربّ اس کی ایسی پرورش فرماتا ہے، جیسے مَرنیوالی گھوڑی کے بچّے کی پرورش اس کا مالک کرتا ہے۔ مالک گھوڑی کی محبت میں اس بچّے کی پیار سے پرورش کرتا ہے"۔ اور ہر خرچ کا الگ الگ راستہ ہے۔ اگر آپ شیطان کے لئے خرچ کرتے ہیں، اس خرچ کا راستہ دوزخ ہے۔ وہ خرچ کرنے والے کو دوزخ کی طرف لے جائے گا۔ اور اگر اللہ کے لئے خرچ کرتے ہیں تو اس کا راستہ دوسرا ہے جو رحمان تک جاتا ہے۔

صدقہ کے مختلف درجات ہیں۔ عوام کی خیرات کیا ہے؟ مال ہے اور اس کی جزا جنت میں ہے۔ اور خواص کی خیرات کیا ہے؟ اصلاحِ حال ہے۔ اور اس کی جزا تزکیۂ نفس ہے۔ اور رضائے الٰہی ہے۔ لہٰذا مومن کو چاہیئے کہ اپنے کو اصلاحِ احوال کرے۔ جزا میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ جس میں اخلاص زیادہ ہوگا جس میں کوئی دکھاوا نہ ہوگا۔ خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے ہوگا اس کا اَجر زیادہ ہوگا۔ مہمان یا مُسافر پر خرچ اس وقت کیا اس وقت تنگی ہو کہ آپ پر خود فاقہ ہو رہا ہے، اور مہمان کوئی مُسافر آگیا آپ نے وہ کھانا اس کو دے دیا اور خود اپنے بچّوں کو بھُوکا سُلا دیا اس کا ثواب بہت زیادہ ہوگا۔ تو یہ مختلف اس کی وجوہات ہیں کہ کہاں آپ کر رہے ہیں، کس وقت کر رہے ہیں، کن حالات میں کر رہے ہیں، کتنے اخلاص کے ساتھ کر رہے ہیں، اس میں کتنی قربانی شامل ہے۔ اس کے حساب سے اللہ تعالیٰ آپ کے صدقات کو قبول فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو استقامت عطا فرمائے، ہمارے ایمان کے درجات کو بلند فرمائے، ہمارے قلب کو بصیرت عطا فرمائے، ہماری باطنی عقل کو مشاہدہ عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے مال سے اور ہمارے اہل و عیال سے زیادہ اپنی محبّت عطا فرمائے۔ تاکہ ہم اخلاص کے ساتھ اس کے دیئے ہوئے رزق سے اس کی راہ میں خرچ کر سکیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؕ

Marfat.com

پارۃ تِلۡكَ الرُّسُلُ سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ

آیات نمبر ۲۶۲ - تا - ۲۶۳

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيۡكَ يَارَسُوۡلَ اللّٰه

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ يَاحَبِيۡبَ اللّٰه

اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ
ثُمَّ لَا يُتۡبِعُوۡنَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى ۙ
لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ
عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝۲۶۲ قَوۡلٌ
مَّعۡرُوۡفٌ وَّمَغۡفِرَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ صَدَقَةٍ
يَّتۡبَعُهَاۤ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيۡمٌ ۝۲۶۳

" وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر دیئے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں، ان کا نیگ ان کے رب کے پاس ہے۔ اور انہیں نہ کچھ اندیشہ

Marfat.com

ہو، نہ کچھ غم ﴿۲۶۲﴾ اچھّی بات کہنا اور دَرگزر کرنا، اِس
خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو، اور اللہ
بے پرواہ حلم والا ہے ﴿۲۶۳﴾

آج ۲۶۲، اور ۲۶۳، آیات کی تفسیر بیان کرینگے انشآء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : مثل الذین ینفقون اموالھم۔۔۔۔ حبۃ :
ان لوگوں کی مثال ان مومنین کی مثال ان صاحبانِ جُود و سخا کی مثال ان لوگوں
کی جو رضا جُوئے الٰہی ہیں جو کہ : ینفقون اموالھم : اپنا مال خرچ کرتے
ہیں۔ اموال سے مطلب ہے اپنا حلال اور صاف ستھرا مال خرچ کرتے ہیں
فی سبیل اللہ : اللہ کی راہ میں یعنی زکوٰۃ میں جو فرض ہے موجبات
میں، صدقات میں اور حقوق النفس کے لئے بھی اور حقوق العباد کے لئے
بھی جو بھی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے سے اللہ کی راہ میں زکوٰۃ یا حج
یا صدقات و خیرات یا مسجد اور کنویں بنانے پہ جو بھی اللہ کی رَاہ میں خرچ
کرتے ہیں۔ ان سب میں فی سبیل اللہ آجاتا ہے۔ اس کی مثال کیسی ہے؟
اس کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس میں سے سات بالیاں نکلتی ہیں،
اس دانے کا ایک پودا بنتا ہے، اس پودے میں سات بالیاں بنتی ہیں اور
ہر بالی میں سو سو دَانے ہوتے ہیں۔ تو جس طریقے سے ایک دَانے سے
سات سو دَانے بنتے ہیں، اسی طرح سے جو لوگ میرے نیک بندے میری

Marfat.com

راہ میں خرچ کرتے ہیں، میں ان کے مال کو ایسا ہی کر دیتا ہوں۔ جیسے کہ ایک دانے میں سات سو دانے بنتے ہیں۔ اور یہی نہیں : واللہ یضعف لمن یشاءُ ط : اور جب اللہ چاہتا ہے تو اِس میں بھی اِس کا ثواب اِس سے زیادہ کر دیتا ہے۔

جیسے میں نے پچھلی دفعہ عرض کیا تھا کہ اگر اپنا مال لے کر خود جہاد میں شامل ہو تو اس کو سات (۷) لاکھ گُنا ثواب ملتا ہے، تو عام طور سے یہ ہے کہ ہر نیکی کا دس گُنا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ جتنا چاہے اس کو بڑھا دے : واللہ یضعف لمن یشاءُ ط : اور : واللہ واسع علیمٌ ○ : اللہ تعالیٰ کشائش والا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔

جیسا کہ میں نے پچھلی دفعہ عرض کیا تھا کہ درخت تین قسم کے ہوتے ہیں : ایک بار دار ہوتے ہیں، ایک بے کار ہوتے ہیں، اور ایک خار دار ہوتے ہیں۔ اسی طرح دولت والے بھی تین طرح کے ہوتے ہیں : ایک دولت والے وہ ہوتے ہیں جو بار دار پھل والے ہوتے ہیں، مخلوق کو اپنی دولت سے نفع پہنچاتے ہیں، اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں جیسے حضرت صِدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ اور ایک بیکار درخت ہوتا ہے لیکن اپنے سائے سے لوگوں کو فیض پہنچاتا ہے۔ اس میں پھل نہیں ہوتا لیکن اس کے سائے میں لوگ آرام کرتے ہیں۔ اور ایک خار دار ہوتا ہے، جیسے ببُول کا درخت ہوتا ہے، نہ اس میں سایہ ہوتا ہے اور نہ اس میں عافیت ہوتی ہے۔ اِن کی مثال ایسی

Marfat.com

ہے جیسے ابُوجہل ہے، ابُولہب ہے۔

اسی طرح اسرار بھی تین طرح کے ہیں ایک باردار۔ جولوگ رحمانی جگہ پر خرچ کرنے والے ہیں۔ جیسے آپ کا سماع ہوتا ہے یا مسجد تعمیر ہورہی ہوتی ہے۔ یاکہیں کنواں بن رہا ہوتا ہے، یاکہیں غریبوں کے لئے لنگر پکتا ہے۔ یتیم خانے ہیں تو جو رحمانی خرچ کرنے والے ہوتے ہیں وہ باردار اور جو مال جمع کرنے والے ہیں وہ بیکار ہیں یہ تو فیض کسی کو نہیں پہنچاتے، اور خاردار جو ہیں وہ شہوات اور نفس پر خرچ کرنے والے کسی کو تنگ کرنے کے لئے اپنی خواہشات پر خرچ کرنے والے، یہ خاردار ہیں۔ تو جو لوگ کسی کارِ خیر میں یعنی زکوٰۃ، فطرہ، مسجد مدرسہ کی تعمیر، شفاخانے، مسافرخانے پر خرچ کرتے ہیں، ان کا صلہ سات سو (۷۰۰) گُنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جیسے اس میں مثال دی کہ ایک دانے سے سات "بالیاں نکلیں، اور ہر بالی میں سات سو دانے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح فی سبیل اللہ۔ عام نیکیوں میں ایک نیکی کا دس (۱۰) گُنا اجر ہے۔ لیکن اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی اللہ نے مثال دی کہ سات سو گنا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بالائے کرم جو ہے وہ فرما کر اور زیادہ دیتا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص جہاد کے لئے روپیہ، مال بھیجتا ہے اس کو سات سو گنا ثواب ملتا ہے، لیکن اگر خود جا کر جہاد میں حصہ لے اور خرچ کرے تو اس کو سات (۷) لاکھ گُنا اجر ملتا ہے۔

صدقہ جو ہے دُنیاوی مُصیبتوں اور فتنۂ قبر اور عذابِ قیامت کو

Marfat.com

دُور کرتا ہے۔ سخاوت وہ درخت ہے کہ اس کی جڑ جنت میں اور شاخیں دنیا ہیں اور صدقہ یہ نہیں ہے کہ صرف امیر ہی کر سکتے ہیں غریب اس سے محروم ہوں گے۔ غریب اگر راہ چلتے ہوئے کانٹا بھی ہٹا دے تو اُسے صدقے کا ثواب ملتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے اعمال اچھّے بتائے ہیں جن میں صدقے کا ثواب ملتا ہے۔

اس سے یہ پتہ لگا کہ ایک ہی عمل کا مختلف ثواب، مختلف لوگوں کے لئے ہے، اور اس میں فرق کیسے ہوتا ہے؟ اس عمل کی نوعیت پر ہے کہ کس چیز پر انہوں نے پیشہ خرچ کیا؟ کس طریقے سے کیا اور دوسرے یہ کہ کس اخلاص سے خرچ کیا؟ اگر اس نے کہا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے اس کے لئے پیسے دینے ہیں تو میں کیوں نہ اللہ کی راہ میں پیسے بھی خرچ کر دوں اور خود ہی جہاد بھی کروں اس کا اللہ نے ثواب سات لاکھ گُنا کر دیا ہے۔

اَب اللہ نے پہلے صدقات کے فائدے بتائے اس میں جو برکت ہوتی ہے وہ بتائے، اَب اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں کیا فرما رہا ہے؟ کہ صدقات کے آداب بتا رہا ہے۔ کہ صدقات دیا کرو، اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو کس انداز سے خرچ کرو۔ وہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرو، اپنے نفس کی تسکین کے لئے خرچ نہ کرو۔

الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ : الذین، یعنی وہ لوگ (وہ مومنین) : ینفقون : جو خرچ کرتے ہیں : اموالھم : اپنے مال

Marfat.com

کو : فی سبیل اللہ : اللہ کی راہ میں۔ زکواۃ ہوگئی اور صدقات ہوگئے، کارِ خیر ہوگیا۔ یہ سارے فی سبیل اللہ ہیں۔ رِفاہِ عامّہ کے کام۔

ثم لا یتبعون : اتباع نہ کہتے ہیں، اسکی پیروی کرنا، اس کے بعد جو عمل کرنا ہے، اس کو کہتے ہیں : لا یتبعون : میں دعا مانگتا ہوں نا فلھم ما یدعون : ایسی کامیابی کہ جس کے بعد فلاح آئے تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے : ثم لا یتبعون ما انفقوا : اور اس کے بعد جو کچھ خرچ کیا ہے، اس کے بعد جو وہ عمل کرتے ہیں، ان میں کیا چیز نہیں شامل ہوتی۔

منا ولا اذیٰ : اذی، جو ہے اذیت سے، اور منا، من، کہتے ہیں احسان کو : لقد منا اللہ با المومنین ..... رسولا : کہ اللہ کا احسان ہے۔ دو چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ جب تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو یہ نہ ہو کہ خرچ کرنے کے بعد تم اس کا احسان جتاؤ یا اس کو تنگ کرو۔ بشری تقاضہ ہوتا ہے کہ آپ نے کسی کے ساتھ نیکی کی۔ ہے اور اُس نے کوئی زیادتی کی تو آپ کو غصّہ آتا ہے کہ دیکھو میں نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا تو اَب وہ میرے ساتھ ایسا کام کر رہا ہے۔ میں بھی انسان ہوں مجھ سے بھی اس طرح کی بات منہ سے نکل جاتی ہے تو میری بیوی مجھے ٹوکتی ہے۔ کہ کیا آپ نے اپنے لئے اس کا اچھّا سُلوک وصول کرنے کے لئے خرچ کیا تھا۔ یا اللہ کے لئے خرچ کیا تھا۔ اگر اللہ کے لئے خرچ کیا ہے تو آپ کو خوش ہونا چاہیئے، چاہے وہ خوش ہو یا ناخوش ہو۔ اور اگر اپنی ذات

Marfat.com

کے لئے خرچ کیا ہے تو آپ کو ضرور یہ حق حاصل ہے کہ آپ اِس پر ناراض ہوں یہ جو مجھے اکثر ٹوکتی ہے کہ میری طبیعت میں جلال تو بہت ہے۔ تو اکثر لوگ مجھے Behave کرتے ہیں تو مجھے بُرا لگتا ہے تو یہ اللہ کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے : الذین ینفقون ..... ثم لا یتبعون : جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اپنے حلال مال کو۔ مال سے یہاں مطلب ہے، حلال مال۔ اور اس کی پیروی نہیں کرتے ہیں دو عمل سے : ایک احسان جتانا، اور ایک تکلیف دینا۔

لھم اجرھم عند ربھم ج : ایسے ہی لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس ان کا اَجر ہے اس کا انعام ہے۔ تو ہمیں ہدایت یہ ملی اللہ تعالیٰ سے کدھر کام میں اخلاص رکھو۔ جب مال خرچ کرو تو اللہ کے لئے خرچ کرو۔ اور یہ نہ ہو کہ تم نے کسی کو مال دیا ہے اس کی ضرورت کے مطابق پھر اس کو تکلیف دو، کہو کہ میرے ہاں مزدوری کرو، میرے برتن مانجو، میرا یہ کام کرو۔ اور یا اِس پر احسان جتا کر کے اس کی عزّتِ نفس کو مجروح کرو۔ تو دو چیزوں سے پرہیز کرنا ہے۔ ایک تو احسان جتا کر صدقہ یا خیرات یا مال لینے والے کی عزّتِ نفس نہ مجروح کرو اس سے رُوح مجروح ہوتی ہے۔ اور اس کو تکلیف نہ دو، اِسے اس مال کا طعنہ تشنہ نہ دو۔ اس کو بُرا بھلا نہ کہو۔ اس سے اس کی بیگاری نہ لو۔ تو جو ایسے لوگ ہیں، جو ایسا نہیں کرتے : ثم لا یتبعون : کہ صدقہ دے دیا، اس کے بعد احسان جتا دیا اور اذیت دے دی۔ ایسے لوگوں کیلئے

Marfat.com

لھم اجرھم عند ربھم : ایسے لوگوں کے لئے اجر ہے اللہ تعالیٰ کے پاس۔

صرف ایسا نہیں ہے اس کے علاوہ مزید کرم یہ کہ ان کے ساتھ دوستوں جیسا سلوک ہوگا۔ ان کے ساتھ کیسا سلوک ہوگا؟ : الا ان اولیاء اللہ ..... یحزنون ۝ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ سُورۂ یونس میں کہ: "آگاہ ہو جاؤ، جان جاؤ کہ اللہ کے ولی ایسے ہیں جن کو کوئی خوف نہیں ہے، اور کوئی غم نہیں ہے، ماضی کا کہ کیا کھویا اس کی فکر نہیں ہے، اور کیا کچھ آگے ہوگا، اس کا خوف نہیں ہے" اِس لئے کہ دنیا ہی میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے خوف رکھا، اللہ تعالیٰ کو خوف اور طمع سے پکارا : حدود اللہ خوفًا وطمعًا : "اللہ کو پکارو خوف اور طمع کے ساتھ"۔ خوف اِس بات کا کہ کہیں ہم سے کوئی ایسی حرکت، کوئی ایسی خطا نہ ہو جائے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے، اور دُور ہو جائیں ہم اللہ تعالیٰ سے۔ اور طمع اس بات کی کہ وہ معافی بھی دینے والا ہے وہ نعمتیں بھی دینے والا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم اس سے جتنا بھی مانگ لیں وہ کم ہے۔ میرے دوستوں کی طرح سے میرے ولیوں کی طرح سے جو صدق کے ساتھ اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، خرچ کرنے کے بعد احسان نہیں جتائیں گے۔ تکلیف نہ دیں گے۔ ان کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم کا بوجھ ہوگا۔ ان کی دُنیا بھی عافیت سے گُزرے گی۔ غم جو ہوتا ہے؛ حُزن : وہ دنیا میں جو وقت گزر گیا، اور خوف جو ہے، وہ عقبیٰ کیلئے ہے۔

Marfat.com

تو نہ انہیں دنیا کا غم ہوتا ہے اور نہ عاقبت کا خوف ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی پناہ میں ہوتے ہیں۔ اللہ کی رحمتیں ہیں۔

جب ایک کا سات لاکھ گُنا، اور سات سو گُنا اَجر ہوگا تو کتنی نیکیاں جمع ہوں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس ہدایت پہ مزید کرم بالائے کرم فرما کر کے فرماتا ہے : قول معروف : لفظی معنی تو اس کا مطلب ہے کہ وہ جو سوسائٹی میں معاشرے میں، جو اچھے الفاظ اچھے کلام جن چیزوں کو اچھی بات تسلیم کر لی جائے اور اس کا مطلب یہ کہ شریعت کے مطابق شریعت کے جو اخلاقی تقاضے ہیں، اِن تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے جو گفتگو ہم کرتے ہیں، وہ : قول معروف: ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھی بات کیا کرو : قولو للناس حسنا ط : انسانوں کے لئے اچھی بات کیا کرو : قول معروف : اچھی بات، معقول بات کہنی مناسب بات کہنی : ومغفرۃ : اور معاف کر دینا : خیر من صدقۃ یتبعھا اذًی : اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد آپ اذیت دیں۔

آپ کو کوئی ضرورت مند ملتا ہے، اور کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ بہت ہی خوش اخلاق ہو۔ بعض دفعہ وہ بڑے بدزبان ہوئے ہیں۔ آپ نے ایک روپیہ نکال کے دیا تو اس طرح ڈانٹتے ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اُدھار آپ پر ہے۔ اس پر آپ کو غصہ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ ان پر غصہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: سوال کرنے والے سے اچھی

Marfat.com

طرح بات کرنا خلقِ عظیم کی مثال پر عمل کرتے ہوئے اچھی طرح سے دستِ سوال اٹھانے والے سے گفتگو کرنا۔ اور معاف کر دینا اگر وہ آپ کے ساتھ بدزبانی کرے، غلط بات کہے تو اس وقت ان کو معاف کر دینا جو ہے وہ بہتر ہے۔

اگر سوال کریں کہ آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں یا آپ کی ضرورت سے زیادہ نہیں ہیں اور آپ کی اشد ضرورت زیادہ ہو، تو آپ اچھی طرح سمجھا دیں کہ معاف کرو، اِس وقت میں نہیں دے سکتا۔ اور اس کے بعد اگر وہ آپ کو بُرا بھلا کہے تو اس پر آپ صبر کریں، اس کو معاف کر دیں۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ: یہ عمل کرو، سوال کرنے والے کے ساتھ اچھی طرح گفتگو کرو۔ اِخلاق اور خُلقِ عظیم کے ساتھ کی مثال کو سامنے رکھ کر کرو اور اگر وہ آپ کے ساتھ کوئی زیادتی کرے سوال کرنے والا تو اُس کو معاف کر دو۔ تو یہ اچھی طرح سے بات کرنا اور زیادتی پر معاف کر دینا جو ہے اس کا کیا مقام ہے۔ اس کا مقام ہے: خیر من صدقۃ: اس صدقے سے بہتر ہے: یتبعھا اذی ط: جس کے بعد میں اذیّت دو تم۔ تو کسی کو دو پیسے دے دیئے اور کہا جاؤ بہت تنگ کرتے ہو۔ لے جاؤ۔ یہ اذیت دینا ہُوا، اس کی عزّتِ نفس کو۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سے نہ ہو سکے تو نہ کرو، لیکن بات اچھے طریقے سے کرو۔ زیادتی کریں تو مانگنے والے کو معاف کر دو۔ مانگنے والا تو پہلے ہی ایک سزا کے طور پر اس کو ہاتھ اٹھانا پڑ رہا ہے: قول معروف ومغفرۃ

خیرمن ..... واللہ غنی حلیم ٥ : اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے۔ اس کو تمہارے کارِ خیر کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حاجت مند نہیں ہے کہ آپ اس کی راہ میں ضروری خرچ کریں۔ وہ غنی ہے آپ کریں تو آپ کو اس کا اَجر دے گا۔ لیکن نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے حبیب ﷺ کے خلقِ عظیم کو سامنے رکھ کر کے سوال کرنے سے برتاؤ کریں اور حلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ برداشت کرتا ہے، تحمل والا ہے تم اس کے بندے ہو۔ تم حلیم کے بندے ہو تو تم بھی تحمل کا مظاہرہ کرو۔ جب ایسے لوگوں سے ملو۔

اس کا تعلق پچھلی آیت سے صاف ظاہر ہے کہ پچھلی آیت میں صدقے کے ثواب کا ذکر تھا۔ سات سو گنا۔ اِب یہ ہے کہ صدقہ کیسا ہونا چاہیئے، مالِ حلال ہونا چاہیئے، ایسا نہ ہونا چاہیئے جس میں احسان نہ رکھیں ایسا نہ ہونا چاہیئے جس میں بعد میں اذیت نہ دیں اور پہلے صدقۂ مقبول کے فرائض اور اب ان کی شرائط اللہ تعالیٰ نے بیان کیں اس میں۔ یہ بھی بتایا تھا پچھلی آیت میں کہ صدقے کا ثواب جو ہے فی سبیل اللہ کا ثواب یکساں نہیں ہے سات سو گنا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اور زیادہ دے دے۔ اور اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ صدقے کو سنبھالا کیسے جاتا ہے۔

صدقہ دے دیا تو اس کو سنبھالنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کسی پر احسان نہ جتائیں اور اس کے لئے کسی کو اذیت نہ دیں تو پھر وہ صدقے کا ثواب آپ کا قائم رہے گا۔ یہ آیت اُتری تو اس کے تین شانِ نزول ہیں۔ ایک کا تعلق

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ایک کا تعلق حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اور ایک کا تعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے تو، دو کا بہت اتفاق ہے حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا لیکن بعض میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بھی ذکر ہے۔

حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا واقعہ غزوۂ تبوک سے متعلق ہے۔ جب اس غزوے کے لئے مال اکٹھا کیا جارہا تھا، ساز و سامان، تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک ہزار اونٹ مع ساز و سامان اس میں دیدیا۔ تمام اسلحہ وغیرہ بھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے اعلان فرمایا کہ جس غازی کے پاس اپنا ساز و سامان نہ ہوگا، اُسے بھی اپنے پاس سے ساز و سامان دیں گے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جذبۂ ایثار سے بہت خوش ہوئے اور ساری رات ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا کرتے رہے کہ اے میرے ربّ! میں عثمان سے راضی ہوگیا ہوں، آپ بھی عثمان سے راضی ہوجائیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور یہ دُعا کرتے کرتے جب صبح ہوئی تو یہ آیتِ مبارکہ ان کی شان میں نازل ہُوئی۔

دوسری اس کی روایت یہ ہے کہ غزوۂ تبوک میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بہت ہی دل کھول کر اِس میں پیسے خرچ کئے ان کے پاس کُل آٹھ ہزار دینار تھے۔ تو انہوں نے اس میں سے چار (۴) ہزار دینار لاکر کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیئے اور باقی آدھے بیوی بچوں کو اپنی برادری میں ان کے خرچ کے لئے چھوڑ دیا۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

سے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک، ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میرے پاس کل آٹھ ہزار دینار تھے جس میں سے ۴ ہزار دینار میں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے اور بقیہ ۴ ہزار دینار گھر والوں کے لئے رکھ لئے۔ سرکار دوعالم ؐ نے ازراہِ شفقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے خرچ کئے اور رکھے دونوں میں برکت دے، یہ دعا فرمائی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، بڑی عسرت میں زندگی گزارتے تھے۔ ہمیں جو سبق ملا ہے، ہم بیٹیوں کی جب شادیاں کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اسکی حیثیت کیا ہے؟ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کی شادی تو غریب ترین صحابی سے فرمائی۔ مولائے کائنات مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ ایک دن گھر میں کچھ کھانے کو نہیں تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر میں۔ مجبوراً اپنے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ایک قمیض لی اور بازار میں اِسے چھ(۶) درہم میں بیچی اور وہ قمیض بک گئی۔ اور ابھی گھر کے لئے وہ کچھ سامان لے کے جانے ہی والے تھے کہ راستے میں ایک سائل مل گیا۔ اور آپ نے سارے کا سارا سامان اُس سائل کو دے دیا۔ گھر میں فاقہ ہو رہا تھا اور اتنے مجبور ہو گئے کہ بیوی کا کپڑا بازار میں بیچا لیکن جب سائل مل گیا تو سب کچھ اس سائل کو دے دیا۔ جب آگے گئے تو دیکھا ایک شخص جو ہے ایک اونٹنی بیچ رہا تھا۔ آپ رضؓ نے اُس سے وہ اونٹنی قرض پر خرید لی، کہ یہ اونٹنی مجھے دے دو، میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ ابھی وہ اُونٹنی لے کر جا ہی رہے تھے کہ راستے میں ایک

Marfat.com

خریدار مل گیا۔ اور آپ نے اس کو نفع میں بیچ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے کئی گنا زیادہ دے دیا۔ اور اس قرض خواہ کو جس سے اونٹنی خریدی تھی، بہت ڈھونڈا۔ مگر وہ کہیں نہ ملا۔ چنانچہ آپ سارے پیسے لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں پیش ہوئے اور قصہ سنایا پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سائل کو تم نے سب کچھ دے دیا۔ وہ تھے رضوان۔ جنّت کے مالک فرشتے۔ اللہ تعالیٰ نے جنّت کے فرشتے کو بھیجا تھا۔ تم نے تو گویا جنّت ہی خرید لی۔ کہ جو کچھ تھا، رضوان سائل بن کر آئے اور داروغۂ جنّت نے جو کچھ تھا سب انہوں نے لے لیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اور فرشتہ بھیجا، حضرت میکائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور انہوں نے ان کو اُدھار وہ اونٹنی دے دی۔ اور اسکے بعد وہ غائب ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ ان کا اتنا ہی کام تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور ابھی چند قدم آگے چلے ہی تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام خریدار بن کر منافع پر انہوں نے اونٹنی خرید لی۔ تو یہ ساری ان پر عنایتیں اور کرم جو ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب ترین فرشتوں کو بھیجا۔ جس سے ان کی سخاوت اور ایثار کا اظہار ہوا۔

تو یہ بھی مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس واقعے کا تعلق بھی اس آیتِ کریمہ سے ہے۔ اس واقعے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ: ینفقون : جو ہے وہ ہر قسم کے صدقے کے متعلق تھا۔ چاہے وہ نفلی ہو یا فرضی ہو۔ خرچ جو ہیں وہ سات قسم کے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

جب ہم خرچ کرتے ہیں وہ سات قسم کے ہوتے ہیں، ان میں سے کچھ فی سبیلِ اللہ ہوتے ہیں اور کچھ دنیا کے لئے ہوتے ہیں۔ نفس کے لئے ہوتے ہیں۔

پہلا جو ہے وہ فرض خرچ ہے۔ وہ ہے زکوٰۃ، نذر پھر حقوق العباد، قرضے کی ادائیگی اور نفقہ یہ اخراجات فرض ہیں ہر انسان پہ دوسرا خرچ واجب ہے، جیسے ہم روزے کا نظرانہ دیتے ہیں، قربانی۔ پھر تیسرا خرچ سُنّت ہے، جیسے مسجد بنوانا۔ کنویں بنوانا اور چوتھا خرچ مباح ہے، جس کی اجازت ہے، وہ دنیاوی ضروریات کے اخراجات ہیں۔ پانچواں خرچ جو ہے وہ مکروہ ہے جو کہ منع ہے۔ چھٹا وہ خرچ مکروہ ہے جس کی بالکل قطعی پابندی ہے۔ اور کچھ ایسے مکروہ چیزیں ہیں جس کو کرنا نہیں چاہیئے، لیکن اس کے کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہوتا اور تیسرا وہ مکروہ ہے جو کہ قطعی منع ہے۔ اور ساتواں خرچ جو ہے وہ حرام چیزوں کا خرچ ہے، جیسے اسراف ہے، فضول خرچی، محرمات ہے، شراب ہے، کھیل تماشا ہے یہ حرام خرچ ہیں جو پہلی قسم کے خرچ ہیں۔ فرض اور واجب یہ ہیں یہ انفاق فی سبیل اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ : الذین ینفقون اموالھم ..... انفقوا منا ولا اذیٰ : یہ ساری زندگی کے لئے۔ کہ جو آپ خرچ کرو، پوری زندگی میں اس کا احسان نہ جتاؤ اور اس کے لئے کوئی تکلیف نہ کرو۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ احسان نہ جتانا جو ہے خیرات ہے، اور معاف کر دینا خیرات سے بہت اعلیٰ ہے۔ : اذی : کہتے ہیں،

Marfat.com

تکلیف دہ چیز کو اور اذیت دینے والے کو موذی کہتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ کی مختصراً تفسیر یہ ہوئی کہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں اور تاحیات نہ کبھی اِس کا جتائیں۔ اور نہ کوئی ایذا پہنچائیں۔ نہ ٹھیس پہنچائیں۔ نہ عزتِ نفس کو مجروح کریں۔ فقیر اگر سوال کرے اور مجبوری ہو تو اچھی طرح بات کریں اور اگر وہ زیادتی کرے تو اِسے معاف کر دیں تو : قول معروف 'اور' مغفرۃ : دونوں کی تاکید اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ اس آیتِ مبارکہ کے دونوں ۲۶۲ اور ۲۶۳ کے کچھ اُصول ہوتے ہیں : ایک تو یہ ہے کہ صدقہ پر طعنہ دینا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس سے صدقے پر بار ہو جاتا ہے۔ جس سے نیکیاں برباد ہو جائیں' وہ گناہِ کبیرہ ہے۔ جس کا صدقہ بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جائے اِس کا شمار اولیاء اللہ میں ہے۔ اس لئے آپ کو یاد ہوگا۔ کہ : لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ : اِن کا اَجر ان کے پاس ہے۔ ایسے لوگوں کے صدقے اللہ کے پاس مقبول ہیں اور جن کے صدقات اللہ کے پاس مقبول ہو جائیں ان کا درجہ اولیاء اللہ کے برابر ہے۔ یہ کہ ان کے لئے وہی انعام ہے جو اولیاء اللہ کے لئے ہے : لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ ۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے لئے فرمایا ہے : ان اللہ وملائکتہٗ..... علی النبی ط : اور یہ کرم اللہ تعالیٰ نے کس کے ساتھ اور بھی کیا ذکر کرنے والوں کے : یا ایھا الذین امنوا اذکروا اللہ.....

.... وملائکتہ : توسلام و دُرود و رحمت ذاکرین کے لئے ہے اور صابرین کے لئے ہے۔ جب صبر کا ذکر کیا ہے اس میں بھی یہی ہے، اللہ کی طرف سے رحمت ہوتی ہے۔ اور تیسری نیکی صدقہ اس کا اجر دہی ہے۔ انعام جو کہ اولیأ اللہ کا ہے : لاخوف..... ولا ھم یحزنون ٥ : تیسرا اُصول یہ ہے کہ جو اعمالِ صالحہ جو ہیں، وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے سانچے میں ہوں اور صحابہ کرام کے نمونے پر ہوں وہ مقبول ہیں ورنہ مَردُود ہیں۔ اِس لئے کہ اِس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال دی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مثال دی ہے کہ اس میں اجر بھی ہے اور غم و فکر سے آزادی بھی ہے۔

چوتھا اُصول یہ ہوا کہ خوش خلقی کا ثواب بدسلوکی کے صدقے سے زیادہ ہے۔ خوش اخلاقی کے ساتھ آپ کسی کے ساتھ پیش آئیں تو بد اخلاقی کے ساتھ جو آپ صدقات دیتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اس کا ثواب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہاں قول معروف کی تلقین کی ہے۔ اس سلسلے میں کچھ مسئلے بھی اُٹھتے ہیں تو پہلی بات یہ کہ صدقہ دے کر طعنہ دینے سے ثواب بھی جاتا ہے اور بعض کے نزدیک اس سے عذاب بھی ہوتا ہے۔ لیکن تمام اہلِ سُنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ ایذا پہنچانے سے صَدقہ خود باطل نہیں ہوتا۔ آپ نے کسی کو زکوٰۃ دے دی تو بعد میں زکوٰۃ کے بدلے اس کو ایذا پہنچادی۔ تو وہ زکواۃ باطل نہیں ہوگی۔ آپ کا فرض ادا ہو جائے گا۔ لیکن

Marfat.com

اس کا ثواب نہیں ملے گا۔ صحت کے لئے قبول لازم نہیں ہے۔ مگر قبولِ عمل کے لئے صحت لازم ہے۔ مثلاً یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ جس میں ایذا پہنچائی جائے بعد میں اس زکوٰۃ کی صحت اِس سے مجروح نہیں ہوئی۔ لیکن اس کی مقبولیت ختم ہوگئی تو کسی عمل کی صحت کے لئے اس کی مقبولیت ضروری نہیں ہے۔ لیکن مقبولیت کے لئے صحت ضروری ہے۔ کہ زکوٰۃ اگر مقبول ہو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ حلال مال سے ہو۔ اگر وہ صدقہ صحیح ہوگا، اس کی صحت ہوگی غرض نہ ہوگی تب ہی اس کا اجر ملے گا، تو یہ بہت ہی اہم اصول ہے۔ کہ کسی عمل کی صحت کے لئے اس کے صحیح ہونے کیلئے اِس کی مقبولیت شرط نہیں ہے۔ لیکن مقبولیت کے لئے صحت جو ہے، وہ شرط ہے۔ زکواۃ احسان جتانے اور ایذا سے باطل نہیں ہوتی۔ مگر مقبول بھی نہیں ہوتی۔ تو یہ تھا چوتھا مسئلہ کہ سائل کو منع کرنا کہ بابا معاف کرو، یہ حرام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : جس چیز کو حرام کیا ہے وہ سخت جواب دینا ہے۔ سختی سے سائل کے ساتھ پیش آنا۔ اس لئے سائل : قولا معروف ومغفرۃ : یہ اللہ نے شرط رکھی ہے کہ اچھی طرح پیش آیا کرو اور اس کی خطا بھی معاف کرو۔

اللہ تعالیٰ ہم پر یہ فضل وکرم فرمائے کہ ہمارے دلوں میں وسعت پیدا کرے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ حُسنِ عمل عطا فرمائے کہ جس سے ہمارے اعمال اس کی بارگاہِ عالی میں قبول

Marfat.com

ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ اخلاق عطا فرمائے جس کی اللہ تعالیٰ نے صدقات وخیرات اور اعمالِ صالحہ کی تلقین فرمائی ہے کہ جس کے نہ ہونے سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری نیکیوں کا اجر عطا فرمائے۔ ہمیں دنیا اور آخرت سے نجات عطا فرمائے اللہ تعالیٰ ہمیں وہ اعمال عطا فرمائے جس سے ہم اس کے کرم کے حاصل کرنے والے ہو جائیں ۔ کوئی انسان بھی اپنے اعمال کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے کرم کا حق دار نہیں بنتا ۔ اللہ تعالیٰ کا کرم اس لئے ہوتا ہے کہ وہ کرم کرنے والا ہے ۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کو مقبول فرمائے ۔ ہمارے اعمال میں اخلاص عطا فرمائے ۔ ہمارے اعمال میں وہ خلقِ عظیم کی جھلک عطا فرمائے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کلامِ پاک میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے فرمایا ہے ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

Marfat.com

پارۃ تِلْكَ الرُّسُلُ سُوْرَةُ الْبَقَرَة

اٰیات نمبر ۲۶۴ - تا - ۲۶۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰه

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ

بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی ۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ

النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ

وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی

شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ

الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶۴﴾ وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ

اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِیْتًا

مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا

وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَیْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ

Marfat.com

يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

اے ایمان والو! اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان
رکھ کر اور ایذا دے کر، اس طرح جو اپنا مال لوگوں کے
دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر
ایمان نہ لائے۔ تو اِس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک
چٹّان کہ اس پر مٹی ہے اَب اس پر زور کا پانی پڑا جس
نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا۔ اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ
پائیں گے، اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔ ﴿۲۶۴﴾ اور اُنکی
کہاوت جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے
ہیں اور اپنے دل جمانے کو، اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ پر
ہو، اس پر زور کا پانی پڑا تو دُونے میوے لایا۔ پھر اگر زور
کا مینھ اسے نہ پہنچے تو اُوس کافی ہے۔ اور اللہ تمہارے
کام دیکھ رہا ہے۔ ﴿۲۶۵﴾

اے عزیزانِ محترم! میں نے جو آیات تلاوت کی ہیں ۲۶۲ تا ۲۶۵
ہیں۔ یہ ساری صدقات کے متعلق ہیں۔ یہ ساری انفاق فی سبیل اللہ کے اللہ

Marfat.com

کی راہ میں خرچ کرنے کے متعلق ہیں، اس میں سے میں نے ۲۶۲، اور ۲۶۳ کی تفسیر پچھلی نشست میں آپ کو پیش کی تھی۔ اس نشست میں انشاءاللہ ۲۶۴، اور ۲۶۵، آیات کی تفسیر بھی ہو گی۔ آیت ۲۶۲، اور ۲۶۳، کی تفسیر جو پہلے بیان کی تھی اِس میں اللہ تعالیٰ نے صدقات کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کے بعض اعمال سے منع فرمایا تھا۔

وہ اعمال کیا ہیں، وہ یہ ہیں کہ آپ کسی پر پیسہ خرچ کریں، اللہ کی راہ میں کسی فقیر کو آپ صدقہ یا خیرات دیں تو اس کا اِحسان نہ جتائیں۔ اور اس کو طعن تشنہ کر کے اِس کو اذیت نہ پہنچائیں۔ اس لئے کہ اس کے کرنے سے آپ کا وہ عمل باطل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ : الذین ینفقون ..... یحزنون ۝ : جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اپنے مال کو، اپنے مال کا دوسرے کے مال کا نہیں۔ مَرنے کے بعد میری جائیداد میں سے صَدقہ کر دینا۔ جب تک زندگی ہے میں مٹھی بند کئے رکھوں گا، وہ صَدقہ قبول نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ مَرنے کے بعد تو وہ آپ کی ملکیت نہیں رہا، وِرثاء کی ملکیت ہے تو جو کچھ کرنا ہے اِس زندگی میں کرے۔ تو جو لوگ اللہ کی رَاہ میں خرچ کرتے ہیں اور اس کے بعد اپنے خرچ کئے ہُوئے کا احسان نہیں جتاتے اور اس کا طعنہ نہیں دیتے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس اَجرِ عظیم ہے، اور انہیں اولیاء اللہ کی طرح سے تمام مراعات حاصل ہوں گی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ ہی کے لئے فرمایا ہے : الا ان اولیاء اللہ....

Marfat.com

یحزنون ○ : تو جو لوگ صَدقہ صِدقؔ کے سَاتھ (صَدقہ صِدق سے بنا ہے) کرتے ہیں، یا انفاق فی سبیل اللہ صدق کے ساتھ کرتے ہیں، اخلاص کے ساتھ اور اللہ کی رضا کے لئے کرتے ہیں۔ انکو طمانیتِ قلب حاصل ہوتا ہے ان کو نہ یہاں کا کوئی غم ہے نہ آگے کا کوئی خوف ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مانگنے والے سے یعنی ضرورت مند سے اچھی طرح گفتگو کر لینا ہی اس صدقے سے کہیں بہتر ہے، جس میں طعن تشنہ اور اذیّت ہو۔

اَب اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ صدقہ دینے سے پہلے بھی اور صدقہ دینے کے بعد بھی اخلاق ضروری ہے : یا ایھا الذین اٰمنو لا تبطلو صدقاتکم : اے صاحبانِ ایمان! یہاں ایمان والوں کو پُکارا ہے۔ تم جو میرے وفادار ہو میرے ہو گئے ہو تو مَیں تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں اور تم سے توقع ہے کیونکہ تم صاحبانِ ایمان ہو۔ لہٰذا میرے حکم کی اطاعت کرو گے۔ اور صِدق کا مظاہرہ کرو گے، اپنے اعمال میں۔ اور تبطلو کس سے باطل جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں تم خرچ کرتے ہو اس کو تم باطل نہ کرو اس کو تم ضائع نہ کرو۔ اس سے تمہارا یہ عمل ضائع ہو گا۔ تم میری راہ میں خرچ تو صِدق کے ساتھ کرو، میری رضا کے لئے خرچ کرو، میں تمہیں اَجر دوں گا۔

کالذی ینفق ماله ..... والیوم الاخر ط : ایسے لوگوں کی طرح سے خرچ نہیں کرو۔ جو اپنا مال خرچ کرتے ہیں، لوگوں میں دِکھاوے کے لئے۔ : رِئَاء : جو ہے وہ رویت سے ہے، دیکھنے سے ہے۔ یعنی

کاالذی : یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے وہ لوگ : ینفق مالہ : کہ جو اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں۔ : رئاء الناس : لوگوں میں دکھاوے کے لئے : ولایومن باللہ والیوم الاٰخر ط : اور اللہ پر ایمان ویقین نہیں رکھتے۔ اگر وہ اللہ پر ایمان رکھتے اور آخرت پر یقین رکھتے تو دنیا میں اس کی کمائی خرچ کئے ہوئے مال کی دنیا میں حاصل کرنے کی تمنا نہ رکھتے مجھ سے صلہ مانگتے۔ مجھ سے انعام مانگتے۔ اور ایسے لوگوں کی مثال کس کی ہے۔ کیسی ہے ؟ : فمثلہٗ کمثل : ان کی مثال اُس جیسی ہے : صفوان علیہ : ایک اونچا پتھر ہے اونچی جگہ پر : علیہ تراب : تو اس اونچی چٹان پہ پتھر پہ خشک مٹی دُھول بکھری ہوتی ہے، اور آپ اس میں کھیتی کا ارادہ کرتے ہیں۔ اِس پر کھیتی تو نہیں آئے گی۔ اس لئے کہ : فاصابہٗ : جب اس تک کوئی پہنچے گی : وابل : ایسی بارش، جو موٹے قطرے والی بارش، تیز بارش ہوگی تو کیا ہوگی : فترکہ صلدا ط : وہ ساری گَرد، مٹی دُھل جائے گی، اور پتھر کا پتھر رہ جائے گا۔ اس پر تو آپ کوئی فصل نہیں اُگا سکتے، اس سے کوئی فصل نہیں کاٹ سکتے۔ تو اِن لوگوں کی مثال جو کہ اپنے مال کو دنیا میں دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، اس کے انعامات پر ایمان نہیں رکھتے، اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور اللہ تعالیٰ سے توقع نہیں باندھتے۔

واللہ لایھدی القوم الکٰفرین ٥ : اللہ تعالیٰ ایسے

Marfat.com

لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو کُفر کرتے ہیں۔ جو اللہ کی بتائی ہوئی ہدایت کے خلاف ہوتا ہے۔ تو پچھلی تین چار آیات سے انفاق فی سبیل اللہ۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ایسا ہی ہے، جیسے ایک گیہوں کا بیج ڈالا۔ اِس میں سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے نکلے۔ تو اس طرح تمہیں سات سو گنا اَجر ملے گا۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ احسان اور اذیت جو ہے اگر آپ نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے اور دینے والے پر احسان جتاتا ہے تو وہ ضائع ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے دینے سے پہلے ہی نہ تم احسان جتاؤ نہ اذیت دو۔

یہاں جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یٰایھا الذین آمنوا کہہ کر کے پکارا ہے۔ تو دراصل یہ بتایا ہے کہ ایمان اور ممنوعات پر عمل دونوں ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اپنے آپ کو مومن بھی کہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں سے منع کیا ہے وہ بھی ساتھ کریں کہ پیسے دیکر احسان بھی جتائیں، اذیت بھی دیں، تو پھر آپ مومن نہیں کہلائے جا سکتے۔ اگر تم مومن ہو تو میرے کہنے پر عمل کروگے۔ اور احسان و ایذا سے مطلب صدقہ کے وقت طعنہ دینا ہے اور ریا کا مطلب ہے، ایک دوسرے کو۔ تو صدقہ جو ہے وہ صِدق ہے آپ دنیا میں تجارت کرتے ہیں تو جو نمونہ آپ نے دکھایا ہے، اپنے گاہک کو۔ اگر اس کے مطابق مال اس کو دیں گے، تو پھر وہ مال منظور کیا جائے گا اور اس کی ادائیگی ہوگی اور اگر نمونے کے مطابق نہیں ہے تو وہ مال قابلِ

Marfat.com

قبول نہیں ہوگا۔اس کا معاوضہ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی یہی معاملہ ہے کہ : لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ ط : اگر یہ آپ کو یاد ہے اور اپنے ہر عمل کو اگر آپ نے اس نمونے کے مطابق کیا ہے، پھر تو وہ عمل مقبول ہے۔ اور اس نمونے کے مطابق نہیں ہے تو وہ مقبول نہیں ہے۔ وہ باطل نہیں ہوتا، لیکن اس کا ثواب نہیں ہے۔ ہاں اگر آپ بعد میں توبہ کرلیں، تو اللہ تعالیٰ تو بڑا کریم ہے۔ وہ توبہ کرنے والوں کی خطا کو معاف کر دیتا ہے۔ پھر آپ کی اس خطا کی معافی ہو جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی کریمی سے اس ثواب کی بھی آپ اُمید کر سکتے ہیں۔

اعمال کی قبولیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ : لقد کان..... حسنہ ط کی تفسیر ہونا چاہیئے آپ کا عمل اس کا عکس ہونا چاہیئے۔ اس سلسلے میں ایک بات یاد رکھیں۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید الشہداء، آپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی اور جنگِ اُحد میں جب وہ شہید ہوئے تو ہندہ جو ابوسفیان کی بیوی تھی۔ حضرت ابوسفیان تو بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے، لیکن جنگِ اُحد میں میں وہ کفار کے ہمراہ لڑ رہے تھے۔ تو ان کی یہ بیوی تھی۔ اس نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ اور آنکھیں نکال کر کے چبا ڈالیں۔ اتنی شقاوت کی اور اتنا ظلم کیا۔ اور پھر آپ کی لاش کی بے حرمتی کی۔

ابُوسفیان ہی کی بیٹی حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُمّ المومنین تھیں۔

Marfat.com

سرکار دوعالم ﷺ کی زوجیت میں تھیں۔ ساری زندگی حضور اکرم ﷺ نے کبھی اس بات کا طعنہ نہیں دیا کہ اس کی ماں نے میرے چچا کا کلیجہ چبایا تھا۔ ہم تو آئے دن ذرا سی خطا بھی ہوتی ہو اس کی دس پُشت کی کھال کھینچ کے رکھ دیتے ہیں۔ یا بیوی کو ذرا سی شوہر سے شکایت ہوتی تو اس کے سارے خاندان کی ایسی کی تیسی پھیر دیتی ہے۔ یہ اُسوۂ حسنہ کیا ہے؟ کہ آپ کی بیوی کی ماں نے آپکے چچا کا کلیجہ چبایا تھا۔ اور بیٹی ان کی زوجہ محترمہ تھیں۔ ساری زندگی انہوں نے کبھی اس کا طعنہ نہیں دیا۔ یہ ہے نمونہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی مبارک زندگی کا۔ کہ طعن تشنیع وہ ممنوعہ اعمال ہیں اس سے اعمال خراب ہوجاتے ہیں۔ اور اسکی بہترین مثال سرکار دوعالم ﷺ کی ذاتِ پاک ہے، آپ کا اُسوۂ حسنہ ہے۔ تو ہمارے اعمال قابلِ ثواب اسی وقت ہوں گے جب وہ اس نمونے کے مطابق ہوں۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اس آیت مبارکہ سے کچھ اُصول مُرتّب ہوتے ہیں۔ پہلی بات کیا ہے؟ کہ طعن تشنیع اور ایذا رسانی سے عمل برباد ہوجاتے ہیں۔ جس نے ایذا خود پہنچائی ہو یا جس کو شرعی حدود لگی ہو اس کو آپ سزا ضرور دیں لیکن اس کو عمل کا طعنہ نہ دیں۔ ایک زانی کو سنگساری کی سزا ہوئی تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ تو سرکار دوعالم ﷺ نے اُن کو منع فرمایا۔ اس کو اللہ کے حکم کے مطابق سزا مل رہی ہے، اب اسکو کچھ نہ کہو کوئی طعن تشنیع نہ دو۔ تو گنہ گار کو گناہ کی سزا یہاں اگر اللہ نے حُدود مُقرّر کردی ہوگی یا آخرت میں ہوگی، لیکن کسی

Marfat.com

دوسرے انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کو بُرا بھلا کہے، ہم تو ایسے نیک لوگ ہیں کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں۔ بُروں کو بُرا کہنا تو الگ بات ہے، اچھوں کو بُرا کہنا یہ بات غلط ہے کہ طعن تشنیع اور ایذا رسانی سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ جس شخص نے ایذا رسانی کی ہے۔ یا جس نے کوئی خطا کی ہے اگر اس پر شرعی حدود بھی ہوں تو اُن حدود کا نفاذ کرو لیکن طعنہ انہیں نہ دو۔ اور میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثال دے دی ہے۔

دوسری بات کیا ہوئی کہ اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان ضروری ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر : یٰایھا الذین آمنوا : کر تمہارے اعمال مقبول ہوں گے۔ اگر تم ایذا رسانی نہ کرو۔ اور طعنہ نہ دو۔ تو قبولیت کیلئے ایمان ہونا ضروری ہے۔ اگر ایمان نہیں ہے تو دنیا میں اس کا انعام مل سکتا ہے، اس کی نیکی کا۔ لیکن آخرت میں اس کے سارے نیک اعمال بیکار ہو جائیں گے۔

اور تیسری بات یہ کہ طعنہ سے اصل عمل باطل نہیں ہوتا، اس کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ اور اگر آپ توبہ کرلیں، اِس عمل سے جس سے اس عمل کی صحت خراب ہوگی تو پھر اِس سے توبہ کے بعد ثواب کی اُمید رکھی جا سکتی ہے اللہ تعالیٰ آپ کی خطا معاف کر دے گا تو انشاءَ اللہ آپ کو اسکا ثواب بھی ملیگا۔

ریاکاری کیا ہے ؟ دکھاوے کے لئے صدقات اور نیکیاں کرنا یہ منافقت سے عمل کرنا ہے۔ بظاہر تو آپ اللہ کی راہ میں دے رہے ہیں، لیکن درپردہ آپ لوگوں پر اپنا رعب ڈالنے کے لئے اپنی نیکی کا رعب ڈالنے کیلئے

Marfat.com

کر رہے ہیں تو یہ منافقت ہے۔ منافق کا حال کافروں جیسا ہے۔ منافق کو اعمال کی جزا نہیں ملتی۔ اور یہ ریاکاری یہ منافقت کی آمیزش سے عمل کرنا ہے تو یہ مومن کو منافقت زیب نہیں دیتی۔ اس لئے کہ ریا اور طعنہ سے نیکی، نیکی نہیں رہتی۔

چھٹا اصول یہ ہے کہ دنیا والوں سے اپنی نیکی کی اُجرت نہ وصول کرے۔ اگر عبادت کی آپ اُجرت دنیا میں حاصل کریں گے۔ تو وہ عبادت، عبادت نہیں رہے گی۔ ہاں مدرّس کو جو دین کا علم لوگوں کو دیتا ہے اور اپنا وقت دیتا ہے اور اپنی روزی کمانے کے لئے۔ اس کی ایک استثناء ہے، ورنہ کسی عبادت کا اَجر لینا دنیا میں جائز نہیں ہے۔ اور اس اِستثناء کی بنیاد یہ بعض اہلِ طریقت یعنی پیر صاحبان نذرانہ لیتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں یہ اللہ کے فقیر ہوتے ہیں، اور اللہ کے بھروسے پر توکّل کرتے ہیں اور جو کچھ ان کے وسائل میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہوا ہے۔ اس پہ گزارا کرتے ہیں۔ وہ اپنے مریدوں سے توقع نہیں کرتے کہ وہ ان کی مُٹھیاں گرم کرتے ہیں۔

اگلی آیت میں ایک اور مثال اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کہ اگر تم نے اس سے پہلے ریاکاری کر دی ہو، اذیت دے دی تو وہ تو کھیتی چٹانوں پہ دھول پڑی ہوئی تو بارش سے سب صاف ہو جائے گا۔

اَب اخلاص اور صدق کے ساتھ جو عبادت ہے یا انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اس کی مثال اگلی آیتِ مبارکہ میں (۲۶۵ میں) اللہ تعالےٰ

Marfat.com

فرماتا ہے: ومثل الذین : ان لوگوں کی مثال ایسی ہے : ینفقون اموالھم جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں؟ کس طریقے سے : لھم ابتغاء مرضات اللہ : تو وہ لوگ ابتغاء کہتے ہیں حاصل کرنا۔ تلاش کرنا۔ تو جو لوگ اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں، اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے : وتثبیتا من انفسھم : اپنے دل کو ثابت قدم کر کے دل میں طمانیت پیدا کر کے دل کو مضبوط کر کے تقویت دے کر کے اپنے عمل سے اللہ کی رضا حاصل کرتے ہوں، ان کی مثال کیسی ہے؟ : کمثل جنۃ بربوۃ : اونچی زمین کو ربوہ کہتے ہیں بلند مقام کو، ان کی مثال اس اونچی زمین پر باغ کی ہے کہ : اصابھا وابل : وہاں پر تیز بارش ہوگئی، تو وہ پانی ٹھہر کے درختوں کو برباد نہیں کرتا۔ وہ وہاں سے گزر جاتا ہے۔ جتنی ضرورت ہے وہاں نمی آجاتی ہے : فاتت اکلھا ضعفین : ضعفین، اضافے سے ہے۔ تو وہاں پر انہوں نے جو کچھ بویا تھا، اُس کی فصل دُگنی ہوتی ہے : اصابھا وابل : اگر وہاں پر تیز بارش ہوگئی، تو کیا ہوتا ہے؟ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ : اکلھا ضعفین : اس پہ پھل، فصل وہ دُگنی پیدا ہوتی ہے، جیسے مری کے پہاڑ ہیں وہاں جو سیب اور آڑو کے باغات ہیں، اور فان لم یصبھا وابل : اور اگر کسی وجہ سے وہاں پر تیز بارش نہ ہوئی، تو اُن کے لئے پھوار والی بارش یا اوس یا شبنم ہی کافی ہوتی ہے۔ اس میں بھی فصل ہوتی ہے۔ تو اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے، آپ نیک اعمال کرتے ہیں وہ اِس

بلند مقام جنّت کی طرح سے ہے، فردوس جو ہے وہ باغ ہے۔ جس میں انگور کی بیلیں ہوں، اور جنّت وہ ہے جس میں کھجوریں بھی ہوں۔ یہ فرق ہے جنّت اور فردوس میں۔ تو وہ باغ جس میں کھجوریں ہوں۔ آپ کے پسندیدہ میوے ہوں یعنی اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے جو نیک اعمال ہیں، اس پہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا۔ تو دنیا اور آخرت دونوں میں اس کا انعام ملتا ہے۔ آپ کے صدق اور اخلاص کی بُنیاد پر۔ اور اگر صدق اور اخلاص میں تھوڑی سی کمی بھی ہو گئی تو بھی آخرت میں فردوس کا اجر ملتا ہے۔ کبھی دُگنا ثواب ملتا ہے، دین و دُنیا دونوں میں اور کبھی آخرت میں صرف ملتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ کبھی ایسا ہو کہ اس کھیتی میں فصل ہی نہ آئے اِس لئے کہ وہ بلند اور زرخیز مقام کی کھیتی ہے۔ خلوص اور اخلاص کے ساتھ نیک اعمال۔

واللہ بما تعملون بصیر ○ : اے صاحبانِ ایمان! تم لوگ یہ ایمان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے اور چونکہ وہ دیکھ رہا ہے تو تمہارے صدق کے حساب سے تمہارے اخلاص کے حساب سے تمہاری رضا جوئی کے حساب سے اس کا اَجر تم کو دے گا۔ اس بُلند کھیتی میں ضرور تمہیں فصل عطا فرمائے گا۔

تو پہلے باطل صدقہ کی مثال دی۔ اب مقبول صدقہ کی مثال دی، اللہ تعالیٰ نے۔ اور صَدقہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک صدقہ برائے ریا، یہ

Marfat.com

بدترین قسم کا صَدقہ ہے، اور ایک صدقہ برضائے رَبّ جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے دی۔ یہ بہترین طریقے کا انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اور ایک صدقہ برائے حیثیت ہے۔ اِسکی درمیانی حیثیت۔ یعنی اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں: بغیًا: جیسے میں نے کہا یہاں یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لھم ابتغاء: ابتغاء جو ہے وہ بغیًا سے ہے۔ بغیًا کا مطلب ہے تلاش کرنا۔ طلب کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وتثبیتا من انفسھم تثبیت جو ہے ثبات سے ہے۔ اس کا مطلب ہے تصدیق، یقین، اور تحقیق اور اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا ہے: فاتت اکلھا: پھل تو طرح کے ہوتے ہیں۔ لیکن: اکلھا: اس پھل کو کہتے ہیں جس کو آپ کھا سکیں۔: ضعفین: کا مطلب ہے دگنا۔ اور: وابل: کہتے ہیں موسلا دھار بارش جو ہوتی ہے۔ موٹی بوندوں والی اور: نطل: جو ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ نہیں آتی تو پھر وہ پھوار، یا شبنم قطرہ قطرہ گرتا ہے، یا پھوار گرتی ہے۔ اسکو کہتے ہیں: فطل۔

اس تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ رضائے الٰہی میں آپ جو صدقات اور خیرات کرتے ہیں، اِس باغ کی طرح ہے جو اعلیٰ اور قابل پیداوار اونچی زمین پر ہو۔ پتہ یہ لگا کہ جو آپ کمالِ اخلاص سے عمل کرتے ہیں؛ اس میں دنیا اور آخرت دونوں میں پھل ملتا ہے۔ اور اگر دُنیا میں پھل اس کا نہیں ملتا تو آخرت میں ضرور ہی ملتا ہے۔

Marfat.com

اس سے کچھ اصول مرتّب ہوتے ہیں۔ پہلی چیز یہ کہ چار چیزیں ایسی ہیں جو صدقات کو باطل کرتی ہے۔ ایک ہے بے ایمانی۔ ایمان نہیں ہے تو صدقات اور سارے نیک اعمال ضائع ہو گئے۔ دوسری ہے ریاکاری اور تیسری ہے ایذا، اور چوتھی ہے، احسان جتانا۔ اور دو چیزیں جو ہیں، وہ موجبِ مقبولیت ہیں۔ ایک ایمان اور دوسرا، اخلاص۔ اس لئے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ کھیتی والے باغ والے کہ: ینفقون اموالھم..... اللہ: خالصتاً اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اِس میں صدق ہوتا ہے، تو پھر اس کا انعام ملتا ہے۔ تو ایمان اور اخلاص جو ہیں وہ موجب مقبولیت ہیں۔ مثلاً زکواۃ جو ہے جب ہمارے سیونگ سرٹیفکیٹ بینک اکاؤنٹ سے کٹتا ہے تو اس کو یہ سمجھیں کہ یہ زبردستی کٹ گیا اور یہ تو ٹیکس ہے جو بینک نے وصول کر لیا اس کا کوئی ثواب نہیں ہے۔ ہاں اگر آپ خوش ہوئے کہ اچھا ہوا یہ زکواۃ میری ادا ہو گئی اور اللہ کی راہ میں میرا خرچ ہو گیا۔ تو پھر اس کا وہ مقبول ہو گا۔ صدقہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ خوشی خوشی وہ صَدقہ آپ دیں۔ بوجھ سمجھ کر کے نہ دیں۔

اور جو صدقے ہیں، ان کے بھی درجے ہیں۔ جیسے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بارش ہو گئی تو دُگنی نہ ہوتی تو بھی پھُوار سے فصل ہوتی۔ تو کچھ صَدقے بہت نافع ہوتے ہیں اور کچھ کم نافع۔ صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ، کے بھی درجے ہیں۔ کوئی بہت زیادہ نافع ہے اور کوئی کم نافع ہے۔

Marfat.com

ان آیات کی ایک تفسیرِ صُوفیانہ ہے۔ پُرانے زمانے میں آپ نے سُنا تھا کہ لوگ کیمیا سے تانبے کو سونا بناتے تھے۔ اِسی طرح تمہارے اعمال جو ہیں تانبے کی طرح ہیں اور صدق و اخلاص جو ہے وہ کیمیا ہے جو اِس تانبے کو سونا بنا دیتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ صدقہ دینے سے پہلے تم خود مال کے محافظ ہوتے ہو، اور اللہ کی راہ میں جو خرچ ہو جاتا ہے اس کا کیا حال ہے۔ ہم اس کے محافظ ہوتے ہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں تو وہ ہمارا محافظ بن جاتا ہے۔ اسی لئے کسی آنے والی بلا کو، پریشانیوں کو ٹالنے کے لئے ہم صدقہ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ صدقہ ہمارا محافظ ہو جاتا ہے اور ان بلاؤں اور مُصیبتوں کو ٹال دیتا ہے۔ اور جو صاحبِ نظر ہوتے ہیں وہ ان مصیبتوں کے آثار پیدا ہونے سے بہت پہلے صدقہ دے ڈالتے ہیں، کیونکہ ہماری آنکھیں کمزور ہیں باطنی، ہمیں تو آنے والی مصیبت کا نہیں پتہ چلتا لیکن ہم اللہ تعالیٰ کے بہت ہی شکر گزار ہیں کہ ہم اس فقیر کے غلام ہیں جن کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جب ان کی نگاہِ باطن دیکھتی تھی کہ کوئی مشکل میری طرف آ رہی ہے، تو وہ میرا صَدقہ نِکال دیتے تھے حضور شاہ افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جب دیکھتے تھے کہ کوئی مشکل میرے پر آ رہی ہے اور ان کو نظر آ جاتا تھا تو وہ خود ہی میرا صَدقہ نکال دیتے تھے، اور مصیبت ٹل جاتی تھی تو پھر مجھے اس کی اطلاع قلندرہ صاحبہ سے ملتی تھی، کہ فلاں مشکل آنے والی تھی آپ پر بعد میں

Marfat.com

مجھے پتہ لگتا تھا کہ یہ کچھ ہو رہا تھا کوئی سازش ہو رہی تھی وہ ختم ہوگئی تو وہ صاحبِ نظر ہیں وہ اپنے مال سے اپنی دُعاؤں سے اپنی توجّہ سے اِسطرح دیکھ بھال کرتے ہیں کہ جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ مال اللہ کی راہ میں دینے سے پہلے تم اس کے محافظ ہوتے ہو جب تم اللہ کی راہ میں دے دیتے ہو تو مال تمہارا محافظ بن جاتا ہے۔ اور جو اللہ کے نیک بندے ہیں وہ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اپنے متوسلین اور مُحبّین کو مُصیبتوں اور مشکلوں سے بچانے کیلئے اور انکی حفاظت کیلئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اعمال میں اخلاص عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وہ توفیق اور سلیقہ عطا فرمائے کہ ہم جو بھی عمل کریں اس کی رضا کے لئے کریں۔ ہم اس کا دنیا میں صِلہ تلاش نہ کریں۔ اگر ہمیں کوئی تکلیف دے تو اللہ تعالیٰ ہمیں صَبر کی توفیق عطا فرمائے ہم کبھی اس کے لئے کسی دوسرے کو مُلزم نہ گردانیں ہم اس کے لئے کسی دوسرے کو طَعن تشنیع نہ دیں ایذا نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور ہمیں سرکارِ دوعالم ﷺ کی ایسی محبّت عطا فرمائے کہ ہمارے تمام اعمال اس عظیم نمونے کے مطابق ہو جائیں جو کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے تمام مخلوقات کو، اپنی اُمّت کو پیش کئے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۝

پارۃ تِلْكَ الرُّسُلُ سُوْرَةُ الْبَقَرَة

آیات نمبر ۲۶۶ تا ۲۶۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰه

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ
نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ
لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ
وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ
فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ
وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا
تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ
بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا

Marfat.com

اَنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿۲۶۷﴾

کیا تم میں کوئی اُسے پسند رکھے گا کہ اس کے پاس
ایک باغ ہو، کھجوروں اور انگوروں کا، جس کے نیچے
ندیاں بہتیں اس کے لئے، اس میں ہر قسم کے پھلوں
سے ہے، اور اسے بڑھاپا آیا اور اِس کے ناتواں بچے
ہیں، تو آیا اس پر ایک بگولا جس میں آگ تھی تو جل گیا،
ایسا ہی بیان کرتا ہے اللہ تم سے اپنی آیتیں کہ کہیں تم
دھیان لگاؤ۔ ع ﴿۲۶۶﴾ اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں
میں سے کچھ دو، اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے
لئے زمین سے نکالا۔ اور خاص ناقص کا اِرادہ نہ کرو
کہ دو تو اس میں سے اور تمہیں ملے تو نہ لو گے جب
تک اس میں چشم پوشی نہ کرو، اور جان رکھو کہ اللہ
بے پرواہ سَراہا گیا ہے۔ ﴿۲۶۷﴾

اے عزیزانِ محترم! میں نے ۲۶۴ سے لیکر کے ۲۶۷ آیات کی تلاوت کی ہے۔ آج ۲۶۶۔ اور ۲۶۷ سورۂ بقرہ کی تفسیر بیان کروں گا۔ پچھلی چند آیات میں اللہ تعالیٰ نے صدقہ خیرات کے احکامات نازل

Marfat.com

فرمائے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ بتایا گیا کہ صدقہ وہ نیکی ہے جس کا اَجر بے حساب ہے۔ اس کی مثال ایک صَدقے کی ایسی ہے جیسے کہ ایک دانہ گیہوں کا آپ نے بویا تو اس میں پودا لگا اور ہر پودے میں سات (۷)، سات (۷) بالیاں لگیں، اور ہر بالی میں سو سو (۱۰۰-۱۰۰) دانے لگیں تو ایک کا سات سو (۷۰۰) گُنا ہوا۔ اور اگر خود جاکر جہاد میں خرچ کیا تو سات سات لاکھ گُنا ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ صدقہ جو ہے وہ حلال مال سے کرو۔ حرام کا صدقہ ناقابلِ قبول ہے۔ خیرات و صدقات کی صحت درست ہونا چاہیئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیات میں یہ بتایا کہ احسان جتلانا یا کسی کو تنگ کرنا یہ صدقہ و خیرات کو ضائع کر دیتا ہے۔ لہٰذا تم اس کی حفاظت کرو، اور اس سے بچو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مثال دی بے دینوں، کافروں اور منافقوں کی جو ان چیزوں کا خیال نہیں کرتے۔ صدقہ اور خیرات ہم جو احسان رکھ کر کرتے ہیں۔ اور اذیتیں اور طعنے دے کر کرتے ہیں، وہ صرف دکھاوے کے لئے کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کا ایمان نہ آخرت پر ہے اور نہ دُنیا پر ہے اور ان کی مثال اللہ تعالیٰ نے ایسی بیان کی کہ جیسے کہ کوئی صاف سُتھرا پتھر ہو اور اس پر تھوڑی سی مٹی جم گئی ہو اور وہاں آدمی کھیتی کرنے کی کوشش کرے تو وہاں پر موسلا دھار بارش ہوئی تو ساری مٹی بہہ گئی۔ جو کچھ کمایا تھا، محنت کی تھی وہ سب ضائع ہو گئی اور پھر چٹان کی چٹان نکل آئی۔ اور اُن لوگوں کو

Marfat.com

جو کچھ انہوں نے اس میں سے کمایا ہے کچھ حاصل نہیں ہوتا اس نیکی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کرنے والوں کو، کافرین کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا۔

ہدایت تو مومنین کے لئے ہے جو سرِ تسلیم خم کرتے ہیں، اور پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کی مثال دی کہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقے سے اپنے حلال مال میں سے وہ صدقات و خیرات کرتے ہیں اور اسکو احسان جتا کر کے اور ایذا دے کر کے اس کو برباد ہونے سے بچاتے ہیں۔ اور جو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کو نہ دو، اللہ کی راہ میں نہ دو یہ نہ ہو کہ اچھا مال اپنے پاس رکھو اور خراب مال جو ہے اللہ کی راہ میں دے دو۔ تو اللہ فرماتا ہے ؛ ایود احدکم ان تکون له جنة من نخیل واعناب : ایود ، ود، سے ہے، معنی محبت کرنا، پسند کرنا تو کیا تم میں سے کسی کو یہ بات اچھی لگتی ہے کیا : ان تکون له جنة: کہ تمہارے لئے تمہارے پاس ایک باغ ہو اور کیسا باغ ہو؟ : من نخیل و اعناب : اور اس باغ میں کھجور اور عناب اور نخل کھجوریں ہوں۔ اور انگور کا باغ ہو۔ اور : تجری من تحتها الانهار : اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں، وہ بہت اچھا باغ ہو اس میں آبیاری کا بھی بندوبست ہو۔ : له فیها من کل الثمرات : اور اس باغ میں ہر طرح کے پھل بھی لگ سکتے ہوں، اور وہ آدمی جس کے پاس یہ سب کچھ

Marfat.com

ہے : واصابہ الکبر : وہ بوڑھا ہو جائے یعنی کوئی اور کام کرنے کے قابل نہ رہے، اس کا گزارا اس باغ سے ہو : ولہ ذُریۃ ضعفا : اور اس کی اولاد ، ذُرّیت : کہتے ہیں اولاد کو۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو ذرّہ کہتے ہیں چیونٹی کو۔ اور حضرت ابُو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ چیونٹیوں کو دانہ وغیرہ دیتے تھے۔ تو وہ عام اصطلاح میں عربی میں ذریۃ کے معنی ذرہ ہے یا چیونٹی ہے اور چھوٹے بچے بھی اس میں آجاتے ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں ذریات۔ تو اس کے بچے بھی چھوٹے اور کمزور ہوں۔ یعنی اس کے بچے بھی اتنے چھوٹے ہوں کہ ابھی کمائی کے لائق نہ ہوں۔ ایسی صورت ہو اور وہاں اس باغ میں پہنچ جاتے۔ بگولا جو اُٹھتا ہے نا، ہوا تک تیز۔ تو فاصابھا اعصار : اور اس باغ پر بگولے کا حملہ ہو گیا۔ اور وہ کیسا تھا بگولا وہ آگ بگولا جیسے فیہ نارٌ : اور اس میں بھڑکتی ہوئی آگ ہو۔ اس ہوا کے بگولے میں : فاحترقت : حرق کہتے ہیں آگ لگانے کو جلا ڈالنے کو اور پھر سب باغ اس کا جل گیا۔

یہ اللہ تعالیٰ نے مثال دی ان لوگوں کی جنہوں نے نیکیوں کا باغ لگایا ہر طرح کا بندوبست کیا، اہتمام کیا اِس نیکی کے لئے۔ لگتا تھا کہ اس کا فائدہ پہنچے گا، پھل نکلے گا، اچھی فصل نکلے گی۔ لیکن کیا ہوا کہ بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے نیک اعمال ضائع کر دیئے۔ اگر صرف زکوٰۃ ہو اور خیرات ہو اور ایذا رسانی اور احسان جتانے سے ضائع کر دیا۔ اگر دوسرے اعمال

ہیں تو اچھے اعمال کو بُرے اعمال سے ضائع کر دیا۔ تو : فاصابھا اعصار..... لعلکم تتفکرون ۝ :

اللہ تعالیٰ اسی طرح سے صاف صاف اپنی نشانیاں، آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم اِس پر غور و فکر کر سکو۔ یعنی ایک اچھے اعمال کو بداعمالیوں سے برباد کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ کیسے برباد ہو جاتا ہے، ختم ہو جاتا ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی نے انگور اور کھجوروں کا باغ لگایا ہو، نہریں بھی جاری ہوں اور وہاں اور دوسرے پھل پیدا ہو سکتے ہوں۔ اور سب اُمیدیں اس سے وابستہ ہو جائیں اور باغ کا مالک خود بوڑھا ہو کوئی عمل نہ کر سکتا ہو، کوئی تلاشِ معاش اور دوسرا کام نہیں کر سکتا ہو، بچے چھوٹے چھوٹے ہوں۔ نحیف کمزور ہوں، وہ کچھ نہیں کر سکتے ہوں، یعنی زندگی آپ کی گزر گئی۔ آپ نے جو اعمال بھیجے تھے وہ اپنی حرکتوں سے آپ نے ضائع کر دیئے بچّے ابھی اتنے بڑے نہیں ہیں کہ وہ آپ کے لئے نیک اعمال کریں، زکوٰۃ کریں، ایصالِ ثواب کریں تو آپ کو کیا ملے گا، کچھ نہیں ملے گا۔ ایک جلا ہُوا باغ ملے گا، تو اس طریقے سے مثالوں کے ذریعے یہ بھی تبلیغ کا ایک طریقہ ہے۔

تبلیغ میں اللہ تعالیٰ کی باتیں جو ہیں مثالوں سے واضح کی جاتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب تبلیغ کریں۔ لوگوں کو سمجھائیں مثالیں دیکر کے سمجھائیں۔ تو اس آیت کا جس کی ابھی تفسیر بیان کی ہے۔ اس کا تعلق

Marfat.com

کیا ہے؟ پہلے تو بتایا گیا تھا کہ صحیح اچھے مال کی صحت ہونا چاہیئے۔ صدقات کی صحت ہونا چاہیئے۔ دوسری بات یہ کہ ان کو قائم رکھنا ہے نیک نیتی سے نیک عمل سے، احسان سے اور ستا کر کے اس کو ضائع نہیں کرنا ہے اور اب یہ ہے کہ اگر اس طرح کے اعمال جو ہیں وہ احسان سے، ایذا سے پاک نہ ہوں سرے سے تو پھر ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اَب اِس صدقے کا ذکر ہے کہ جس کی عقل تو صحیح ہے مگر وہ بے کار ہو گیا بداعمالی سے۔ تو جو اس صدقے کی مثال دی جا رہی ہے کہ جو حقیقت میں تو صحیح ہے لیکن آخر میں باطل ہو جاتا ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کرام نے تصحیح پوچھی تو حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اسکی مثال ہے کہ جو نیکیاں بذاتِ خود بہتر ہوں۔ تو تم بعد میں شیطان اور نفس کا شکار ہو کر کے وہ شخص گناہ کر لے، اور اپنی ساری نیکیاں برباد کر دے۔

یہ تفصیل بہت وسیع ہو گئی، آیت تو بظاہر لگتا ہے کہ صدقات وخیرات کے متعلق ہے، کہ اچھّے مال سے صدقہ وخیرات کو بداعمالیوں سے برباد نہ کرو لیکن حضرت ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نہیں اس آیت کا تو بہت وسیع احاطہ ہے، اس میں سارے اعمال آجاتے ہیں، کہ سارے اعمال خواہ کتنے اچھّے ہوں اگر ان اچھّے اعمال کی حفاظت آپ نے نہیں کی اور اس کے بعد بداعمالیاں شروع کر دیں۔

ہمارے گھر ایک صاحب تشریف لائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

شروع میں بہت کرم کیا، انہیں بیعت بھی کیا، سماع میں بھی آپ لوگوں نے ان کا حال دیکھا اس کے بعد انہوں نے آنا بند کر دیا، اور رمضان میں روزے رکھنے بند کر دیئے۔ اور نماز میں کہنے لگے کہ میرا جی نہیں لگتا۔ ابھی میں بتاؤں گا کہ شیطان کن کن لوگوں کا دشمن ہوتا ہے، شیطان دشمن اہلِ طریقت کا ہوتا ہے، ذاکرین کا ہوتا ہے، صابرین کا ہوتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کے لئے بہت ہی کوشش کرتا ہے۔ خود بھی کوشش کریں اس سے بچنے کی اللہ سے مدد مانگیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد کی تلاش کریں، تو پھر جا کے بچت ہوتی ہے، ورنہ وہ خراب چیزوں کو اچھا کر کے پیش کرتا ہے۔ تو ان کو جو کچھ یہاں نعمتیں ملی تھیں سب برباد ہو گئیں۔ تو اس میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بتایا کہ اپنی نیکیوں کی حفاظت کرو، ایسا نہ ہو کہ بعد کی بداعمالیوں سے وہ ساری نیکیاں ضائع ہو جائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تفسیر کو بہت پسند فرمایا ہے، اور یہ ثابت کر دیا کہ اس آیتِ مبارکہ کا اطلاق تمام اعمال پر ہوا کرے گا۔ اس کے کچھ فائدے ہیں۔ ایک تو یہ بات ثابت ہوئی کہ تبلیغ و وعظ کے لئے مثالیں بہت ضروری ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے، عام لوگوں میں جب اللہ تعالیٰ کی باتیں بتائیں تو مثالوں کے ذریعے سے ان کو سمجھائیں۔ دوسری بات یہ کہ عمل کا دارومدار جو ہے وہ اس کے خاتمہ بالخیر پہ ہے۔ نیک عمل کیا اور اس کی حفاظت کرتے رہے۔ اچھے اعمال کے ساتھ ان چیزوں

Marfat.com

سے ان کو بچائے رکھا جن کو اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے تاکید کی، تب وہ اعمال آپ کے لئے فائدے مند ہوں گے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگرچہ ہمارا ایمان ہے کہ: بقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللہ تعالیٰ : کہ اچھّائی اور برائی کی قدرت جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور جو ہماری بداعمال کی بربادی ہوئی ہوتی ہے یا جو ہماری کھیتیاں اُجڑ جاتی ہیں جو ہمیں سزائیں ملتی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ لیکن اس کو کِسی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی طرف منسوب کرنا وہ گناہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہاں یہ فرمایا کہ کھیتی میں اجاڑتا ہوں ایک آگ بگولا آتا ہے اس کھیتی کو اُجاڑ کے چلا جاتا ہے تو جو چیزیں اللہ کے اَمر سے ہوتی ہیں۔ اس امر کو مجازی طور پر کرنے والا کوئی اللہ کی مخلوق ہوتی ہے کرنے والی۔ اس لئے کہ یہاں یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ آگ کا بگولا جو ہے، جو آگ کی طرح سے گرم ہوتا ہے وہ آکر اس باغ کو برباد کر دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ہی عاملِ حقیقی ہے، فاعلِ حقیقی ہے۔ لیکن بربادی کی وجہ اس کی کوئی مخلوق بھی ہو سکتی ہے۔ چوتھا اصول یہ ہوا کہ دیکھیں اِس میں پہلی آیت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو ہدایت دیتا ہے۔ دوسری آیت میں ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے برباد کر لیتے ہیں، اِس سے اُصول یہ ہوا کہ جتنی اچھائیاں ہیں اس کو اللہ کی طرف منسوب کرو۔ اور جو برائیاں ہیں وہ اپنی ذات کی طرف منسوب کرو۔ تاکہ تمہیں توبہ کی تحریک

Marfat.com

پیدا ہو۔ استغفار کی تحریک پیدا ہو۔

پانچواں اُصول یہ ہوا کہ کام بنانا تو بڑا مشکل ہے پہاڑی کو کھودو برابر کرو اور اس کو پانی پہنچاؤ اس میں کھاد ڈالو نہریں کھودو پھر باغ لگتا ہے، لیکن برباد کرنا وہ بہت ہی آسان کام ہے بگاڑنا بہت آسان ہے ایک ہَوا چلی سَب کچھ برباد ہوگیا۔ ایک سیلاب آیا سب کچھ برباد ہوگیا۔ تو اس وجہ سے بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے کہ جن نیک اعمال کو ہم نے اپنی مشقتوں سے کیا ہے، مجاہدوں سے کیا ہے۔ وہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری غفلت کی وجہ سے آناً فاناً تباہ و برباد ہو جائیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے دین کو خالص کرو اور اس کا مطلب یہ ہے کہ بُرے کاموں سے بچو ان چیزوں سے، نواہی سے بچو اور اوامر کی پابندی کرو۔ تب جا کے دین خالص رہے گا۔ شیطان کچھ لوگوں کا دشمن ہے اور کچھ کا دوست ہے تو یہ جاننا چاہیئے کہ کن کا دشمن ہے۔ ایسے لوگوں کو اس سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیئے۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ آپ اچھا کام کرتے ہیں، روزے نماز پڑھتے ہیں، خیرات کرتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں تو اطمینان ہو جائے آپ کو کہ اَب ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ نہیں! آپ کا دشمن ہے اس نے مہلت مانگی تھی اللہ تعالیٰ سے کہ ہمیں قیامت کے دن تک مہلت دی جائے تو شیطان جو ہے کوئی پندرہ طرح کے لوگوں کا دشمن ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ نبی کا دشمن ہے۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی بہکانے کی کوشش کی۔ حضرت اسماعیل کو بھی بہکانے کی کوشش کی، وہ قربانی کے لئے جا رہے تھے۔ اور اس لئے کہ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن رہا ہے، اتباع تو وہاں سے شروع ہوئی جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ تو اس نے کہدیا کہ یہ تو مجھ سے کمتر ہے، میں کیوں اس کو سجدہ کروں۔ جب اس کو راندۂ درگاہ کیا تو اس نے دشمنی ہمیشہ کے لئے اختیار کر لی۔ دوسرا: وہ دشمن ہے (عادل) کا، عدل کرنیوالا بادشاہ، اس کا دشمن ہے اس کو طرح طرح کی بُرائی پر لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ تیسرا: جو عاجز غنی ہو۔ جس کو اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتا ہو، لیکن ساتھ ساتھ اس میں عاجزی بھی ہو۔ اس سے دشمنی کرتا ہے۔ چوتھا: سچّا تاجر۔ کیونکہ وہ تجارت میں جھوٹ سے مال نہیں بناتا۔ وہ سچ پر اور حقّ پر قائم رہتا ہے، اور پانچواں: عاجز عالم ہم نے اکثر دیکھا ہے آج کے زمانے میں کہ اکثر علماء جو ہیں خاص طور پر مسجد کے، ان میں تکبّر آجاتا ہے اور اپنے لوگوں سے سختیاں کرتے ہیں، بدسلوکیاں کرتے ہیں۔ چھٹا جو ہے خیر خواہ مومن ایک ایسا مومن جو اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کرے۔ شیطان اس کا دشمن بن جاتا ہے۔ اور ساتواں: رقیقِ قلب مومن جس کے دل میں گداز پیدا ہو جائے، اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے اس کے قلب میں رِقّت پیدا

Marfat.com

ہو جائے ایسے لوگوں کا وہ دشمن ہے۔ آٹھواں: جو ہے توبہ کرنے والوں کا، توّابین کا، تائب لوگوں کا۔ خطا ہو گئی تو انہوں نے اِس پر اللہ تعالیٰ سے سے شرمندگی کا اظہار کیا اس کی طرف پلٹنے کی کوشش کی تو وہ ایسے لوگوں کا بھی دشمن ہے۔ نواں: جو ہے وہ تقویٰ کرنے والوں کا پرہیزگاروں کا دشمن ہے۔ دسواں: ان کا بھی دشمن ہے جو ہمیشہ باوضو رہتے ہیں۔ اور گیارہواں: مَردِ سخی سے، شیطان دشمنی کرتا ہے، اللہ نے آپ کو دولت دی ہے، اور آپ سخاوت کرتے ہیں جو کچھ دیا اس میں سخاوت سے دیتے ہیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے ۱۹۷۰ء میں جب میں اقوام متحدہ میں کام کرتا تھا، تو وہاں پہلی دفعہ ہم لوگوں نے تراویح کا بندوبست کیا، اس زمانے میں اسلامک سینٹر نہیں تھا۔ اَب تو ایک ایک شہر میں بیس بیس مسجدیں ہو گئی ہیں، امریکہ میں، اس زمانے میں نیویارک جیسے شہر میں بھی کوئی مسجد نہیں تھی، تو وہاں پر ہم لوگوں نے ایک فلیٹ لیا اور اس کو مسجد بنائی۔ تو ایک نومسلم کالا، وہ آتا تھا، تو ہم لوگ تو مغرب کے بعد افطار کر کے آتے تھے، وہ شام ہی کو آجاتا تھا۔ اور وہ ساری مسجد کی اتنی محنت سے اور اتنی محبت سے صفائی کرتا تھا تو میں نے اس سے کہا کہ آپ بڑی محنت کرتے ہیں، اِس نے کہا کہ میں بہت ہی غریب انسان ہوں، میں کس طرح اپنے ربّ کو راضی کروں، آپ لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے وسائل دیئے

Marfat.com

ہوئے ہیں، تو مجھے اس نے صحت دی ہوئی ہے تو میں آکر کے اپنے ہاتھوں سے اس مسجد کی خدمت کرتا ہوں محنت کرتا ہوں تاکہ میرا بھی کچھ حصّہ اِس مسجد میں آجائے، میں پیسے نہیں دے سکتا، لیکن میں اپنی محنت تو دے سکتا ہوں مسجد کے لئے۔ تو یہ لوگ وہ ہیں جو سخی ہیں۔ بارہواں : جس سے دشمنی ہے وہ مردِ خلیق سے ہے۔ وہ لوگ جن کا اخلاق اچھّا ہے۔ اور تیرہواں : دشمن مردِ نافع۔ جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔ وہ اشخاص جو دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں، دوسروں کی بھلائی سوچتے ہیں۔ اور چودہواں جو ہے ہمیشہ تلاوت کرنے والا۔ پابندی سے کلام پاک کی تلاوت کرنیوالا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ ہے۔ تو تلاوت کرنے والے سے بھی دشمنی کرتا ہے۔ اس کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور پندرہواں : دشمن اسکا ہے جو تہجّد گزار ہے۔ اس پر بہت کوشش کرتا ہے کہ اس کو کسی طریقے سے نیند آجائے، تھکن ہو جائے کسی طریقے سے اس کے دل میں اس کی عبادت کا غرور تکبّر دماغ میں ڈال دیں کوئی ترکیب کرے گا کہ وہ دشمن ہو جائے۔

جس طرح سے اس کے، اس پندرہ اقسام کے اللہ کے بندوں کو وہ دشمن رکھتا ہے اسی طرح وہ کچھ لوگوں کو دوست بھی رکھتا ہے۔ تو جس طریقے سے پہلا دشمنوں میں عادل بادشاہ ہے، اسی طریقے سے ظالم بادشاہ جو ہے اس کا دوست ہے اور متکبّر دولت ہے اور اس کو تکبّر آگیا، ایسے

Marfat.com

لوگوں کو جو غنی ہوں اِس کی غناء کے ساتھ تکبّر بھی کرتے ہوں، ایسے لوگوں کو وہ دوست رکھتا ہے۔ تیسرا: بددیانت تاجر، وہ جو بددیانتی کرتے ہیں وہ شیطان کے دوست ہیں۔ چوتھا: شرابی۔ شراب کی حالت میں، انسان اللہ تعالیٰ کے اَوامر اور نَواہی کو بُھول جاتا ہے۔ پانچواں: چغل خور، غیبت کرنے والا۔ اس لئے کہ اللہ نے سختی سے منع کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ تو مَرے ہوئے بھائی کے گوشت کھانے کے جیسا ہے۔ تو ایسے لوگوں سے بڑی دوستی کرتا ہے۔ ان کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور چھٹا: جو ہے، ریاکار، سود خور۔ اور ساتواں: یتیم کے مال کو کھانے والا اسلئے کہ اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اور آٹھواں: زکوٰۃ نہ دینے والا۔ اللہ نے زکوٰۃ کا حکم دیا ہے، اور جو کوئی زکوٰۃ نہیں دیتا تو اس سے وہ بڑا خوش ہوتا ہے۔ اور نواں: جو ہے وہ لمبی اُمیدیں رکھنے والا۔

حضرت ابُوذَر غفّاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا قول ہے، اِسی آیت کے حوالے سے کہ اپنی کشتی کی مُرمّت کرتے رہو۔ یہ نہ ہو کہ اس میں پانی آجائے، چھید ہو جائیں اور وہ غرق ہو جائے۔ کیوں ہو کہ غفلت کی وجہ سے اچھّے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، تو اپنی کشتی کی مرّمت کرتے رہو اور زیادہ توشہ لو کہ مسافت لمبی ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جانا ہے۔ لہذا زیادہ سے زیادہ اچھّے اعمال اپنے ساتھ رکھو۔ اور بوجھ ہلکا رکھو، ان چیزوں کا جو حساب آپکو دینا ہے۔ جو کم سے کم اپنے کاندھوں پر رکھو۔ کہ راستہ خطرناک ہے۔ اور عمل

Marfat.com

کو ریا سے پاک رکھو، اس لئے کہ اللہ نے فرمایا کہ ریا کاروں کی طرح مت ہو جاؤ۔ اس سے کام برباد ہو جاتے ہیں۔ اور کیوں؟ اس کی کیا حکمت ہے؟ عمل کو ریا سے اِس لئے پاک کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے۔ وہ جو کچھ آپ باتیں کرتے ہیں دل میں بھی وہ بھی وہ سُنتا ہے۔ جو کچھ آپ کرتے ہیں اگر دکھاوے کے لئے تو دنیا کو نہ پتہ لگے لیکن اللہ تعالیٰ کو تو ضرور پتہ لگ جائے گا، اِس لئے کہ وہ سمیع و بصیر دونوں ہے۔

یا ایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم: اے صاحبانِ ایمان! اللہ تعالیٰ پیار سے مسلمانوں کو صاحبانِ ایمان فرما رہا ہے۔ تم تو میرے اپنے ہو تو تم غلط کام نہ کرو: انفقوا من طیبت ما کسبتم: تم نے جو کچھ کمایا ہے اس میں سے جو اچھا مال ہے، وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ عرب میں پہلے رواج یہ تھا کہ جو فصل ہوتی تھی اس میں اچھے اچھے خُرمے ایک طرف کر لیتے تھے اور خراب ردی الگ کر لیتے تھے۔ اور کوئی مانگنے والا آتا تھا تو خراب والے مال میں سے دے دیتے تھے۔ تو اس کی تردید کے لئے اس رواج کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کریمی سے یہ آیت اُتاری۔ یعنی جو کچھ تم نے کمایا ہے، اس میں سے اچھا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرد: ومما اخرجنا لکم من الارض ص: اور جو کچھ بھی زمین میں پیدا ہوتا اس سب پر زکوٰۃ، ان سب میں سے خرچ کرد۔ جو کچھ تم کماتے ہو اس سب میں سے۔ اگر آپ نے درخت لگایا ہے، پھل پیدا

Marfat.com

ہوتے ہی ساتھ ساتھ سبزیاں بھی لگا دی ہیں تو آپ سبزیوں میں سے بھی خیرات دیں اللہ کی راہ میں غریبوں کو اور پھل میں سے بھی دیں۔

ولا تیمموا الخبیث ط: جب ہم یہ ارادہ کرتے ہیں کہ مٹی سے اپنے کو پاک کریں گے تو اس کو ہم کہتے ہیں "تیمم" "تو یم" سے بنا ہے، یعنی قصد کرنا یا ارادہ کرنا : ولا تیمموا : اور تم مت ارادہ رکھو قصد کرو۔ الخبیث منہ تنفقون : خراب چیزوں کا قصد نہ کرو، اس میں سے جو کچھ اللہ نے پیدا کیا ہے یہ نہ ہو کہ سڑے ہوئے پھل خیرات کرو۔ گندے اور ردّی پھل خیرات کرو۔ پھر اسکو تم خرچ کرو۔: باخذیہ : خذ، کہتے ہیں پکڑنے کو۔ ایسے چیزوں کو مت تم خیرات کرو، جن کو تم خود اپنے لئے نہیں رکھ سکتے۔ اپنے لئے نہیں پسند کرتے ہو۔ تو یہ کہ گندی چیزیں، گھٹیا چیزیں جن کو تم اپنے لئے نہیں پسند کرتے ہو، اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرو، بلکہ اچھے مال کو خرچ کرو۔ ہاں کوئی تم کو غلط مال دے رہا ہو تو تم اُس کی چشم پوشی کر سکتے ہو، جیسے آپ نے نہیں دیکھا ہو۔ اس کا نوٹس نہیں لیا کہ اس نے خراب مال دے دیا ہے۔ یہ اللہ کی راہ میں نیکی ہے۔ یہ سخاوت ہے۔ اس حد تک تو اجازت ہے کہ خراب مال اگر کسی سے کچھ لینا ہے اور اس نے سارا اچھا نہیں دیا کچھ خراب دیا ہے تو پھر تمہاری مرضی ہے کہ تم ان سے اچھا مال طلب کرو یا اللہ کو خوش کرنے کے لئے ان سے چشم پوشی کر لو اور ان کو تنگ نہ کرو۔: واعلموا ان اللہ غنی

Marfat.com

حمید ○ : تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے۔

اعمال جو ہیں وہ قبول کر لئے جاتے ہیں، اکل حلال ہو اچھا رزق ہو اور یہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے لئے قابلِ قبول ہے، یہ آیت نازل ہوتی تھی اس وقت، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا قول ہے کہ کچھ لوگ زکوٰۃ کے لئے خراب مال الگ کر لیتے تھے۔ اسی لئے قربانی جب کریں آپ جو طریقہ ہیں اپنے گھر میں اپنا تا ہوں کہ یہ نہیں کہ اچھا گوشت الگ نکال کے رکھ لیا بلکہ ہر طرح کے گوشت کے تین حصّے کئے اور پھر اس میں سے ایک جو ہے اعزہ، اقربا، دوست احباب۔ کے لئے اور غربا کے لئے اور ایک اپنے لئے، یہ نہیں کہ جتنا سارا اچھا گوشت وہ اپنے لئے لے لیا اور ہڈیاں اور پسلیاں ان کے لئے چھوڑ دیا۔ تو بعض لوگ ایسا کرتے تھے کہ جو خراب خوشے ہوتے تھے کھجوروں کے وہ آکر کے صُفّہ کے سامنے رکھوا دیتے تھے کہ جب اصحابِ صُفّہ اپنی عبادت سے فارغ ہوں گے تو اس سے گزارہ کر لیں گے۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا، ایک دفعہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اُتروا دیا، وہاں سے کہ اسکو پھینک دو۔ کیا وہ لوگ جو خراب مال اللہ کی راہ میں دیتے ہیں۔ وہ خراب مال کی خیرات کرنا چاہتے ہیں۔ اگر مال، ناقص مال خراب مال خیرات کریں گے اللہ کی راہ میں تو ثواب بھی ان کو ناقص ہی ملے گا۔ تو طیبات کہتے ہیں کھرے مال کو، کھرے مال سے، اکلِ حلال سے کریں۔

Marfat.com

یہ جو آیت کا ایک حصّہ ہے : ومما اخرجنا لکم من الارضؕ:

اس کی تفسیر حضرت امام ابُوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے مسندِ ابوحنیفہ میں یہ فرمایا کہ زمین میں جو کچھ بھی پیدا ہوتا ہے ہر ایک پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اس کے کچھ اُصول مرتّب ہوتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اکلِ حلال بہت ضروری ہے۔ حلال مال کمانا اور حلال مال کھانا یہ بہت ضروری ہے کہ اگر آپ حلال مال کمائیں گے۔ حلال طریقے سے اور اس کو خرچ کریں گے تبھی اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ قابلِ قبول ہوگا۔ خاص کر طریقت والوں کے لئے بہت ضروری ہے۔ اکلِ حلال اور صدقِ مقال۔ حلال کھانا اور سچ بولنا۔ دوسرا یہ ہے کہ ہر تجارتی مال پر زکوٰۃ فرض ہے۔ باغ میں جو کچھ پیدا ہوا اور آپ اس کو بیچ رہے ہیں، اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر کرائے کی زمین لی ہوئی ہے لیز پر تو پھر زکوٰۃ اور زبر نہیں ہے۔ بیج ڈال کہ کاشت کرنے والے پر زکوٰۃ واجب ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں آیت کا ایک حصّہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جو حق دار ہے وہ اپنے حق کے معاملے میں چشم پوشی کر سکتا ہے۔ چھٹا اصُول یہ ہوا کہ ردّی مال کی زکوٰۃ ادا تو ہو جاتی ہے مگر ثواب کم ہو جاتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناقص مال اگر دیں گے تو ناقص ثواب ملے گا، اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی۔

ساتواں یہ ہے کہ حرام پیشہ اختیار کرنا بھی حرام ہے شراب بیچنا اور پینا دونوں حرام ہیں۔ آٹھواں یہ ہے کہ ہر قسم کے مال سے جو کچھ آپ

Marfat.com

نے کمایا ہے، اس میں سے خیرات کرنی چاہیئے۔ جس کے پاس جیسا مال ہو ویسا ہی وہ خرچ کرے۔ اگر کسی کی فصل ہی خراب ہوگئی۔ کس کے پھل میں کیڑے لگ گئے، تو وہ اِس میں سے زکواۃ دے گا، یہ نہیں کہ بازار سے اچھا خرید کر وہ دے۔ لیکن یہ کہ اچھّا پیدا ہوا اور خراب مال، آپ اس میں سے چھانٹ لیں۔ اور خراب آپ کو دے دیں۔ جیسا مال پیدا ہوا، ویسے ہی ہر ایک کو، دوسروں کو دیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پہ اپنا فضل و کرم فرمائے اور ہمیں صحیح اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے ان اعمال کی اپنی آئندہ کی نیکیوں سے حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

پَارَۃ تِلْكَ الرُّسُلُ سُوْرَةُ الْبَقَرَة

آیات نمبر ۲۶۸ تا ۲۶۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰه

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ
بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ
وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُّؤْتِي
الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ
فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ
اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے،
بے حیائی کا، اور اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے بخشش اور
فضل کا، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے ﴿۲۶۸﴾ اللہ

Marfat.com

حکمت دیتا ہے جسے چاہے۔ اور جسے حکمت ملی اِسے
بہت بھلائی ملی اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے ﴿۲۶۹﴾

(کیسٹ خراب ہے آواز بالکل سمجھ نہیں آرہی ہے)

سخاوت سے مال میں کمی نہیں آتی بلکہ اس میں مسلسل اضافہ ہوتا ہے۔اس کی مثال ہے جب غصہ آئے تو فوراً سمجھ لیں کہ یہ شیطان کا کام ہے، فوراً یہ پڑھ لیں۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط..... بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط انسان سے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ لینی چاہیئے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط ۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَاحَوْل وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ہ یہ آپ پڑھ لیں تو انشاءاللہ شیطان سے نجات مل جائے گی۔

(اے سائیڈ کی آواز بالکل آگے سمجھ میں نہیں آرہی ہے)

Marfat.com

پارۃ تلک الرسل سورۃ البقرۃ

آیات نمبر ۲۷۰ ۔ تا ۔ ۲۷۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ
نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ
مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ
فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا
الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ وَیُکَفِّرُ عَنۡکُمۡ
مِّنۡ سَیِّاٰتِکُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ
خَبِیۡرٌ ﴿۲۷۱﴾

اور تم جو خرچ کرو یا منت مانو، اللہ کو اس کی خبر ہے۔
اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ ﴿۲۷۰﴾ اگر خیرات اعلانیہ

Marfat.com

دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو
دو یہ تو تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اور اس میں
تمہارے کچھ گناہ گھٹیں گے ، اور اللہ کو تمہارے کاموں
کی خبر ہے ۔ (۲۷۱)

آج میں نے ۲۷۰ ، اور ۲۷۱ ، آیات کی تلاوت کی ہے اِس میں ۲۶۸ ، اور ۲۶۹ ، کی تفسیر پچھلی محفل میں بیان کی تھیں ۔ آج ۲۷۰ ، اور ۲۷۱ کی آیات کی تفسیر بیان کروں گا ۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی دو آیات میں یہ بتایا تھا کہ شیطان تمہیں تنگی اور غربت کا وسوسہ ڈالتا ہے ۔ کہ اگر تم خیرات کرو گے ، اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تو تم غریب ہو جاؤ گے تمہارے بُرے وقت میں پیسہ کہاں سے آئے گا ۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ مومنین کی مدد فرماتا ہے ۔ اور وہ وعدہ کرتا ہے مغفرت کا اور اپنے فضل و کرم کا ان لوگوں کے لئے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ کشائش والا بھی ہے ۔ اور ہر چیز کا علم جانتا ہے ۔ اور جس کو چاہتا ہے وہ حکمت عطا فرماتا ہے جس کی وجہ سے وہ خیر و شر میں تمیز کرتے ہیں اور بے شک جن کو اللہ نے علم و حکمت عطا کر دی ہے ان کو خیرِ کثیر عطا فرمایا ہے ۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جو علم و حکمت مومنین کو سکھاتے ہیں ،

Marfat.com

دراصل وہ خیرِ کثیر کی تقسیم کرتے ہیں۔ اور اللہ کی طرف سے جو بھی اس کی نصیحتیں مقدس کتاب قرآن کریم میں ہیں یہ ان کے لئے ہیں جو صاحبانِ عقل و فہم ہیں۔

ابھی تک تو فرضی اور نفلی صَدقات و خیرات اور زکواۃ کا ذکر تھا۔ اَب یہ بالکل نئی قسم کا صدقہ و خیرات ہے۔ اس کا ذکر آرہا ہے۔ یہ وہ نیکیاں ہیں جو انسان اپنے اوپر خود لازم کر لیتا ہے۔ کسی عمل سے کسی واقع سے مشروط کر لیتا ہے جیسے عام زبان میں کہتے ہیں۔ نذر ماننا یا منت ماننا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : وما انفقتم من نفقة ..... یعلمه : نفاق کہتے ہیں خرچ کرنے کو اس میں ہر طرح کا خرچ ہے چاہے وہ فرضی ہو یا نفلی ہو یا خود اختیاری ہو۔ چاہے وہ ریاکاری کے لئے ہو یا اخلاص کے ساتھ ہو چاہے حلال مال کا ہو۔ چاہے وہ دنیاوی کاموں کے لئے ہو یا دین کے کام کے لئے ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کچھ تم خرچ کرتے ہو یا خیرات دیتے ہو : اونذرتم من نذر : اور نذر جو ہے وہ تنذیر سے ڈرنا اور خوف کے تحت جو تم خرچ کرتے ہو اصطلاحی معنوں میں یہ ہے کہ منت مان کر جو تم خرچ کرتے ہو۔ منت کے پس منظر میں بھی کوئی نہ کوئی خوف کوئی احساس ہوتا ہے کہ شاید یہ ہمارا کام نہ ہو۔ تو پھر ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ اے رب تو میرا یہ کام کر دے میں تیری نفلی عبادت کروں گا یہ صدقہ کروں گا۔ یہ خیرات دوں گا۔

Marfat.com

کسی بزرگ سے کہہ دیا دُعا فرمائیں میرا یہ کام ہوگا تو میں آپ کو یہ نذرانہ دوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو وہ خیرات زکوٰۃ کے طور پر یا مَنّت جو تم نے مانی ہوتی ہے اس سلسلے میں جو خرچ کرتے ہو: فان اللہ یعلمہٗ : اللہ تعالیٰ ان سب کو جانتا ہے۔ ایسا نہ ہو کر تمہیں شیطان بہکا دے۔ تمہارا کام ہوگیا اَب صدقہ خیرات کیا کرنا۔ کہ تم نے مَنّت مانی میرا یہ کام ہو جائے گا۔ میرا بچّہ صحت مند ہو جائے گا تو میں صدقہ دوں گا، فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا۔ یا یتیموں کی مدد کروں گا۔ جب وہ صحت مند ہوگیا تو وہ بھول گئے۔

تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تم خرچ کرتے ہو وہ بھی جانتا ہے کِس نیّت سے خرچ کر رہے ہو تم حلال مال سے خرچ کر رہے ہو حرام سے خرچ کر رہے ہو یا صدق و اخلاص کے ساتھ خرچ کر رہے ہو۔ تم اعلانیہ خرچ کر رہے ہو یا خفی طور پر خرچ کر رہے ہو. تم نے خرچ کرنے کی نیّت کی اور مَنّت مانی اور نہیں خرچ کر رہے ہو، ہر صورت حال سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے۔ اس وجہ سے تم پہ نہ سمجھو کہ اگر تم پَر واجب ہے خرچ کرنا، چاہے مذہبی واجب ہو یا تم نے واجب کر لیا ہو اپنے طریقے سے یا منت مان کے تو وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو بھی دیکھ رہا ہے، اس کے اخلاص کو بھی دیکھ رہا ہے اور اس کے حرام اور حلال کو بھی دیکھ رہا ہے: وما للظلمین من انصار ہ : آپ کا

Marfat.com

تو اللہ تعالیٰ مددگار ہے آپ مومن ہیں اور آپ کو ہدایت بھی دیتا ہے، جب شیطان بہکاتا ہے تو وہ اپنی پناہ میں بھی لے لیتا ہے۔ آپ کی مغفرت بھی کر دیتا ہے جیسا کہ اُس نے وعدہ کیا ہے آپ کو عقل و فہم بھی دے دیتا ہے اچھے بُرے کی تمیز کے لئے۔ آپ کا تو اللہ تعالیٰ ہر طریقے سے مددگار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پورے کلام پاک میں کہیں بھی مومن کے لئے نہیں فرمایا کہ ان کے لئے کوئی مددگار نہ ہوگا۔ صرف کافروں کے لئے : للظٰلمین : تو ظلم جو ہے وہ ظلمت سے بھی ہے مطلب کہ اندھیرا، تاریکی یا کسی چیز کا ڈھانک لینا، تو گناہ کیا ہوتے ہیں انسان کو ڈھانک لیتے ہیں احاطہ کر لیتے ہیں۔ عام معنی ہیں اسے کفر کا مطلب بھی یہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کفار کا اپنی جانوں اپنی روح پر ظلم کرنے والے، روح کو آلودہ کرنے والے، کیلئے کوئی ان کا مددگار نہیں ہے۔ ان کے صدقات، خیرات اور اچھے اعمال کی کوئی جزا اللہ کی بارگاہ میں نہیں ملے گی۔

کیوں ؟ اس لئے کہ تمام اعمال کی قبولیت کے لئے جو شرط لازمی ہے وہ ایمان ہے، اگر ایمان ہے تو اعمال کی قبولیت ہے، اگر ایمان نہیں ہے تو کوئی اعمال اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہے۔ باغیوں سے کوئی تحفہ نہیں لیتا۔ وفاداروں سے تحفہ لیتا ہے۔ دشمنوں سے لین دین نہیں ہوتا۔ کفار کیا ہیں، اللہ کے دشمن ہیں۔ اس کے باغی ہیں اِس لئے اللہ تعالیٰ ان کی کوئی چیز قبول نہیں کرتا۔ جو معترضین ہیں آریہ سماج والے

Marfat.com

یا کرسچین تو نعوذ باللہ کہتے ہیں کہ آپ کے ربّ تو بہت ہی زیادتی کرتے ہیں، کفار کے نیک اعمال کا کوئی صلہ نہیں دیتے۔ اللہ فرماتا ہے کہ، چونکہ یہ آخرت پہ ایمان نہیں رکھتے، یومِ قیامت یومِ حساب پہ ایمان نہیں رکھتے اللہ کی حاکمیت پر ایمان نہیں رکھتے۔ لہٰذا آخرت میں ان کیلئے کچھ نہیں ہے۔ نیک کام کریں گے ان کو دنیا ہی میں کھانے پینے کو دیا جائیگا دُنیا ہی میں اس کا اجر ان کو مل جائے گا۔ چونکہ ان کے ایمان کا دائرہ صرف دنیا تک محدود ہے، اس لئے ان کے اعمال کی جزا بھی صرف اس دُنیا میں ہے آخرت میں نہیں ہے۔

تو ایک اور مسئلہ ہے کہ یہ خیرات و زکوٰۃ اعلانیہ دی جائے یا چھُپا کے دی جائے۔ جو پچھلی آیت میں : فَاِنَّ اللّٰہ یعلمہٗ : اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہؐ! آپ پہ ہمارے ماں باپ قربان ہماری جانیں قربان۔ جب اللہ تعالیٰ جان لیتا ہے کہ کس نے صدقہ و خیرات کیا تو کیوں نہ سارے صدقات چھپا کر دیئے جائیں۔ تو اس وقت اس کے جواب میں اگلی آیت : ان تبدوا الصدقٰت کسی موجود چیز کا ظاہر ہو جانا۔

اللہ تعالیٰ کی صفت ہے "بدین" وہ لاموجود سے چیزوں کو موجود کر دیتا ہے۔ وہ بغیر کسی مثال کے خود سے نئی چیزیں بنا لیتا ہے۔ آسمان زمین، تھے ہی نہیں۔ چاند ستارے، کہکشائیں، کائناتیں اس نے خود بنائے

ہیں۔ اس کی کوئی مثال نہیں ہے، اُس کی جتنی تخلیقات ہیں، اس نے کسی کو دیکھ کر کوئی چیز نہیں بنائی۔ اس کی شان یہ ہے کہ لاموجود کو وہ موجود کر دیتا ہے۔ تو اس کا مطلب ہے ظاہر کرنا : ان تبدوا الصدقٰت : اگر تم اپنے صدقات کو خیرات کو ظاہر کرو : فنعما ھی ج : تو یہ بھی بہتر ہے۔ اللہ نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ اور اس میں بڑی حکمتیں ہیں جو نیکی کے کام دکھا کر کئے جائیں، یہ تبلیغ کا عنصر ہوتا ہے، جیسے ذکرِ خفی بھی ہو سکتا ہے، لیکن ذکرِ جلی اور ذکرِ جہر جو ہے، اس میں حکمت تبلیغ کی ہے کہ سب کے سامنے مل کے کرتے ہیں، دوسروں کی ہمّت بھی ہوتی ہے۔ دوسرے لوگوں کو رغبت ہوتی ہے لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں، یہ ذاکر ہیں، اللہ کے یہ نیک بندے ہیں ہم بھی نیک بننے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اجازت دی ہے۔ اپنے صدقات اور خیرات کو ظاہر کر کے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے صدقات کو ظاہر کر دو : فنعما ھی : پس وہ بھی اچھّی بات ہے : وان تخفوھا : اور اس کو چھپا لیا تم نے : وتوتوھا الفقراء فھو خیر لکم ط : اور خاموشی سے پوشیدہ کر کے تم نے دیا فقراء کو اس پر شرط لگا دی۔ اگر جہاد کے لئے یا کارِ خیر کے لئے اجتماعی فلاح کے لئے صَدقہ جاریہ کے لئے، مسجد کے لئے آپ کریں تو آپ کھلے عام دے سکتے ہیں اس لئے کہ اِس میں تبلیغ

کا ایک پہلو پوشیدہ ہے، لیکن اگر خاموشی سے چاہتے ہیں تو اس میں یہ شرط پوری کریں کہ کسی غنی کو نہ دیں، بلکہ وہ کسی فقیر کو دیں۔ ظاہر دینے میں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو پتہ لگ جاتا ہے کہ بتا سکتے ہیں کہ یہ تو غنی ہے یہ تو محتاج نہیں ہے یہ آپ کس کو دے رہے ہیں۔ یہ تو غریبوں کا حق ہے آپ امیروں کو دے رہے ہیں۔ تو اس کی حکمت یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : یہ جواب صحابہ کرام کو ہے، کہ اگر آپ خاموشی سے اس طریقے سے دینا چاہتے ہیں کسی کو خبر نہ ہو تو اور وہ آپ صرف فقراء کو دے رہے ہیں۔ وہ بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تو صدقات وخیرات کو پوشیدہ رکھ کر کے دینا بشرطیکہ وہ فقراء اور مساکین کے لئے ہے مستحق لوگوں کے لئے ہو۔ اس کی بڑی بھلائی اور درجات ہیں۔ اور اس کا ایک انعام بھی ہے : ویکفر عنکم من سیاتکم : کفر کا مطلب ہے ڈھانکنا اور یہاں اس کا مطلب دھو دینے کے بھی ہیں، اور تمہاری برائیاں دُھل جاتی ہیں، تمہاری صفائی ہو جاتی ہے تمہاری باطنی صفائی ہو جاتی ہے تم سے تمہاری برائیاں چھوٹ جاتی ہیں اللہ تعالیٰ یہ انعام دیتا ہے۔ اور یہ انعام اس لئے دیتا ہے کہ جب تم خاموشی سے پوشیدہ طریقے سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو۔

تو اس کی بھی خبر اللہ تعالیٰ کو ہوتی ہے : واللہ بما تعملون خبیر ٥ : ان دو آیات کا تعلق جو ہے اسی مضمون سے ہے جس کا تذکرہ

Marfat.com

آرہا ہے پہلے۔ کہ مقبول و مردود صدقات کا ذکر ہوا کہ اس مال میں سے نہ دو جس کو تم پسند نہیں کرتے ہو۔ اس مال میں سے نہ دو جیسے کہ کفار کیا کرتے تھے کہ سڑی ہوئی خراب کھجوریں جو ہیں وہ دے دیں اچھی خود رکھ لیں۔ اور اب اس کا انجام اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوتی ہیں اگر مومنین کی طرف سے ہوں اور کافر کی طرف سے ہوتی ہیں تو نہیں ہوتیں اور اس کا ایک انجام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتی ہے۔ اور صدقات کی کچھ قسمیں ہیں یہ احکام سارے قسموں کے متعلق ہیں ایک تو واجبہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے واجب کر دی ہیں اور نفلی ہیں جیسے صدقات و خیرات۔ اور واجبہ کی بھی دو قسمیں ہیں؛ ایک جو اللہ کی طرف سے واجب کی گئی اور ایک آپ نے خود جو مُنت کے ذریعے سے واجب کر لی۔ تو اللہ تعالیٰ اب ان آیات میں مَنّت کے متعلق بھی ذکر فرماتا ہے۔ اور جیسا میں نے بتایا کہ: وما انفقتم من نفقة: اس میں تمام طرح کے اخراجات اس میں سمو جاتے ہیں چاہے وہ حرام و حلال ہوں قلیل و کثیر ہوں یا ریا یا اخلاص کے ساتھ ہوں یا حق ہوں یا باطل ہوں یا ظاہر ہوں یا باطن ہوں، ہر طرح کے تو نذر منت مانتے ہیں جو تو نذر کا اصلی مطلب تو ہے خوف۔

اِس لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ یوم الدین؛ قیامت دِن حاضر ہونے کا اور یوم الدین کا ڈر ہمیں دلاتے ہیں، کفّار کو ڈراتے

Marfat.com

ہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے۔ تاکہ وہ ایمان کی طرف آئیں تو یہاں کسی چیز کو اپنے اوپر لازم کر لینا اور انسان مَنّت اِس وقت مانتا ہے جب کہ اس کے دل میں باطنی طور پر کوئی خوف ہو کہ یہ ہو یا نہ ہو۔ تو پھر وہ اللہ تعالےٰ سے کہتا ہے کہ: یا اللہ تعالیٰ تو مجھ پر یہ کرم کر دے تو میں یہ کام کروں گا، زکوٰۃ خیرات وغیرہ ظالمین کا اللہ نے فرمایا: وما للظّٰلمین من انصار٥: اِس کا مطلب ہے ظلم اور اسکا مطلب ہے اندھیرا اس کا مطلب ہے، غیر محل چیزیں۔ نامناسب بات نامناسب عمل۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ کفّار کے اچھے اعمال بھی قبول نہیں ہوتے۔ لہٰذا صدقات کی قبولیت کے لئے شرط ہے انسان کا مومن ہونا۔ ایسی بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز مانع ہو اس کی قدرت سے باہر ہو، کہ کفّار کو وہ اس کا اَجر نہیں دے سکتا۔ اس کی طاقت تو لامحدود ہے، دراصل کفّار میں اہلیّت نہیں ہوتی اپنے قلب و رُوح کی غلاظت کی وجہ سے، اپنے گناہوں کی وجہ سے، اپنے کُفر کی وجہ سے یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ ربّ کریم کی طرف سے جو خیر آتی ہے اس کو وہ اپنے دامن میں لے لے۔ تو ان میں وہ صلاحیتِ قبولیت نہیں ہے کہ یہ صلاحیت نہیں کہ اللہ کی رحمت کو، کرم کو قبول کریں۔

حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا ہے کہ نذر کی چار قسمیں ہیں۔ یہ آیت چونکہ نذر کے متعلق ہے، اِس لئے اِس کے مسئلے بھی صحابہ کرام

Marfat.com

نے جمع کئے ہیں، تفسیر کی کتابوں میں۔ ایک تو نذرِ مُبہم۔ کوئی آدمی یہ کہے کہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں کچھ کر دوں گا؛ تو یہ نذرِ مُبہم ہے۔ اِس میں نذر کا نام ہی نہیں لیا اور ایک نذرِ معصیت ہے کہ فلاں بات ہو گئی تو میں کسی کو مار ڈالوں گا۔ گالی بک دُوں گا، یا کوئی گناہ کر لوں گا۔ تو اسطرح کی نذر، نذرِ معصیت ہے۔ اور ایک قسم کی نذر وہ ہے کہ اپنی طاقت سے باہر چیزوں کی نذر مانے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے شروع ہی سے منت ایسی مانی جس پر یہ عمل ہی نہیں کر سکتا۔ اور چوتھی مشروع عبادت کی نذر ہے کہ شریعت کے حساب سے جو عبادت ہے مثلاً صدقات ہیں، حج ہے، زکوٰۃ ہے خیرات ہے، نوافل ہیں ان کی نذر، نذر کرنا۔ ان میں تو نذر ادا ہو جاتی ہے۔

لیکن پہلی تین قسمیں جو ہیں وہ سب میں چونکہ ہو نہیں سکتا، لہٰذا نذر مان لی ہے تو اس میں سے قسم کا کفّارہ ہوتا ہے یہ بھی ایک طرح کی قسم ہی ہے جس طرح سے قسم کا کفّارہ ہے اِسی طرح سے نذر کا کفّارہ جو ہے وہ واجب ہو جاتا ہے، دینا پڑتا ہے۔ نذر کے سلسلے میں کچھ اور بھی مسائل ہیں۔

پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ نذر پوری کرنا فرض ہے۔ بشرطیکہ یہ نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ اور ایسی چیز کی نذر جو کہ واجب ہو۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، قربانی۔ وہ نذر جو کہ غیر واجب جو واجب نہیں ہیں

Marfat.com

مثلاً یہ کہیں کہ مسجد میں چراغ جلائیں گے۔ یا جھاڑو دے دیں گے ،
ایسی منت کا پورا کرنا جو ہے وہ ضروری نہیں ہے اگر وہ رہ بھی جائے
اس لئے کہ وہ اللہ کے لئے نہیں ہے۔ اللہ کے لئے نماز، روزہ، حج،
زکواۃ یہ سب چیزیں ہیں۔ تو اس طرح کی مَنّت کریں مسجد میں جھاڑو
دے دوں گا۔ مسجد میں چراغ جلادوں گا۔ اس کو پورا کرنا واجب نہیں ہے
یہ شریعت کے حساب سے عبادات ہیں مشروع عبادات ہیں۔ اللہ تعالیٰ
نے نذر اور مَنّت کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔ اَب جب صدقات وخیرات
کی باتیں ہو رہی ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مَنّت اور نذر
کی بات بھی بیان کر دی۔ تو نذر عبادت ہے ، اللہ تعالیٰ نے اسکو صدقات
کے ساتھ اس کا بیان کیا ہے۔ اولیاء کے نام کی نذر شرعی نہیں ہے کہ
اگر میرا یہ کام ہو جائے گا تو پیر صاحب میں آپ کو یہ نذرانہ دوں گا۔ تو یہ
وجوبِ مَنّت نہیں بنتی۔ یہ ایفائے عہد کے زُمرے میں آتا ہے۔ ہاں اگر
اللہ تعالیٰ کے نام کی نذر ہے کہ میں اتنا آپ کی راہ میں خرچ کر دوں گا۔ تو وہ
خانقاہوں میں جہاں درویش مسکین بھی ہوتے ہیں جہاں کارِ خیر تا ہے،
یا دَرگاہ پہ خرچ کرنا جائز ہے۔ نذر جائز ہے۔ نذر کی اور بھی قسمیں ہیں۔
جیسے مَنّت جو ہے وہ معلّق کہ کسی کام کے ہونے پہ اس کا دار و مدار،
اس کا انحصار ہو۔ جب تک وہ کام نہیں ہو گا وہ مَنّت واجب نہیں
ہو گی۔ تو اسے کہتے ہیں نذرِ معلّق۔ جو کسی شے پر موقوف ہو۔

Marfat.com

اور نذرِ مطلق جو کسی چیز پہ موقوف نہ ہو۔ جیسے آپ کہیں کہ، کل یا اللہ! میں بیس (۲۰) رکعت نماز پڑھوں گا نفل کی۔ یہ نذرِ مطلق ہے صرف وقت کے ساتھ مشروط ہے۔ اور تیسری نذرِ معین، کہ مقرر کر دیا۔ کہ اتنے وقت، اتنے روپے ہمارے کام کرنے کے ساتھ۔ جو نذرِ شرعی ہے شریعت کے لحاظ سے جس میں کہ عمل جو ہے وہ شرعی ہے اس کی پانچ (۵) شرائط ہیں۔ پہلی یہ کہ حرام بعینہٖ کی نذر نہ ہو جو چیزیں حرام ہیں جو عمل یا مال حرام ہو اس کی نذر آپ نہیں کر سکتے۔ دوسری شرط یہ کہ وہ واجب کے جسم سے ہو۔ نماز، روزہ، صدقہ، خیرات، حج یہ سب۔ اور وہ بغیر نذر کے واجب نہ ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ آپ کی ملکیت سے زیادہ نہ ہو۔ اگر آپ نے اپنی ملکیت یا اپنی مالی صلاحیت سے زیادہ کی نذر مان لی۔ یعنی آپ نے کہہ دیا کہ فلاں میرا کام ہو گیا تو میں اِس مکان کو دے دوں گا۔ یہ آپ کی ملکیت ہی نہیں تو یہ باطل ہو گئی۔ اور دوسری بات یہ کہ اگر آپ یہ کہیں کہ تم میرا یہ کام کر دو گی تو میں آسمان کے تارے توڑ کر لا دوں گا۔ یہ تو ناممکنات میں سے ہے۔ تو اِس طرح کی منت کرنا اور وعدے کرنا یہ غلط ہے۔ اَب اللہ تعالیٰ نے تو فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے، ہر چیز کا حساب ہو گا۔ روزے داروں کے کھانے پینے کا حساب نہیں ہو گا۔ اپنے ماں باپ پہ جو خرچ کرینگے یا اپنے معصوم بچوں کو ان کا کوئی حساب کتاب آپ کو نہیں دینا پڑے گا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ آپ کو انعام کے طور پہ اس کے حساب کتاب سے معافی دے دے گا۔

قیامت کے دن مشرکین کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ جو اگلی آیت ہے "۲۷۱"۔ خفی وظاہر و پوشیدہ کے متعلق۔ وہ ایک نئی جہت ہے صدقات وخیرات کے مسئلے کی پہلے حرام وحلال کی بات تھی، پھر اسکی حفاظت کی بات تھی کہ اپنے احسان جتا کر یا ایذا دے کر اس کو ضائع نہ کرو۔ عمل کرو تو اس کی حفاظت بھی کرو۔ یہ نہ ہو کہ وہ مرنے سے ہی ضائع ہو جائے کچھ ملے نہیں اور جیسے میں نے عرض کیا تھا کہ یہ پہلی آیت تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ ہمارے تمہارے انفاق کو تو اس وقت صحابہ کرام نے یہ پوچھا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو پھر ظاہر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن بعض چیزیں ظاہر کرنا ضروری ہوتی ہیں، اس لئے کہ اِس میں تبلیغ کا عنصر ہوتا ہے۔ مثلاً غزوۂ تبوک میں جب اس کے لئے چندہ جمع کیا جا رہا تھا تو پہلے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نو سو (۹۰۰) اونٹ، نو سو (۹۰۰) دینار دوں گا۔ پہلے اس کا اعلان کیا پھر لا کر کے صحابہ کرام کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا۔ یہ اس کا اظہار تھا۔ اور اس سے ایک اُصول مُرتّب ہوا کہ جو قومی کاموں کے لئے چندہ ہے وہ اگر ظاہر کر کے دیا جائے تو بہتر ہے۔ دوسرے ظاہر کرنے میں ایک خوبی یہ ہوتی ہے کہ یہ پتہ لگتا ہے کہ آپ جائز کام

Marfat.com

کے لئے کر رہے ہیں۔ جس کو مل رہا ہے وہ غنی ہے یا محتاج ہے یہ سب چیزیں پتہ لگ جاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بتا دیا کہ خفیہ تم دو تو اس میں احتیاط کرو، فقراء کو، مستحق لوگوں کو ملنا چاہیئے۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر حکم دیا ہے کہ خاموشی سے دیں اور فقیروں کو دیں تو اس میں یہ بھلائی ہے۔

اس سے ایک اُصول اور بنتا ہے کہ حج جو ہے وہ اعلان کر کے جانا چاہیئے کہ میں اس سال انشاءاللہ حج کروں گا۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو بھی ترغیب ہوتی ہے۔ اور یہ سنتِ نبی کریمؐ ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج کا اعلان فرمایا اور اپنے ساتھ صحابہ کرام کو لے کر تشریف لے گئے اور آپ بعض کام تعلیم کیلئے بھی کرتے تھے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف فرمایا اور سعی فرمائی، یہ اس لئے تھا کہ اگر کوئی اپنے پیروں پہ چل کر کے طواف اور سعی نہ کر سکے تو وہ سواری پر بھی کر سکتا ہے، یہ اپنی اُمت کی تعلیم کے لئے تھا۔ اور یہ سب کے سامنے آپ نے کیا۔

اس آیت سے کچھ اور اُصول مرتب ہوتے ہیں۔ کہ نیت خیر کے ساتھ نیک ارادے سے کسی طرح کی بھی آپ خیرات کریں وہ معتبر ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں صدقات و واجبات جو ہیں، جیسے زکواۃ ہے روزہ اور حج یہ اعلانیہ کرنا احسن ہے، لیکن جو نفلی صدقات

Marfat.com

ہیں اس کو چھپا کر دینا احسن ہے اور چندہ جو ہے وہ اعلانیہ دینا ہے، یہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ ایک اصول یہ بھی بنا کہ نفلی صدقات میں بھی تبلیغ وترغیب کے لئے وہ ظاہر کئے جا سکتے ہیں اور اس کی مثال ذکرِ بالجہر ہے۔ صدقات صرف فقراء کے لئے نہیں ہیں۔ بعض دفعہ آپ کہتے ہیں، مسافرین، مساکین ویتامیٰ ہو سکتا ہے کہ یتیم کی جائداد ہو لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے یتیموں کی مدد کرنے کے لئے کہا ہے اور اقرباء ہیں اس میں لیکن صدقاتِ خفیہ جو ہیں وہ اعلانیہ سے بہتر ہیں اور جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: یکفر عنکم من سیاتکم : صدقات سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ خطرات ٹل جاتے ہیں۔ اعلانیہ صدقات کرنیوالے ان کو بھی کبھی ریاکار نہیں کہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بھی بہتر ہے ایک اس سے یہ مسئلہ ہوتا ہے جو آدمی غنی ہے جس کو پتہ ہے کہ یہ مالدار ہے اور یہ صدقات اور خیرات کرتا رہتا ہے۔ وہ اگر کھلے عام صدقات اور خیرات کرے تو اس کے لئے جائز ہے۔ اس لئے کہ اس کو لوگ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس میں صلاحیت ہے۔

تو اگر کوئی شخص لوگوں میں نہیں جانا ہوا بہتر غنی کے ان کے غنا کا علم عام لوگوں کو نہیں ہے۔ ایسا شخص اگر خفیہ طور پہ، پوشیدہ طور پر اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اس کے لئے وہ بہتر ہے۔ اگر کوئی شخص خیرات وصدقہ لینے والا، کھلے عام بھیک مانگنے والا نہ ہو۔ مسکین

Marfat.com

ہو مسافر ہو۔ یتیم ہو۔ تو ایسے لوگوں کو پوشیدہ طور پر ہی صدقات و خیرات دینا بہتر ہے، تاکہ ان کا بھرم نہ ٹوٹے۔ جو کھلے عام نہیں دستِ سوال اٹھاتے ایسے لوگوں کا بھرم رکھنا بہتر ہے۔ ان کو پوشیدہ طریقے سے دینا بہتر ہے۔

اَب ایک شرعی مسئلہ ہے کہ چندہ ہمیشہ اعلانیہ دینا چاہیئے یا نہیں؟ صدقات اگرچہ غرباء کے لئے ہیں۔ لیکن کچھ صدقات ایسے ہیں جن سے غنی بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ اور وہ کون سا صَدقہ ہے؟ وہ صَدقۂ جَاریہ ہے۔ اگر کوئی شخص مسجد بنا دے تو آپ اپنی دولت کیساتھ اس مسجد میں جاکر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی غنی کنواں کُھدوا دے یا نہر کھدوا دے، تو آپ وہاں کا پانی پی سکتے ہیں۔ اگر کوئی تعلیمی اِدارہ قائم کر دے۔ تو اس میں غنی بھی جاکر کے تعلیم حاصل کرتا ہے۔ تو صرف ایک قسم کا صدقہ ایسا ہے، صدقہ جاریہ جس کا استعمال غنی کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے جائز رکھا ہے۔ اموالِ ظاہری پر صدقات حکومت کو دینا چاہیئے۔ یہ ہماری رعایت ہے اور جن لوگوں نے حکومت کو اموالِ ظاہری پر زکوٰۃ دینا بند کر دیا، ان پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاد کا اعلان فرمایا کرتے۔ جو واجبی واجبات ہیں ان کو اعلانیہ کرنا چاہیئے باجماعت ادا کرنا چاہیئے جیسے نماز، جیسے عیدین کی نماز فرض بھی نہیں ہے واجب ہے لیکن وہ واجبات ہیں تو یہ اعلانیہ کرنا چاہیئے اور نفلی عبادت کو خفیہ رکھنا چاہیئے۔ جیسا کہ تہجد کی

Marfat.com

کی نماز۔

ایک فقیر آیا کرتے تھے بعد میں وہ بڑے لوگوں کے پیر بن گئے ان کو بڑا شوق تھا کہ بڑے لوگ جنرل وغیرہ ان کے پاس آئیں، انہوں نے کہا کہ فقیری میں چوری کرنا اور حرام کھانا یہ فقیروں کا طریقہ ہے میں نے کہا اس کا کیا مطلب؟ انہوں نے کہا عبادات چوری چوری کرو کسی کو پتہ نہ لگے۔ اور غصہ کھاؤ اس لئے کہ وہ حرام چیز ہے۔ تو فقیر جب اپنی زبان سے کہتا ہے کہ چوری کرو اور حرام کھاؤ اس کا مطلب ہے کہ خفیہ طور پر عبادت کرو اور غصے کو برداشت کرو یعنی نفس کو اپنے قابو میں رکھو۔ تو یہاں پر ہے کہ جو واجبی عبادات ہیں صدقات ہیں وہ اعلانیہ دو اور جو نفلی ہیں وہ خفیہ دو۔ اعلان کے ساتھ حج احسن ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت ہے۔ کبھی کبھی صدقہ جو ہے وہ حقوق العباد اور شریعت سے بَری کر دیتا ہے۔ اس کی مثال کیا ہے۔ روزے کا فِدیہ۔ بیمار اور ضعیف جن میں روزہ رکھنے کی صلاحیت نہیں ہے وہ اگر فِدیہ دیتے ہیں تو فرض روزے سے ان کو استثنیٰ مل جاتا ہے۔ تو بعض حالات ہیں صدقہ جو ہے وہ حقوق العباد اور فرض عبادت سے بری کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے بتائے ہوئے طریقے سے اس کی راہ میں خرچ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شکرانے کے طور پر، اپنے کرم کے شکر کے طور پر اس کی راہ میں خرچ کرنے اور

Marfat.com

عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں ہدایت عطا فرمائے تاکہ ہم
دینے والے سے محبت کریں۔ دی ہوئی چیزوں سے محبت نہ کریں۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین ہ

پارۃ تِلْكَ الرُّسُلُ سُورَةُ البَقَرَة

آیات نمبر ۲۷۲ ۔ تا ۔ ۲۷۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاحَبِیْبَ اللّٰه

لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ

خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا

ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ

خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ

اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ ٘

یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ

التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ۚ

لَا یَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا

Marfat.com

مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ ع
اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ
وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

انہیں راہ دینا تمہارے ذمہ لازم نہیں، ہاں اللہ راہ
دیتا ہے جسے چاہتا ہے، اور تم جو اچھی چیز دو، تو
تمہارا ہی بھلا ہے، اور تمہیں خرچ کرنا مناسب نہیں
مگر اللہ کی مرضی چاہنے کے لئے، اور جو مال دو تمہیں
پورا ملے گا اور نقصان نہ دیئے جاؤ گے۔ ﴿۲۷۲﴾ ان فقیروں
کے لئے جو خدا کی راہ میں روکے گئے، زمین میں چل
نہیں سکتے۔ نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب،
تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا، لوگوں سے
سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے، اور تم جو خیرات
کرو اللہ اسے جانتا ہے ﴿۲۷۳﴾ وہ جو اپنے مال خیرات
کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر، ان
کے لئے ان کا نیگ ہے ان کے رب کے پاس،

Marfat.com

اِن کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم ﴿۲۷۴﴾

اے عزیزانِ محترم! آج انشاء اللہ ۲۷۲ تا ۲۷۴ کی تفسیر پیش کرونگا پہلی دو آیات یعنی ۲۷۰ اور ۲۷۱ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے وہ حکمت عطا فرما دیتا ہے، اور حکمت خیر ہے۔ جس کو اللہ نے حکمت عطا کی ہے اس کو خیرِ کثیر عطا فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے حکمت لے کر سرکارِ دو عالم ﷺ اپنے غلاموں تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ تو وہ اللہ تعالیٰ خیرِ کثیر کا عطا فرمانے والا ہے اور سرکارِ دو عالم ﷺ اور ان کے غلام اولیاء اللہ اس خیر کثیر کے قاسم ہیں۔ اور بے شک اللہ کی طرف سے جو نصیحتیں ہیں جو حکمتیں ہیں اس کا فائدہ صرف صاحبانِ عقل کو ہوتا ہے۔ جن کو اللہ نے عقلِ سلیم عطا فرمائی ہے وہی اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ اللہ کی نگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ تو جو صدقہ دے یا نذر مان کر نذر دے، یہ سب اللہ کے علم میں ہے۔ اگر کوئی ایسا کرے کہ کام اس کا اٹکا ہوا ہو، اور وہ نذر مانے اور کام ہو جانے پر نذر پوری نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو پتہ لگ جائے گا کہ اس نے ظلم کیا ہے اپنے اوپر: وما للظالمین من انصار ۵ : اور گناہ گاروں کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

پھر اللہ نے فرمایا کہ صدقات دو طریقے سے دیئے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

ایک چھپا کر اور دوسرے اعلانیہ۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ تم چاہے چھپا کر صدقہ دو، یا کھلے عام دو، دونوں طریقے سے جو کچھ تم فقراء کو دیتے ہو، وہ تمہارے لئے ایک نیکی ہے اچھی بات ہے۔ اور اس نیکی کا اجر یہ ہوتا ہے کہ تمہارے وجود سے تمہاری برائیاں دُور کر دی جاتی ہیں تمہارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، تمہارے قلب و رُوح پاکیزہ ہو جاتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر کام جو ہم کرتے ہیں سے باخبر ہے۔ ظاہر ہے انعام دینے والا جب تک باخبر نہ ہو گا۔ اس کا انعام کیسے دے گا۔

اب ۲۷۲ ویں آیت ہے : لیس علیک ھدٰھم ولکن اللہ ۔۔۔ الیکم وانتم لا تظلمون ۝ : اِس آیت کا پچھلی آیات سے تعلق ہے پچھلی آیات میں صدقات اور خیرات کا ذکر تھا۔ کُھلے عام دینے کا یا چھپا کر دینے کا تھا، نیک نیتی سے دینے کا تھا۔ رِیا سے خالی ہو کر دینے کا تھا۔ اخلاص کے ساتھ دینے کا تھا، اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ صدقات و خیرات بلا لحاظ دینا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی کافر ہے، یا مشرک ہے، یا مسلمان ہے۔ تم ہر ضرورت مند کو دے سکتے ہو۔ تو اب صدقہ لینے والے کی کیٹگریز کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وہ مومن بھی ہو سکتے ہیں، غیر مومن بھی ہو سکتے ہیں کیوں؟ صدقہ اپنے بندوں میں سے اغنیاء سے غرباء کو دیا جاتا ہے، دِلوانا یہ رَبّ کی ربوبیت کا مظہر ہے۔ رَبّ جو ہے وہ رَبّ العالمین ہے۔ سارے عالم کو پالنے والا ہے۔ خیر الرازقین

ہے سب سے اچھا رزق دینے والا ہے۔ ایک کافر کو بھی رزق دیتا ہے اور مومن کو بھی رزق دیتا ہے، تو اس سے اس کا سب سے بڑا تعلق یہ ہے کہ۔ پہلا صدقات کا ذکر ہے، اس کے طور طریقے کا ذکر ہے، اب یہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ صدقات کفار اور مشرکین دونوں کو دیئے جا سکتے ہیں۔ صدقات وخیرات غیر مسلموں سے اس وجہ سے نہیں روکنا چاہیئے کہ وہ معاشی دباؤ میں آ کر اسلام قبول کر لیں گے یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ اس لئے کہ ہدایت تو اس نے اپنے پاس رکھی ہوئی ہے جسکو چاہے گا وہ ہدایت دے دے گا۔ پہلے میں اس کا مطلب آپ کو بتا دوں : لیس علیك هدیهم : آپ کے اوپر یہ ذمے داری نہیں ہے، ان لوگوں کی ہدایت کریں۔ یعنی کفّار اور مشرکین کی ہدایت۔

اے میرے محبوب! آپ اِس بات کے ذمے دار نہیں ہیں کہ وہ لوگ راہِ راست پر آجائیں۔ آپ تو بشیر ونذیر ہیں۔ اچھّا کام کرنیوالوں کی بشارت دینے والے، اللہ کے انعام کی خوشخبری دینے والے ہیں اور بُرا کام کرنے والوں کو اللہ کے خوف سے ڈرانے والے ہیں۔ آپ بشیر اور نذیر ہیں۔ ہدایت دینے والا میں ہوں جس کو میں چاہوں گا۔: ولکن الله یهدی من یشاء : لیکن اللہ کی ذات ہی وہ ذات ہے جس کو چاہے وہ ہدایت دے دیتا ہے۔ اسلام لانے سے پہلے بہت سارے لوگ اہلِ مکّہ اور اہلِ مدینہ ان کی قرابت داریاں مشرکین میں تھیں، یہودیوں

Marfat.com

میں تھیں۔ اور اسلام لانے کے بعد اِن کو ایک طرح کی کراہیت ہوتی تھی، ان سے تعلق رکھنے میں۔ لہٰذا ان کو پہلے اپنے رشتے داروں کے ساتھ، اعزاء، اقربا اور غرباء کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے، انہوں نے اپنا ہاتھ روک لیا، ان کو اَب نہیں دیتے تھے۔ تو مدینہ منوّرہ میں بھی جو دو بڑے قبیلے تھے، ان میں رشتے داریاں تھیں، شادی بیاہ ہوتے تھے ان میں بھی غرباء فقراء ہوتے تھے ان کی یہ مدد کیا کرتے تھے انصار۔ اسلام لانے کے بعد۔ شروع شروع میں تو وہ کرتے رہے جب بہت زیادہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو مسلمانوں میں فقراء غرباء زیادہ تر ایسے ہی تھے۔ مساکین اور خاص طور پر اہلِ صُفّہ۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حتی الوسع اپنا صدقہ وخیرات مسلمانوں کو دیا کرو۔ اِس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ پھر یہ بھی ہوا کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں ان کی والدہ اور ان کی دادی آئیں، اپنا کوئی سوال لے کر، کوئی حاجت لیکر ان کے پاس۔ دونوں مشرکہ تھیں تو انہوں نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر آپ کی کچھ مدد نہیں کرسکتا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ تشریف لے گئیں، تو آپ نے کہا کہ دیکھو ان کے کُفر سے یا تمہارے اسلام لانے سے تمہارا رشتہ نہیں ٹوٹا ہے۔ قرابت داریاں اور رشتے داریاں کبھی نہیں ٹوٹتیں۔ تو ان کا حق تم پر ہے تم ان کا حق ادا کرو۔ تو اِس وقت اس پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے یہ آتاریں۔

Marfat.com

صدقہ وخیرات ان کفار اور مشرکین یہود و نصاریٰ غرباء مساکین کو صدقہ وخیرات دے کر ان کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ ہدایت تو میں ہی دوں گا جس کو چاہوں گا اور وہ مشرف بہ اسلام ہو جائے گا۔ جن علماء نے اس کی تشریح وتفسیر کی ہے وہ یہ ہے کہ فرض صدقات ہیں جیسے زکوٰۃ ہے۔ یہ تو صرف مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔ جو نفلی ہیں صدقہ وخیرات وہ آپ کفار مشرکین اور دوسرے ضرورت مندوں کو دے سکتے ہیں۔ اس کا شانِ نزول جو ہے۔ ایک تو حضرت اسماء بنت ابی بکر کا واقعہ آپکو سُنایا اور دوسرا یہ کہ ایک انصار کی رشتے داریاں تھیں دونوں قبیلوں بنی نظیر اور بنی قریظہ سے اور تیسری رشتہ داریوں کی بات کی، اور چوتھا یہ کہ جب مدینہ منورہ کے مسلمان تمام فقراء کو بغیر امتیاز کے دیا کرتے تھے لیکن جب مسلمان زیادہ ہو گئے تو انہوں نے مسلمانوں کو ترجیح دی، اُس وقت یہ آیت نازل ہُوئی۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: اے میرے حبیب ﷺ! مخلوق کی ہدایت آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ میری ذمے داری ہے، آپ سے اس کی پرستش نہیں ہو گی۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کو ہدایت نہ ملی وہ مومن نہ ہوئے۔ اور: وما تنفقوا من خیر فلانفسکم ط: تم جو کچھ خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں، یہ تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ اور تم مومن

Marfat.com

ہو تم ہر کام اللہ کی رضا کے لئے کرتے ہو۔ : وما تنفقون ... وجہ اللہ :
اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اللہ کی رضا جوئی کے لئے کریں گے۔
جو کچھ آپ خرچ کریں گے : وما تنفقون : اور آپ خرچ نہیں کریں
گے : الابتغاء وجہ اللہ : سوا اس کے کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے
کے لئے : وانتم لا تظلمون ٥ : اور جب آپ اللہ کی رضا کے
لئے خرچ کریں گے۔ بغیر اس امتیاز کے کہ یہ ضرورت مند مسلمان ہیں یا
کافر۔ تو آپ گھاٹے میں نہیں رہیں گے۔ جو آپ نے کفّار کو دے دیا۔
وہ بھی صدقہ اللہ کی بارگاہ میں مانا جائے گا۔ اس کا بھی ثواب ہوگا۔ کس
کو ملتا ہے، اس بناء پر آپ کو ثواب نہیں ملتا۔ ثواب اِس بنا پر ہوتا ہے
کہ آپ نے یہ کام اللہ کی رضا جوئی کے لئے کیا ہے۔

اس آیتِ مبارکہ کے کچھ اُصول بھی بنتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ
کفر اور شرک سے رشتہ نہیں ٹوٹتا۔ اور اہلِ قرابت سے سلوک جاری رکھنا
مسلمانوں پر فرض کر دیا گیا ہے۔ اور ذِمّی کفّار کہ کچھ وہ ہیں جو ٹیکس دیتے
ہیں۔ اور اسلامی حکومت، اسلامی معاشرہ ان کی حفاظت کی ذمّے داری
لیتی ہے وہ ذِمّی کہلاتے ہیں۔ تو ذِمّی کفّار کو صدقہ نفلی دینا جائز ہے نہ
کہ فرض۔ یا جائز ہے فرض نہیں ہے۔ یہ اُمّتِ مُسلمہ کا اجماع ہے کہ
صدقہ فرض صرف مسلمانوں کو دیا گیا، زکوٰۃ لیکن ذِمّی کافر کے ساتھ تو آپ
سلوک کر سکتے ہیں۔ لیکن حَربی کافر جو ہے جس سے آپ کی جنگ ہو جیسے

Marfat.com

ہندوستان کے مسلمان، ہندو ہیں۔ ان کو صدقہ دینا جائز نہیں ہے۔ کوئی اسرائیلی مل جائے اسکو نہیں دیں گے۔ ہندوستانی کوئی ملیگا جو مُسلمانوں کا دشمن ہے یا حربی کافر ہے صرف ان کے حقوقِ قرابت داری جو ہے وہ آپ ادا کریں۔ دوسری بات یہ کہ تبلیغ دین کے لئے ناجائز ذریعہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ کفّار کرتے ہیں مسلمانوں کے خلاف اپنا مطلب نکالنے کے بعد۔

اسلام نے معاشی پابندی کا طریقہ یعنی کسی ذریعے کے حصول کے لئے کسی کو معاشی تنگی دینا یہ ناجائز قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ مدینہ کے کفّار اور مشرکین اور یہود و نصاریٰ پر بھی زکوٰۃ و صدقات کی پابندی کو اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور کہا کہ یہ ذریعہ نہ استعمال کرو ان کو ہدایت پہ لانے کا وہ تو اللہ ہی ان کو ہدایت پہ لائے گا۔ تو تبلیغِ دین کے لئے ناجائز ذریعہ اختیار کرنا وہ منع ہے۔ ہمارے ہاں لوگ اپنے فقہ کی اپنے مسلک کی تبلیغ کے لئے چندہ کرتے ہیں وہ بہت ہی غلط ہے۔ آپ نے کسی غریب فقیر کو صدقہ دے دیا، اِس نے جاکر اس کی شراب پی لی۔ آپ کا صدقہ اس سے خبیثہ نہیں ہوگا۔ مثلاً کُتا ناپاک جانور ہے جبکہ اس کو پانی پلانا ثواب کا کام ہے تو آپ کی نیکی صرف اِس وجہ سے نہیں ضائع ہو جاتی کہ پینے والا کُتا ہے تو آپ کا صدقہ اس لئے نہیں جائز ہوگا کہ لینے والا کافر ہے۔

ساتواں اُصول یہ ہے کہ مالِ حلال سے خیرات کرنی چاہیئے۔ صحابہ کرام

کے صدقے اخلاص پر مبنی تھے۔ وہ ریا سے خالی تھے، جو کچھ کرتے تھے اللہ کی رضا کے لئے کرتے تھے اور اس لئے اللہ نے ان کو جب مخاطب فرمایا تو فرمایا: وما تنفقون۔۔۔۔اللہ : آپ تو خرچ ہی نہیں کرتے بجائے اس کے کہ اللہ کی رضا کو تلاش کریں، اسکی جستجو کریں۔ اِس سلسلے میں ایک ذمّی کافر کو خیرات دینی جائز ہے۔ لیکن اسے لینا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ مسلمانوں کی بے غیرتی ہوگی کہ کافروں کے سامنے وہ ہاتھ پھیلائے لیکن انہیں سود دینا حرام ہے ذمی کافر کو۔

اس کی تفسیرِ صوفیانہ یہ ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا مظہر ہے کہ ضرورت مند کافر اور مشرکین کو، یہود و نصاریٰ کو بھی رزق پہنچاتا ہے۔ صدقات کے ذریعے سے اگر وہ کچھ کما نہیں سکتے ہوں اور محتاج ہوں۔ اور اس میں کسی قسم کی رکاوٹ اللہ تعالیٰ نے مناسب نہیں سمجھی۔ ہمارا نفس بھی محتاج ہے۔ لیکن وہ طور طریقے اپنے کرتا ہے۔ کفّار اور مشرکین کی طرح سے۔ یہ نیک عمل میں رکاوٹ کرتا ہے۔ اور آپ کا کام یہ ہے کہ آپ نفس پر سواری کریں۔ لیکن گھوڑے کو اگر چارہ نہ دیں، تو آپ سواری کیسے کریں گے، وہ تو بے ہوش ہو کے مر جائے گا۔ تو اس وجہ سے اللہ نے حقوق العباد کے ساتھ اور حقوق اللہ کے ساتھ حقوق النفس بھی رکھے ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ اگر تمہارا نفس صحیح ہو جائے تو تم اِس کے حقوق ادا کرنا بند کر دو۔

Marfat.com

اگلی آیت جو ہے وہ اصحابِ صُفّہ کے متعلق ہے آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ وہ صُفّہ کا جو مقام ہے آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا، چبوترہ کہتے ہیں۔ تو وہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چار پانچ سو فقرا، وہاں ہر وقت بیٹھے ہوتے تھے، اتنے غریب ہوتے تھے کہ ان کے تن پہ پُورا کپڑا بھی نہیں ہوتا تھا۔ پیٹ پچکا ہوتا تھا اس لئے کہ فاقے کئے ہوتے تھے۔ اور سارا دن عبادت کرتے تھے نماز اور قرآن پاک پڑھتے تھے۔ رات کو تہجد پڑھتے تھے۔ بس اس چبوترے پر پڑے رہتے تھے۔ سوائے رفعِ حاجت کیلئے جاتے تھے۔ توکّل اتنا تھا کہ اللہ پر بھروسہ کرتے تھے۔ کسی کے آگے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے۔ اگر ان کو کوئی پہچانتا تھا تو ان کے چہرے سے یا اِنکی آواز سے، یا ان کے لباس سے، ان کے ہِلنے جُلنے کی علامت سے کہ ان کو پیٹ بھر کھانا نہیں ملتا، ان کو کپڑا نہیں ملتا۔ تو ایسے لوگوں کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے خاص تاکید فرمائی ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں دین کے کام کے لئے اللہ کو یاد کرنے کے لئے اپنے کو وقف کر رکھا ہے وہ دنیا میں رزق کی بھاگ دوڑ کے لئے معذور ہیں۔ جیسے اصحابِ صُفّہ۔ ایسے لوگوں کو پہچاننے کی کوشش کرو، اور ان کی مدد کرو۔ اس کا بڑا ثواب ہے :

للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ : اور ایسے فقراء کو بھی دینا ہے۔

یہاں پر یہ پچھلی سے وابستہ ہے : لِلفقراء : ان فقراء کے لئے بھی : الذین : جو کہ ہیں : احصروا : حصار کہتے ہیں باندھنے کو روکنے

کو۔ جو کہ اٹک رہے ہیں، رُکے ہوئے ہیں۔ حصار میں ہیں، فی سبیل اللہ۔ اللہ کی راہ میں وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں رُکے ہوئے ہیں، اَٹکے ہوئے ہیں۔ اپنے کو اللہ کی ذات سے وابستہ کئے ہُوئے ہیں : لا یستطیعون : اِستطاعت، قوت، ضربا۔ ضرب کا مطلب ہے چلنا : فی الارض : ان میں اِتنی طاقت نہیں ہے اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ بھاگ دوڑ کریں اور رزق حاصل کریں۔

حستة هم الجاهل : حسنہ سمجھنے کو کہتے ہیں تو ان لوگوں کے متعلق یہ کیا گمان کرتے ہیں۔ جاہل اور پڑھے لکھے نہیں بلکہ یہاں مطلب ہے وہ لوگ جو ان کے حالات سے واقف نہیں ہیں وہ ان کو کیا سمجھتے ہیں : یحسب هم الجاهل۔۔۔ من التعفف : تعفف کا مطلب ہے کہ وہ کس سے سوال نہیں کرتے۔ نہیں مانگتے۔ تو لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے کی وجہ سے بہت سے لوگ ان کے متعلق یہ غلط گمان رکھتے ہیں کہ وہ مالدار ہیں اور گھر بار چھوڑ کر اللہ کی راہ میں یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ : تعرفهم بسیماهم : پیشانی کو کہتے ہیں۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم، آپ تو ان کو پہچان جاتے ہیں، ان کے چہرے سے اگرچہ ان کا کیا طور طریقہ ہے : لا یسئلون الناس الحافا : لحاف کہتے ہیں لپٹ جانے کو یہ اوڑھ کر کے سوتے ہیں۔ تو یہ لوگوں سے سوال نہیں کرتے، بے کس ہوں اللہ کی راہ میں دے دو۔ یہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے، لوگوں کے پیچھے نہیں پڑتے مدد

کے لئے ۔ اور اس وجہ سے اور کس سے سوال نہیں کرتے ۔

اس وجہ سے بہت سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ یہ غنی ہیں مالدار ہیں یہ خیرات وصدقات کے مستحق نہیں ہیں ۔ لیکن آپ تو اے حبیب ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ غلام جو ہیں یہ ان کے چہروں سے پہچان جاتے ہیں ان کی نقاہت سے پہچان جاتے ہیں ۔ ان کی کمزور آواز سے پہچان جاتے ہیں ان کے لباس سے پہچان جاتے ہیں، ان کو بھی دینا بہت ثواب کا کام ہے ۔

وما تنفقو من خیر ...... علیم o اور تم اللہ کی راہ میں اچھا خرچ کرو، تو اللہ تعالیٰ اسکو جان جائیگا ۔ بے شک وہ اتنا مہربان ہے کہ ہر چیز اس کے علم میں ہے اور وہ ہر اچھے کام کا صلہ عطا فرماتا ہے ۔

تو یہ آیتِ مبارکہ اصحاب صُفّہ کے نازل ہوئی تھی اور ایک دفعہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جاکر بیٹھ گئے ۔ ان کی دلجوئی کے لئے آپؐ نے فرمایا : کہ اے صُفّہ والو ! میری اُمّت میں جو کوئی تمہاری طرح سے صابر وشاکر ہوگا ، اور پرہیزگار ہوگا وہ قیامت کے دن میرا رفیق ہوگا ۔ فقر میں صبر اور شکر جو ہے اس کا انعام یہ ہے کہ قیامت کے دن وہ سرکار دوعالمؐ کا رفیق ہوگا ۔ اور پھر دوسرے لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ : اے لوگو ! ایک وقت آنے والا ہے جب تمہارے سامنے دستر خوان پر کھانوں کے پیالے رکھے جائیں گے ، یعنی اہلِ صُفّہ کے آگے اور حکمران ان کے میزبان ہوں گے ۔ اصحابِ صُفّہ نے کہا کہ اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ پر

Marfat.com

ہمارے ماں باپ قربان۔ اس دن تو ہم بڑے ہی خیر میں ہوں گے۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلکہ تم خیر میں تو آج بھی ہو اس لئے کہ تم اللہ کے محبوب ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں پسند کریگا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صُحبت نصیب کرے گا قیامت کے دن۔

تو اس دن اس دلقعے کی نسبت سے یہ آیت نازل ہُوئی۔ اِسکا خلاصہ تفسیر یہ ہے کہ اصل حق تو اِن فقیروں کا ہے جو راہِ الٰہی میں مُقیّد ہو گئے ہیں کہیں جا نہیں سکتے۔ دین کا کام کرتے ہیں اور دین کے کام میں ایسے مشغول ہو گئے ہیں کہ ان کے لئے تلاشِ معاش مشکل ہے وہ اس میں سرگرداں نہیں رہ سکتے۔ اور اگر وہ طلبِ معاش میں نکل جائیں تو ان کے دینی کام میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ جو ناواقفیت سے انہیں غنی سمجھتے ہیں، وہ اللہ کی رضا کی تلاش میں رہتے ہیں۔ وہ ایسے لوگوں کی نقاہت اور حالات دیکھ کر کے پتہ لگاتے ہیں کہ یہ حاجت مند ہیں اور اعلانیہ اور خفیہ طریقے سے ان کی مدد کرتے ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ کے کچھ فائدے ہیں کچھ اُصول ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بہترین زندگی ان کی ہے۔ جنہوں نے اپنی زندگی کو اللہ کیلئے وقف کر دیا ہے۔ اس لئے کہ ایسے ہی لوگوں کے لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن وہ میرے رفیق ہوں گے۔ تو جس زندگی میں قیامت کے دن اللہ کے حبیبؐ، یعنی شفیع المذنبین کی رفاقت نصیب

Marfat.com

ہو۔ان کی زندگی ہی بہتر ہے۔اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے صدقات کا خصوصی حکم اس آیتِ مبارکہ ۲۷۳ میں دیا ہے۔ضرورتِ خاص کے تحت کفّار کے ساتھ احسان بہتر ہے، لیکن ان کے مقابلے میں متقی اور پرہیزگار کی خدمت میں اور زیادہ ثواب ملتا ہے۔ تیسرا اصول یہ ہوا کہ عام فقراء بھیک مانگنے والے سائلین کے مقابلے میں غریب اور دینی مدارس کے طلباء کو صدقہ دینا افضل ہے، اس لئے کہ وہ اپنے کام میں ایسے مشغول ہیں اللہ کے کام میں کہ وہ اپنے لئے کوئی دوسرا ذریعۂ رزق نہیں بنا سکے۔اِسی اُصول کے تحت بہت سارے فقراء اور بزرگان، لوگوں کے نذرانے وصول کرتے تھے۔ اور پھر اپنی ضرورت سے جتنا بھی زیادہ ہوتا تھا۔کم سے کم اپنی ضرورت اِس سے پوری کر کے باقی سب اللہ کی رَاہ میں خرچ کرتے تھے اور خانقاہیں چَلاتے تھے۔ اور پھر اللہ کے جو بندے وہاں آتے تھے اِن کی دیکھ بھال ہوتی تھی۔

چوتھی بات یہ کہ پیشہ وَر بھکاریوں سے زیادہ افضل ہیں چُھپے ہُوئے مساکین کو دینا جیسے کہ اصحابِ صُفّہ۔ پانچواں اصول یہ ہوا کہ مخلوق سے اپنی تنگدستی کو چھپانا افضل ہے، جیسے اصحابِ صُفّہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے، کسی سے چمٹتے نہیں تھے۔ مسجدِ نبوی میں مَیں نے دیکھا ہے کہ بعض مساکین بیٹھے ہوتے ہیں، لوگوں کو ان کی پہچان نہیں ہوتی۔ ہر ایک سے نہیں سوال کرتے۔ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں تو آپ اندازہ لگا لیتے

Marfat.com

ہیں کہ یہ ضرورت مند ہے۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم یہ ہے کہ میں اِدھر سے گزرتا ہُوں تو دیکھتا رہتا ہوں۔ تو ان میں سے بہت سے لوگ میری طرف دیکھتے ہیں تو مجھے حکم ہوتا ہے کہ فلاں آدمی کو دے دو۔ مَیں اس کو نکال کر دے دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کو حکم ہوتا رہتا ہے، مَیں ان کو دیتا رہتا ہوں۔ تو یہ غریب ہیں جنہوں نے اپنی ضرورتوں کو چھپا رکھا ہے۔ اور صرف جو محرم ہے باطنی طور پر صرف انہی سے اپنا حال بتاتے ہیں، نامحرموں سے اپنی غربت اور مسکینی کا اظہار نہیں کرتے۔ تو پیشہ ور بھکاریوں سے افضل چھپے ہوئے مَساکین کو دینا اور مخلوق سے اپنی تنگدستی چھپانا افضل ہے۔

چھٹا اصول یہ ہے کہ اچھے لباس والا اگر کوئی فقیر ہو صاف سُتھرا تو اس کو دینا جائز ہے۔ منع نہیں ہے۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ کسی امیر آدمی نے اس کو ایسا لباس دے دیا ہو تو صرف اس وجہ سے کہ اس نے لباس اچھّا پہنا ہوا ہے اور اس کو فاقہ نہ کروائیں۔ اس کی ضرورت کو پوری کریں۔ اسی طریقے سے تندرست فقیر کو بھی زکوٰۃ لازم ہے اگر وہ نصاب سے کم ہے۔

اور اَب میں فقیر کی قسمیں بتاؤں گا۔ جس پر فقیر کی علامت ہے اسے زکوٰۃ دینی جائز ہے اندر کے حالات کا پتہ لگانے کا آپ کو حکم نہیں ہے۔ اور علامات پر حکم شرعی نافِذ ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کے سر پہ چوٹی ہے اور اس نے رومال باندھا ہُوا ہے، بظاہر وہ ہندو کافر لگ رہا ہے اندر سے مسلمان ہی کیوں نہ ہو، نہ اس کی نمازِ جنازہ جائز ہے، نہ اس کی اسلامی تجہیز و تکفین جائز

ہے۔ تو علامات جو ہے اس پر شرعی حکم نافذ ہوتا ہے۔ اگر کسی کی علامت ایسی ہے، فقیروں والی تو اس کو آپ زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لا یسئلون الناس الحافا ط : لحاف بن کر لپٹنے سے جان کے پیچھے پڑ کر سوال نہیں کرتے۔ تو اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ سوال میں اصرار جو ہے وہ منع کیا گیا ہے۔ یہ جو لوگ کرتے ہیں، بس پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ آپ نے ایک دفع منع کیا پھر بھی پیچھے پڑ جاتے ہیں یہ بات غلط ہے۔ اگر کسی شخص کو صاحبِ نصاب نہیں ہے لیکن اس کے پاس استعمال کا کپڑا ہے۔ اور گھر کی بنیادی ضروریات اس کے پاس ہیں۔ اس کے باوجود بھی اس کو صدقہ و خیرات دینا اور زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ اب فقر کے تین درجے ہیں اور اسی لحاظ سے ان کے ساتھ کام کرنا ہے ایک تو یہ ہے کہ وہ فقیر ہے، لیکن اس کے پاس جو اثاثہ ہے وہ نصاب سے تھوڑا ہی کم ہے۔ ایسے آدمیوں کے لئے سوال کرنا منع ہے۔ اگر کسی کو پتہ لگ گیا کہ اُن کے حالات جو ہیں کچھ ٹھیک نہیں ہیں ضرورت ہے، ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کو خود سے سوال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اگر کسی کے پاس ساڑھے تولے سے تھوڑا کم سونا ہے، پونے ساڑھے تولے ہے یا ساڑھے چھ (۶) تولہ ہے، تو شرعاً تو وہ اس کے حق دار ہو گئے لیکن وہ شخص جانتا ہے کہ ہیں نصاب سے تھوڑا ہی سا کم ہوں تو ایسے لوگوں کو سوال کرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر کسی نے اِسکے حالات

Marfat.com

کو دیکھ کر کے اس کی کوئی مدد کر دی تو وہ جائز ہے۔ دوسرا فقر کا درجہ یہ کہ وہ شخص مقروض ہے یا چند فاقے کر چکا ہے، ایسے لوگوں کیلئے سوال کرنا جائز ہے۔ تیسرے وہ صاحبِ فقر ہیں جو کہ قریب المرگ ہیں، بھوک سے اور کوئی حلال چیز ان کو میسّر نہیں ہے تو ایسے لوگوں کیلئے کھانے پینے کی حرام چیزیں بھی اللہ تعالیٰ نے حلال کر دی ہیں۔ یہ جب آیت اُتری اصحابِ صُفّہ والی تو صحابہ کرام کو پتہ لگا تو کچھ لوگوں نے کُھلے عام چیزیں ان کے لئے بھجوا دیں اور کچھ لوگوں نے رات کو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رات کو بھجوائیں۔ تو صحابہ کرام میں سے کچھ نے صدقات کھلے عام دیئے اور کچھ نے لوگوں سے چھُپا کے دیئے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ دونوں ادائیں پسند آئیں۔ چنانچہ اگلی آیت نازل ہوئی : الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ : اور کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا رات کو اور دن کو چھُپا کر کے اور اعلانیہ۔ فلھم اجرھم عند ربھم : ان لوگوں کے لئے اس نیکی کا اَجر اللہ کے پاس ہے۔

یعنی دونوں کے اعمال جو ہیں دونوں کے صدقات و خیرات اللہ کی بارگاہ میں قبول ہیں : ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝ : ایسے لوگوں کو ہم نے اولیاء اللہ کی طرح سے قیامت کے دن کے خوف سے نجات عطا فرما دی ہے۔ اور دنیا کے غم سے نجات عطا فرما دی ہے

Marfat.com

نہ گزرے ہوئے دنوں کا غم نہ احساسِ محرومی ہے انہیں نہ آنے والے دنوں کا کوئی خوف ہے۔ انہیں محرومی اور پچھلی پریشانیوں کے بوجھ سے بھی نجات دلادی اور آئندہ آنے والے خطرات کے خوف سے بھی نجات کردی۔

اس کا شانِ نزول میں نے عرض کیا تھا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحاب صُفّہ کے پاس دن کے وقت بہت سارے دینار بھیجے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تقریباً چھ (۶) مَن کھجوریں ان کے پاس بھیجیں۔ ساٹھ (۶۰) صاع۔ اس وقت یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ اِس میں ان دونوں صحابہ کو قبولیت کا پروانہ عطا ہوا۔ اِسکا پہلا جُزجو ہے کہ: بالیل والنھار: یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے اور دوسرا جُز حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے۔ دوسری اس کے متعلق یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس (۴۰) ہزار دینار خیرات کئے۔ دس ہزار دینار انہوں نے رات میں لوگوں کو دیئے۔ دس (۱۰) ہزار دن میں اور دس (۱۰) ہزار پوشیدہ طور پر، اور دس (۱۰) ہزار اعلانیہ طور پر۔ اس وقت یہ آیت اُتری کہ یہ ان کو بھی خیرات کر رہے ہیں۔ رات کو بھی کر رہے ہیں اور پوشیدہ طور پر بھی کر رہے ہیں۔ اعلانیہ طور پر بھی کر رہے ہیں۔ تو حضرت اُبوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہِ عالی میں مقبولیت بخشی۔ اور ان کی شان میں یہ آیت اُتری۔

تیسری روایت یہ ہے کہ ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس صرف ۴ درہم تھے، انہوں نے چاروں خیرات کر دیئے۔ ایک رات میں، ایک دن میں، ایک خفیہ اور ایک اعلانیہ۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ آپ نے عرض کیا کہ یادِ الٰہی کا اپنے آپ کو حقدار بنانے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا ہے کہ ہم تمہیں اَجر دیں گے کامیابی عطا کریں گے تو اس کا حقدار بننے کیلئے۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی : لك ذالك : آپ کے لئے بالکل ایسا ہی ہے۔ اس سے اُصول بنتا ہے۔ اس شانِ نزول سے کہ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چالیس (۴۰) ہزار دینار تھے۔ اس کو بھی اللہ نے قبولیت عطا فرمائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس صرف ۴ دینار تھے وہ بھی انہوں نے اللہ کی راہ میں دے دیئے۔ دونوں کے قبولیت کے درجات ایک ہی ہیں دونوں کے لئے یہ آیتِ مبارکہ اُتری۔

تو نیکی اور خیرات حسبِ استطاعت کرنا ہے، اس کی پرواہ نہ کریں کہ ہمارے پاس تو ایک ہی پیسہ ہے کہ اگر آپ کے پاس ایک پیسہ ہے تو یہ اس سے زیادہ قیمتی ہے جس کے پاس ایک یا دو کروڑ جو وہ خیرات کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال، نیت اور اخلاص پر دیکھے جاتے ہیں۔ اس کی مقدار نہیں دیکھی جاتی۔ بعض صحابہ کرام نے جہاد کی نیت سے گھوڑے پالے تھے، جن کی وہ دن رات خدمت کرتے تھے

Marfat.com

ان کے متعلق یہ آیتِ کریمہ آئی۔ حضرت ابو ہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر موئے گھوڑے کو دیکھ کر یہ آیت پڑھتے تھے۔ اور ایک یہ بھی ہے یہ ساری آیات جو ہیں صَدقات وخیرات کی یہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آئی ہیں۔ جنہوں نے لشکرِ عُسرت کو سارا سامان دے دیا تھا۔

اِس آیتِ مبارکہ کے کُچھ اُصول بنتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ نیکی میں معمولی اور غیر معمولی کا لحاظ نہ کریں، صدقات میں تھوڑے اور زیادہ مال کی پرواہ نہ کریں۔ جو ہو سکے کر گزریں۔ کیونکہ اس میں اخلاص دیکھا جاتا ہے نہ کہ زیادتیٔ مال۔ دوسرا اصول اُس کا یہ بنا کہ نیکی میں دیر نہ کریں۔ جب ممکن ہو اور جو کچھ ممکن ہو کر گزرے۔ جیسا کہ : باللیل والنھار : سے ہے جو آپ کے پاس رات کو ہے، رات کو اللہ کی راہ میں، اور جو دن کو ہے دن کو دے دیں۔ یہ نہ کریں کہ دن کو اور آجائے گا تو کر دیں گے۔ دیر لگانے میں محرومی کا اندیشہ ہے بعض لوگ صَدقہ کے لئے جمعہ اور رمضان کا انتظار کرتے ہیں یہ غلطی ہے، زندگی کا کیا بھروسہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ آپ پہ تو واجب ہو گئی لیکن خدانخواستہ اگر شام ہی میں روانگی ہو گئی تو پھر وہ رہ جائے گی تو دیتے رہنا چاہیئے۔

تیسرا اُصول یہ کہ نیکی ہمیشہ بار بار کرنی چاہیئے اگرچہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ سب سے اچھا کام وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے بار بار کیا جائے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ دائمی عمل

Marfat.com

اچھلے ہے اگر چہ تھوڑا ہی ہو۔ چوتھا اصول یہ ہے کہ ہر حال میں نیکی کرے غم میں یا خوشی میں۔ غم میں، راحت میں تکلیف میں، آرام میں، خلوت میں اور جلوت میں۔ چھٹا اصول یہ ہے کہ نیکی کا ثواب کرنے والے کو ضرور ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے۔ ساتواں اصول یہ ہُوا کہ صدقات کا ثواب قیامت میں ضرور ملے گا۔ سخی کے مال کی برکت اور اس کا عیش و آرام سے محفوظ رہنا یہ صدقہ کا اُجر نہیں، اس سے آخرت میں کچھ کمی ہو جائے۔ دنیا میں جو اللہ اس کو مال کی حفاظت اور جو برکت عطا فرماتا ہے، اس برکت سے آخرت میں اُجر کم نہیں ہوتا۔

یہ تو کرم بالائے کرم ہے کہ آخرت میں بھی اس کا اُجر ہے اور دُنیا میں بھی وہ مال محفوظ رہتا ہے اور اس میں برکت ہوتی ہے۔ اور یہاں اللہ نے فرمایا ہے کہ : الذین ینفقون اموالھم ۔۔۔ ولا ھم یحزنون o: یہ : ولاخوف ولا ھم یحزنون o : کس کے لئے کہا گیا ہے ؟ : الا ان اولیاء اللہ ۔۔۔ یحزنون ڤ : اللہ کے ولی کو نہ خوف ہو گا نہ حُزن ہو گا۔ تو جو صدقہ و خیرات دینے والے ہیں ان کا درجہ، اولیاء اللہ کا درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی نعمت ان کے لئے مخصوص فرمائی ہے، صدقہ و خیرات دینے والوں کے لئے جو کہ اولیاء اللہ کے لئے ہے۔ اور صدقہ و خیرات خوف و غم کو دُور کرتے ہیں۔ اس لئے کہ جو سخی ہے اگر اس کا مال ضائع بھی ہو جائے تو اس کو غم نہیں پہنچتا، اس کو کوئی بوجھ نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اور وہ آخرت کے خوف سے بھی امن وسکون میں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہتا ہے۔ اِس کو پتہ ہے کہ ہمیں حساب نہیں دینا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی راہ میں صابر بنا کر رکھے اخلاص عطا فرمائے، اپنی کریمی سے اپنی ربوبیت سے جو وسائل ہمیں دیئے ہیں، اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ ہماری تمام توانائیوں اور صلاحیتوں کو اپنی راہ میں صرف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

Marfat.com

پارۃ تلک الرسل سورۃ البقرۃ

آیت نمبر : ۲۷۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا
كَمَا يَقُوْمُ الَّذِیْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ
مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا
الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ
وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ
مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ
اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓىٕكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾

وہ جو سود کھاتے ہیں، قیامت کے دن نہ کھڑے

Marfat.com

ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب
نے چھوڑ کر مخبوط بنا دیا ہو۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے
کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے، اور اللہ نے
حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔ تو جسے اس کے رَبّ
کے پاس سے نصیحت آئی، اور وہ باز رہا تو اِسے
حلال ہے جو پہلے لے چُکا، اور اس کا کام خدا کے
سُپرد ہے، اور جو اَب ایسی حرکت کرے گا تو وہ
دوزخی ہے، وہ اِس میں مُدّتوں رہیں گے ﴿۱۹۵﴾

دَرس شروع کرنے سے پہلے سُورۂ انفال کی ۳۳ ویں آیت
آپ سَب لوگوں کو سُنا دوں۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ
فِیْھِمْ ط وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ○ صَدَقَ
اللّٰہُ الْعَظِیْمِ ○ : اللہ تعالیٰ نے دو باتیں اس آیتِ مبارکہ میں فرمائی
ہیں کہ ان دونوں کے ہوتے ہوئے مجھے یہ گوارہ نہیں کہ میں عذاب نازل
کروں۔ ایک تو یہ کہ آپ مکّہ معظمہ میں رہیں اور پھر میں وہاں رہنے والوں
پر عذاب کروں یہ مجھے گوارہ نہیں ہے۔ اور دوسری بات یہ کی کہ وہ لوگ
جو مجھ سے معافیاں مانگتے رہیں، گناہ کر کے چاہے کبیرہ ہو یا صغیرہ۔

Marfat.com

ہیں ان پر عذاب نازل کردوں۔ ان کو عذاب میں مبتلا رکھوں اِن کو سزا دوں۔ یہ مجھے گوارہ نہیں۔

اے عزیزانِ محترم! مکہ معظمہ تو ایک شہر ہے اور وہاں سرکارِ دو عالمؐ تشریف فرما ہیں۔ حرم شریف میں جاتے ہیں طواف کرتے ہیں عبادت کرتے ہیں تو ان کی موجودگی میں وہ پورا شہر محفوظ ہے۔ حالانکہ کفّار بھی اس میں تھے کلمہ گو ہی نہیں تھے۔ جو اللہ کے عذاب سے بچ گیا۔

اہلِ طریقت کہتے ہیں کہ اپنے دل کو صاف سُتھرا رکھو۔ اور کعبہ بنا کر رکھو اور اس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھاؤ، جس دل میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی محبّت رہے گی، اُن کا تصوّر رہے گا۔ تو اللہ تعالیٰ یہ گوارہ نہیں فرمائے گا کہ ان پر کسی صُورت سے عذاب نازل کرے۔

طریقت میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی محبّت جو ہے اس لئے ضروری ہے کہ اللہ کو پسند ہے اور اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہماری عافیت اِسی میں ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے پاس آپ جائیں، تو اللہ اور اس کے رسُول ﷺ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ اگر آپ دِل میں انہیں بٹھائیں تو وہ جسم جس میں وہ دل ہے وہ اللہ کے عذاب سے بچ جاتا ہے۔ وہ دل خانہ کعبہ کی طرح متبرک ہو جاتا ہے۔ اِس جسم سے چاہے کیسے ہی گناہ اور خطائیں ہوئی ہوں، اللہ تعالیٰ اسے عذاب سے بچا لیتا ہے۔

Marfat.com

دوسری بات یہ ہے کہ توبہ اور استغفار اللہ کے عذاب سے انسان کو بچالیتا ہے۔ اور اس سے کیا سبق ملا ہم کثرتِ استغفار کریں۔ تو ہم اللہ کے عذاب سے بچے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہِ کرم ہم پر رہے اس نے وعدہ کیا ہوا ہے : وما کان لیعذبہم ..... یستغفرون ٥ : جس دل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اس دل کا جسم جو ہے وہ اسی طرح سے اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ مکہ معظمہ ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۔

اے عزیزانِ محترم ! میں نے آیت نمبر ۲۷۵ کی تلاوت کی ہے ۔ آج انشاء اللہ ۲۷۴ اور ۲۷۵ ویں آیت کی تفسیر بیان کروں گا۔ اس سے پہلے جو ۲۷۳ ویں آیت تھی اس میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو صدقات و خیرات دینے کے متعلق حکم فرمایا ہے جو مسکین ہیں لیکن وہ یادِ الٰہی میں اتنے مستغرق ہیں، کہ دین کی خدمت میں اتنے مصروف ہیں کہ ان کے پاس مہلت نہیں ہے، فرصت نہیں ہے کہ وہ تلاشِ رزق کے لئے اور تلاشِ معاش کے لئے دوڑ بھاگ کریں ۔ یہ لوگ آسانی سے پہچانے بھی نہیں جاتے۔ اِس لئے کہ سوال کرنے سے جھجکتے ہیں۔ وہ عام فقراء کی طرح سے ایسے نہیں لپٹ جاتے جیسے جسم سے لپٹ جاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ استعمال فرمایا ہے : الحاف : چمٹ جاتے ہیں، فقیر مانگنے والے۔ اور ایسے لوگوں کو تو ان کے جسم کی نقاہت ،

Marfat.com

چہرے کی کمزوری سے اٹھنے بیٹھنے سے پہچانے جاتے ہیں۔ اور آپ جو کچھ انہیں دیں گے، اس کی خبر اللہ تعالیٰ کو ہو گی، اور آپ ان پر جو کچھ خرچ کریں گے وہ آپ کے لئے خیر و برکت کا باعث ہو گا۔ اِسلئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اِن تمام نیکیوں سے باخبر ہے۔

اَب چونکہ ان لوگوں کا ذکر ہُوا تھا جو مانگتے نہیں جو یہ بھی نہیں ظاہر کرتے کہ یہ حاجت مند ہیں جو لوگ کُھلے عام لوگوں سے صدقہ خیرات لینے میں جھجکتے ہیں۔ لہٰذا اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو چاہے رات کے اندھیرے میں کرو یا دِن کی روشنی میں کرو : الذین ینفقون۔۔۔۔ اموالھم : وہ لوگ، وہ صاحبانِ اِیمان وہ سخی لوگ جو اپنے مَال کو خرچ کرتے ہیں، اللہ کی رَاہ میں : فلھم اجرھم عند ربھم : ایسے لوگوں کے لئے اللہ کے پاس اَجر ہے : ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝ : اور ان کیلئے یہ انعام ہے کہ وہاں نہ ان کے لئے خوف ہے نہ غم ہے۔ جو مال چلا گیا، نہ اس کا غم ہے اور نہ اس کا غم ہے کہ اَب ہم جائیں گے دُنیا سے رخصت ہوں گے، تو ہمارا مال یہ پیچھے رہ جائے گا۔ اس لئے کہ ان کا مال تو ان کے ساتھ جا رہا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی رَاہ میں خرچ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو تم میری راہ میں خرچ کرو گے، جب میرے پاس آؤ گے تو اس کا اجر تمہیں ملے گا۔

Marfat.com

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اور حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں نے دن کو بھی، رات کو بھی، کھلے عام بھی، اور پوشیدہ طور پر بھی اللہ کی راہ میں صدقات وخیرات دیئے تو اللہ تعالیٰ کی سُنت پر ہے، کلامِ پاک میں یہ آیات موجود ہیں، اللہ تعالیٰ کے کرم سے صحابہ کرام کے اعمال کی تائید کی جو کچھ انہوں نے کیا، اللہ نے اس کا حُکم دیا، بعض دفعہ تو ایسا ہُوا کہ اس طرح کی خواہش کی اس طرح کا سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمادی۔

تو صدقہ جو ہے، اِن پر حق فقیروں کا ہے، کیونکہ ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا یہ ان کے لئے ہے۔ جب یہ آیت ۲۷۳، نازل ہوئی کہ وہ لوگ اپنے کو دُنیا سے روک کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ ایسے لوگوں کو جنہوں نے صدقات وخیرات دیئے ان کی اور جن کی تصدیق کے لئے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحابِ صفہ کے پاس دن کے وقت بہت سارے دینار بھیجے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے چھ (۶) من کھجوریں بھیجیں۔ اِس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسرا واقعہ اس کا شانِ نزول بتایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے چالیس ہزار (۴۰,۰۰۰) دینار خیرات کئے۔ دس (۱۰) ہزار دن میں،

Marfat.com

دس (۱۰) ہزار رات میں ؛ دس (۱۰) ہزار ظاہری اور دس (۱۰) ہزار پوشیدہ صدقہ کیا۔ اِس طرح چالیس (۴۰) ہزار دینار ہو گئے۔ جو آپ نے صدقہ کئے۔ اس وقت یہ آیت اُتری جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصدیق فرمائی کہ : الذین ینفقون ۔۔۔ علانیۃ : ان چاروں صورتوں میں ۔ ایک بار ایسا ہوا کہ دنیاوی سازوسامان کے حساب سے حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہت ہی غریب تھے۔ اور اللہ کی شان دیکھئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پرورش فرمائی، اور اپنی سب سے زیادہ پیاری بیٹی کا نکاح ان کے ساتھ کیا۔ حالانکہ ان کے پاس کچھ سازوسامان بھی نہیں تھا۔

اے عزیزانِ محترم اِس آیتِ مبارکہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے۔ اس میں ہمیں یہ تاویل دی جاتی ہے کہ زکوٰۃ صدقات اور خیرات یہ ہر وقت کرتے رہنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ ہم پہلی رمضان کا انتظار کریں۔ آپ پہلی رمضان کو حساب کریں کہ آپ نے پورے سال میں کتنے صدقات و خیرات کئے۔ غرباء اور مساکین کی ضروریات پورے سال ہوتی رہتی ہے۔ تو آپ یہ کریں کہ خرچ کرتے رہیں، اللہ کی راہ میں، دن کو، رات کو پوشیدہ طور پر اعلانیہ طور پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ان لوگوں کو بھی جو سوال کرتے ہیں، اور ان لوگوں کو بھی جو سوال نہیں کرتے، وہ آپ کو پتا لگانا ہوتا ہے کہ وہ کون اور کیسے لوگ ہیں ؟ اور پھر جب پہلی رمضان آئے تو آپ حساب کرلیں۔ اگر آپ نے زیادہ دے دیا ہے تو

Marfat.com

آپ کو شرعی طور پر اجازت ہے کہ آپ اگلے سال کی زکوٰۃ میں اس کو چُکتا (برابر) کر لیں، اگر کم دیا ہے تو اس کو پورا کر لیں۔ زکوٰۃ اور صدقات کا ایسا عمل ہے جو نماز کی طرح سے روز بروز ہوتا رہنا چاہیئے۔ کبھی تو انسان کو ایک چُلّو پانی پلا دیتے ہیں جس سے اس کی جان بچ جاتی ہے۔

تو اے عزیزانِ محترم! تیسرا اُصول یہ ہے کہ نیکی ہمیشہ اور پابندی سے کرنا چاہیئے۔ اور بہت ساری حدیثیں ہیں اور بزرگان کے اقوال ہیں ہیں جو عمل دائمی آپ کریں ہمیشہ کرتے رہیں جس چیز کو وہ چاہے تھوڑا ہی عمل کیوں نہ ہو وظائف اوراد چاہے تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں پابندی سے کریں تو اس کا آپ کو فائدہ ہے اور آپ نے کسی دن کچھ نہیں پڑھا اور کس دن بہت زیادہ پڑھ لیا اس کا فائدہ کم ہوتا ہے۔ ثواب تو مِل جائے گا، لیکن باطنی فائدہ اس وقت ہوتا ہے جب آپ کسی خاص مقام پر پڑھیں۔ تو نیکی ہمیشہ پابندی سے کرنی چاہیئے۔ دائمی عمل خواہ تھوڑا ہی ہو بہت اچھا ہوتا ہے۔ چوتھا اُصول یہ ہُوا کہ ہر حال میں نیکی کرے چاہے غصّے میں ہو۔ یہ نہ ہو کہ غصّے میں نیکی بند کر دے۔ کسی سے ناراض ہو جائے اور اس کے ساتھ حُسنِ سلوک بند کر دے۔ تو غصّے میں، خوشی میں، رنج میں، راحت میں، تکلیف میں، خلوت میں، جلوت میں، ہر صورت میں نیکی کرنا چاہیئے اور ایک اصول یہ ہے کہ خفیہ خیرات اعلانیہ سے بہتر ہے اس لئے کہ آپ جس کو دیتے ہیں خفیہ طور پر دوسروں کو

Marfat.com

نہیں پتہ لگتا اس میں اس کا بڑا مقام رہتا ہے۔ اس کی عزّتِ نفس قائم رہتی ہے۔ اور نیکی کا صِلہ ضرور ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے:

فلھم اجرھم عند ربھم : اللہ تعالیٰ کی تعریف جو ہم ہر دُعا میں کرتے ہیں۔ : انك لاتخلف المیعاد ؕ : آپ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ تو صدقات کا ثواب روزِ قیامت ضرور ملے گا۔ کفّار و مشرکین جو صدقات وخیرات کریں گے اِن کا اَجر اِن کو اس دنیا میں ملے گا۔ آخرت میں سارا اجر جو ہے وہ صرف مومنین کے لئے ہے باغیوں کے لئے نہیں ہے۔ آخرت جو ہے وفاداروں کی دنیا ہے۔ جنّت اور جزا اور انعام وفاداروں کے لئے ہے باغیوں کے لئے نہیں ہے۔ کفّار اور مشرکین اللہ کے باغی ہیں وہ اس کا حکم نہیں مانتے، حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، تو ایسے لوگوں کے لئے آخرت کا ثواب نہیں۔

ایک اور اصُول یہ ہوا کہ جو سخی لوگ ہیں جود و سخا کرتے ہیں۔ وہ انشاءُ اللہ اولیاءُ اللہ کے زُمرے میں شامل ہوں گے۔ ایک اور اصول یہ ہے کہ سخاوت میں عافیت ہے۔ حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ، صَدقات و خیرات کے متعلق جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات ہیں اس سے زیادہ کر و اس لئے کہ صدقات و خیرات کی جب آیات اتریں تو اس کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت ہی جلدی وصال ہو گیا۔ تو صَدقات و خیرات پہ اتنی تفصیلی احکامات نہیں ہیں جتنا کہ زکواۃ کے متعلق تھا۔ تو

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ نا اُمیدی گناہ ہے۔ اور بخل نفاق کا حصّہ ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تاکید ہے کہ اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرو۔ حضرت محبُوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو انسان خود سے نہیں کرتا، اس کام کو اس کی ذات سے منسوب نہیں کیا جاتا۔ اس کے نفس سے منسوب نہیں کیا جاتا۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنے مُرید سے کہا کہ: دریا کے اُس پار ایک درویش ملیں گے تم اس کو یہ کھیر جا کر کھلا کر کے آؤ۔ تو انہوں نے کہا کہ حضور دریا میں بہت طُغیانی ہے میں کس طرح دریا پار کروں۔ تو آپ نے کہا کہ: تم اُس سے کہہ دینا کہ تمہیں ایک ایسے درویش نے بھیجا ہے جو کبھی اپنی بیوی کے پاس نہیں گیا۔ اُس کے دل میں شک و شبہات ہُوئے کہ حضرت محبوبِ الٰہی کے ہاں اولاد بھی ہے اور انہوں نے کہہ دیا ہے کہ مجھے ایسے آدمی نے بھیجا ہے کیا بات ہے؟

بہر حال انہوں نے کہا کہ میں گیا اور دَریا طغیانی میں تھا اور میں نے یوں ہی کہہ دیا کہ مجھے ایک ایسے فقیر نے بھیجا ہے جو کبھی اپنی بیوی کے پاس نہیں گیا۔ تو دریا نے ان کو راستہ دے دیا اور وہ دریا پار کر گئے۔ اور اُن درویش کو انہوں نے وہ کھیر کھِلا دی، انہوں نے کہا کہ: حضور اس وقت تو میں محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدّین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق مجھے یہ کہا اور دریا

Marfat.com

نے راستہ دے دیا، انہوں نے کہا کہ اَب جا کے کہہ دینا کہ میں ایک ایسے درویش کے پاس سے آیا ہوں جس نے کبھی کھانے کو مُنہ نہیں لگایا۔ انہوں نے کہا کہ میں ابھی کِھیر کِھلا کے آرہا ہوں اور انہوں نے آکر یہ کہا کہ میں ایک ایسے فقیر کے پاس سے آرہا ہوں جس نے کبھی کسی کھانے کو مُنہ نہیں لگایا، تو دریا الگ ہوگیا اور یہ چلے آئے جب واپس آگئے تو انہوں نے ہمّت کی اور حضرت محبُوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا حضور میں کر تو آیا ہوں مگر میرا نفس، میرا دِل اور میرا وسوسہ مجھے تنگ کر رہا ہے۔ آپ کو اللہ نے اپنے فضل و کمال سے نوازا ہے اولاد عطا فرمائی ہے، اور اس درویش کو میں کِھیر کھلا کر آیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ جو کام تم اپنے نفس کی خواہش سے کرتے ہو وہ تمہارے نام لکھا جاتا ہے، اور جو کام تم اللہ کی رضا اور اس کے حکم سے کرتے ہو وہ تمہارے نام نہیں لکھا جاتا۔ اور میں تمہیں یہ گواہی دیتا ہوں کہ میں کبھی اپنی بیوی کے پاس اپنے نفس کی خاطر نہیں گیا سوائے اس کے کہ اللہ کا حکم ہوا کہ تم اس کے پاس جاؤ۔ تو میں گیا اسی طرح سے اِس فقیر نے کبھی ایک دانہ جو ہے وہ اپنی خواہش سے نہ کھایا، اللہ کے توکل پر دَریا کے اس پار بیٹھا ہُوا ہے۔ میں نے اللہ کے حکم سے اس کو کِھیر بھیجی اور اس نے اللہ کی اطاعت میں اِسکو

کھالیا یہ کھیر جو اس نے کھائی ہے وہ اس کے ذمّے نہیں لگی۔ وہ اس نے اللہ کے حکم کی اطاعت کی۔ تو تم اپنا کھانا پینا، اوڑھنا بچھونا، اپنی معاشرت، کاروبار، اپنے معمولات سب اللہ کے حکم اور اس رضا کے تابع کرلو نفس کے تابع نہ رکھو۔ تو پھر وہ کام تمہارے اعمال میں لکھے جائیں گے۔

ابھی تک تو ۲۷۴ ویں آیت تک اخراجات کا ذکر آرہا تھا۔ نان نفقہ کا، بیوی بچّوں کے اِخراجات، جو آپ کے اخراجات، زکوٰۃ، حج، صدقات اور خیرات کا۔ اَب آمدنی کا ذکر آگیا کہ اخراجات کے لئے وسائل کیسے اکٹھا ہوتے ہیں۔ اور ابھی یہ ۲۷۵ ویں آیت ہے اور سُود کی حرمت کے متعلق ہے کہ سُود حرام ہے۔ اور یہ ایسا گناہ کبیرہ ہے کہ اللہ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے : الذین یاکلون الرباء : وہ لوگ اس میں ہوسکتا ہے کہ کفّار کے متعلق ہو یا اُن مسلمانوں کے متعلق ہو جو اس آیت کے حکم سے پہلے سود کھاتے تھے۔ تو یہاں یہ تمام لوگوں کے متعلق ہے اس لئے کہ سُود کا حکم تمام لوگوں کے لئے ہے۔ اور جو سُود کھاتے ہیں یا سُود کھانے کے لئے وصُول کرتے ہیں۔

قیامت کے دن کوئی پیدل بھاگتا ہوگا، کوئی سواری پہ، کوئی کسی طریقے سے۔ لیکن سُود کھانے والے اس طرح سے گِرتے

Marfat.com

پڑنے اور لڑکھڑاتے ہوئے چلیں گے، جیسے کہ کوئی جنّ بھوت اور شیطان اُن سے چمٹ گیا ہو اور ان کا ذہنی توازن خراب ہو، ان کو یہ نہیں پتہ کہ ہمارا قدم کِدھر جارہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خاص پہچان ہے اِن کی۔ اِس لئے کہ قیامت کے دِن کافر بھی اس طرح لڑکھڑاتے ہوئے نہیں جائیں گے۔

بعض حدیثوں میں ہے کہ ان کا پیٹ کوٹھڑی کی طرح سے بڑا ہوجائے گا۔ سارا سود ہوگا، اور وہ اِس کے بوجھ کی وجہ سے گرتے پڑتے جارہے ہوں گے۔

قالوا انما البیع مثل الربٰا : انہوں نے کہہ دیا کہ یہ بیع بھی تو رِبا کی طرح سے ہے اِس میں تو منافع آتا ہے۔ تو اللہ نے تجارت کے منافع میں اور سود میں فرق رکھا ہے کہا کہ یہ سزا قیامت کے دن اس طرح ہوگی کہ ساری مخلوق دیکھے گی کہ یہ سُود کھانیوالے ہیں، اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ سُود بھی تو تجارت کی طرح سے ہے۔ اور یہ سُود کھانے والے لوگ ہیں : واحل اللہ البیع : اللہ تعالیٰ نے حَلال کیا تجارت کو : وحرم الربٰا : اور سُود کو حرام کیا۔ اَب جب یہ آیت اُتری تو کچھ لوگ سُود لے چکے تھے : فمن جاءہ موعظة من ربه : پس جس کے پاس آگئی نصیحت اپنے ربّ کی طرف سے اور اسکے بعد اس کا ردِّ عمل

Marfat.com

کیا ہوا : فانتھٰی : اور اس نے اِس کو چھوڑ دیا، سُود لینے سے وہ باز آگیا۔ اَب وہ سود نہیں لیتا : فلہ ماسلف : جو گزر گیا گزر گیا۔ جو ہوگیا وہ ہوگیا اس کے لئے گزشتہ اعمال کی گزشتہ جو سُود لیا اور کھایا اس کی پُرسش نہیں ہوگی : وامرہٗ واللہ : اور اللہ کا امر اس کے اختیار میں ہے۔ وہ جس کو چاہے معافی دیدے۔ جس کے پاس اللہ کی وصیت آئی اس نے کہا میرے ربّ ! تیرا حکم میرے سر آنکھوں پر، میں اَب تجھے راضی رکھنے کے لئے سود نہیں لیتا تو اللہ تعالیٰ کا حکم جو ہے وہ اس کے اختیار میں ہے، ایسے لوگوں کو معافی دے دیتا ہے : ومن عاد : عاد، کسی چیز کو بار بار کرنا، دُہرانا۔ اَب اس نصیحت کے آجانے کے بعد پھر سُود لے لے : فاولئک اصحب النار : ایسے لوگ دوزخی ہیں ہمیشہ آگ میں جلنے والے ہیں : ھم فیھا خٰلدون ۝ : اور وہ ہمیشہ اِسی میں رہیں گے۔

اس آیتِ مبارکہ کا جس کے معنی اور تفسیر میں نے آپ کو بتائے ہیں اس کا تعلق یہ ہے کہ پہلے انفاق کا ذکر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بھی فرمایا کہ اچھّے مال جیسے کہ اچھّے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو خراب مال خرچ نہ کرو، یہ آیت پیچھے گزر چکی ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ کچھ مال ایسے ہیں کہ حرام ہیں اور اتنی شدید اِن کی

Marfat.com

حُرمت ہے کہ ان کے کرنے والے دوزخی ہیں ان کے کرنے والے قیامت کے دن لڑکھڑاتے ہوئے جائیں گے۔ اور ساری دنیا دیکھے گی کہ یہ سود خور ہیں۔ پہلے انفاق کا ذکر تھا اب آمدنی کا ذکر ہوا۔ پہلے اِس مال کا ذکر ہوا جو امیروں سے غریبوں کو جاتا ہے۔ اب اس مال کا ذکر ہو رہا ہے جو امیروں سے غریبوں کو ہو رہا ہے۔ اس لئے امراء رؤساء اور عرب کا طریقہ یہ تھا کہ یہودیوں کی طرح سے وہ بھی جن کے پاس دولت اور سونا چاندی ہوتا تھا اس کو وہ غریبوں کو اُدھار دیتے تھے، قرض پر دیتے تھے جتنا دیتے تھے اس سے زیادہ لیتے تھے اور رِبَا کا مطلب ہے زیادتی۔ جو دے اِس سے زیادہ لینا۔ اس میں آگے مسئلے آئیں گے۔ بعض فقہا نے یہ دیا ہے کہ جو کاغذی کرنسی (پیپر منی) ہے وہ اگر کوئی سو (۱۰۰) روپے دے کر ایک سو دَس (۱۱۰) روپے لے تو یہ رِبا میں شامل نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کی شرط یہ ہے کہ وہ ایک جیسا ہو اور اس کو تولا جا سکے۔ تو یہ دو شرطیں پوری نہیں ہوتیں، ربا میں۔ تو اَب اِس پرچے کا ذکر ہو رہا ہے جو رؤساءِ عرب غریبوں سے لیا کرتے تھے۔

پہلے خیر کا، صدقات کا ذکر تھا۔ اَب ربا کا ذکر ہو رہا ہے۔ پہلے صَدقات کی اللہ تعالیٰ نے توحید کی اور رباء کی تحذیر کر رہا

Marfat.com

ہے کہ خبردار تم سُود نہ لینا اِس لئے کہ یہ دوزخیوں کا کام ہے، یہ اُن کا کام ہے جن سے شیطان چمٹ گیا ہے۔ رِبَا، رَبْ سے ہے۔ رب کا مطلب ہے زیادتی۔ اور اونچی جگہ کو ربوہ کہتے ہیں جو چنیوٹ کی پہاڑیوں پر ہے۔ اور خط اس شخص کو کہتے ہیں جس کی گفتار اور رفتار یکساں نہ ہو، جس کو نہ اپنی زبان پر کنٹرول ہو، نہ اپنے قدم پہ کنٹرول ہو۔ اور سَرَف کا مطلب ہے گزر گیا۔ سُود لینے والا جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مجرم ہے اس آیت کا خلاصۂ تفسیر یہ ہے کہ سود لینے والا اللہ تعالیٰ کا بھی مجرم ہے اور انسان کا بھی مجرم ہے۔

اِس آیت کے کچھ اُصول مرتب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو مثال دی ہے کہ جیسے ان سے بھوت، پریت یا شیطان چمٹ گئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کبھی اس چیز کی مثال نہیں دیتا جو نہیں ہو۔ آج کل جیسے کہتے ہیں کہ یہ بیکار خیالات ہیں بھوت پریت کوئی چیز نہیں ہوتی۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اس کا حوالہ دیا ہے جنّ بھوت کا وجود جو ہے وہ برحق ہے اس آیتِ کریمہ سے پتہ چلا۔ اور دوسری بات یہ کہ جنّ، بھوت انسان کو دیوانہ کر دیتے ہیں۔ حدیث شریف ہے: چھوٹے بچوں کو سورج نکلتے اور ڈوبتے وقت باہر نہ نکالو۔ یہ وقت ہوتا ہے بھوت پریت کے جانے کا سورج نکلتے وقت اور شام مغرب کے وقت نکل کے آنے کا، جب سیر کرنیوالے لوگوں کو

Marfat.com

پریشان کرنا تنگ کرنا۔ تو ایسے وقت میں چھوٹے بچّوں کی حفاظت کرو۔ عورتوں کو بھی نہیں نکلنا چاہیئے اور خود بھی بلا وجہ گھر سے رات گئے نہ نکلو اس لئے کہ یہ شیطان اور جن کے جانے کا وقت ہے۔

تیسری حدیث یہ ہے کہ چھوٹے بچّوں کو نہ نکالو۔ دوسرا یہ کہ رات گئے خود بھی نہ نکلو اور تیسرا یہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ بحالتِ سفر بیچ راستے پر نہ اُترو، کیونکہ یہ شیطان کی گزرگاہ ہوتی ہے۔ اور چوتھی بات یہ کہ امراض طاعون وغیرہ یہ جنات کے اثر سے ہیں۔ شیطان کے اثر سے ہیں اِسی لئے اذان دی جاتی ہے اس سے افاقہ ہوتا ہے۔ جب کوئی بچّہ پیدا ہوتا ہے تو اس وقت شیطان اس کی کوکھ میں کُہنی مارتا ہے اور اس وجہ سے بچّہ روتا ہے، اسی لئے مسلمان بچّے کے پیدا ہونے کے ساتھ اس کے کان میں اذان دیتے ہیں تاکہ اسکا اثر زائل ہوجائے۔ سوائے حضرت عیسٰی، اور مریم علیہم السّلام کے۔ ان کو شیطان کوکھ میں نہیں مار سکا۔ پھر چھٹا حکم یہ ہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا کہ سوراخ میں پیشاب نہ کرو اس میں ممکن ہے سانپ، بچھّو ہوں۔ تیسرا فائدہ یہ ہوا اس اصول کا کہ سود لینا گناہِ کبیرہ ہے، حرامِ قطعی ہے اور سود لینے والا بھی فاسق ہے اس کو حلال جاننے والا بھی کافر ہے۔ اور چوتھا اِس کا اصول یہ ہوا

کہ سُود لینے کی سَزا گناہِ کبیرہ سے زیادہ ہے۔ کفر اور شرک گناہِ کبیرہ ہے۔ قیامت کے دن وہ بھی سنبھل کر چلیں گے۔ لیکن سُود لینے والے لڑکھڑاتے ہوئے چلیں گے، قیامت کے دن۔ اور سُود خور واقعی گرتا پڑتا چلے گا اس لئے کہ حدیث کے مطابق اسکا پیٹ ایک کوٹھڑی کی طرح ہوگا جس کے بوجھ سے وہ لڑکھڑاتا رہے گا۔ اور چھٹا اُصول یہ ہے کہ ممانعت سے پہلے کے جرم معاف ہیں۔ ساتواں اُصول یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر مُجرم چہرے سے جان لیا جائے گا، جیسا کہ سود خور کا پتہ لگ جائیگا۔ اس سلسلے میں کچھ مسئلے ہیں۔ اُس کے فکری مسائل ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مسائلِ شریعہ میں بے علمی عذر نہیں ہے۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے پتہ نہیں تھا۔ دین کو حاصل کرنا، اس کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس کی ہمیں چھوٹ نہیں ملے گی کہ ہمیں پتہ نہیں تھا نادانی میں ہوگیا۔ اور دوسری بات یہ کہ سود کا پیسہ اگر آپ کے قبضے میں بھی ہو تو بھی وہ شرعًا آپ کی ملکیت نہیں ہے۔ اسی لئے تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو مقروض ہے اگر اس میں استطاعت ہو تو سود کا پیسہ قرض والوں سے زبردستی چھین سکتا ہے۔ اس پر کوئی شرعی حد نافذ نہیں ہوگی اگر خدانخواستہ میں نے کسی سے سود لے لیا ہے اور اس کا بس چلے تو مجھ سے

چھین کر واپس لے سکتا ہے اس کو شرعًا کوئی سزا نہیں ہوگی۔ بہت ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ سُودی نظام سے افراطِ زر ہوتا ہے۔ اسلام میں یہ ہے کہ اگر آپ کسی کو پیسہ دیں تو شراکت داری کے طور پر۔ اس میں یہ ہوتا ہے کہ روپے کی کاشت جو ہوتی ہے، مالی لاگت جو ہوتی ہے وہ قیمت کا حصّہ نہیں بنتی۔

سُود، اس میں بہت ساری خرابیاں ہیں اس کی چند مثالیں ہیں کہ سُود میں ہم دوسروں کا مال بلاعوض لیتے ہیں۔ یہ ظلم ہے۔ اللہ نے اس کو اِس لئے حرام کیا ہے کہ ہم اس میں دوسروں کا مال بلاعوض لے لیتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ سود سے تجارت بند ہونے کا خدشہ ہے۔ جب سود پہ منافع زیادہ ہوگا۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ Intrest کا سسٹم جو ہے وہ اس سے اشیاء میں پیداوار میں کم ہو جاتا ہے اور مال سرمایہ کاری بڑھ جاتی ہے جس سے پیسہ گردش کرتا رہتا ہے اور اس سے پروڈکشن نہیں ہوتی۔ لوگ اپنے پیسے خاص طور پر سرٹیفکیٹس میں لگاتے ہیں۔ ان کو نفع ملتا رہتا ہے، اور گورنمنٹ اس کو اپنے اخراجات میں خرچ کرتی رہتی ہے۔ اگر وہ پیسہ کاروبار میں لگے تو اس سے ملک میں روزگار پیدا ہوگا۔ اور بہت سا منافع ہوگا۔ سود جو ہے وہ پرانی محبت کا قاتل ہے۔ سود لینے والا شقی القلب ہو جاتا ہے اور دوسرا پریشان

Marfat.com

حال ہے اور یہ پیسے وصول کر رہا ہے اور نہ صرف یہ کہ وہ اپنی بیوی بچوں کے ساتھ بھی ظلم کرنا شروع کر دیتا ہے کہ وہ پیسے کو بچا بچا کے رکھتا ہے کہ سود پر پیسے دیں گے اور ان کا نان نفقہ کم دیتا ہے ۔

عام طور پر پیسے والے لوگ بخیل ہوتے ہیں۔

اللہ ہمیں ان تمام برائیوں سے بچائے ۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین ۃ

پارۃ تلک الرسل سورۃ البقرۃ

آیات نمبر: ۲۷۶ تا ۲۷۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہ

یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرۡبِی الصَّدَقٰتِ ؕ
وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیۡمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ
الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ
اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَہُمۡ
اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ
عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۷۷﴾ یٰۤاَیُّہَا
الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوۡا مَا بَقِیَ
مِنَ الرِّبٰۤوا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۷۸﴾

اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات

Marfat.com

کو ۔ اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکرا بڑا
گنہگار ○ بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے
کام کئے اور نماز قائم کی ، اور زکوٰۃ دی ، اِن کا
نیگ اِن کے ربّ کے پاس ہے ۔ اور نہ
انہیں کچھ اندیشہ ہو ، نہ کچھ غم ○ اے ایمان
والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا
ہے سُود ، اگر تم مسلمان ہو ○

پچھلی آیات میں سُود کی ممانعت تھی اور شراب کی تردید کی گئی تھی اَب سُود کی بُرائی بیان کی جارہی ہے ۔ یہ سُود بھی شراب کی طرح گناہ ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ بار بار نہ صرف یہ کہ سُود کی بُرائی بیان کر رہا ہے بلکہ صَدقات کی خوبیان بھی بیان کر رہا ہے ، اور سود کی خرابیاں بیان کر رہا ہے اور نیکی کی ترغیب دے رہا ہے تاکہ نفس سُود کی خرابی سے آگاہ ہو اور وہ اسکی طرف راغب نہ ہو سکے ۔

یمحق : جیسے میں نے کہا تھا کہ پُورا ہو کر کم ہو جانا' جس کی مثال ہے "چاند"۔ جس طرح چاند چھوٹا ہوتا ہوتا غائب ہو جاتا ہے ، اِسی طرح سے اللہ فرماتا ہے کہ سُود کا

Marfat.com

پیسہ بھی کسی کے پاس ٹھہرتا نہیں یہ اِسی طرح سے غائب ہو جاتا ہے ۔ تو یمحق : اللہ تعالیٰ سُود کو گھٹاتا اور مٹاتا ہے ۔ اور تمام سود کو آخرت میں مٹا دیتا ہے ۔ اِس لئے کہ سود کے پیسے سے آپ نے جو خیرات، صدقات اور زکوٰۃ کی یا جو بھی نیکی کا کام کیا اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی وہ سب باطل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت کو بھی مٹا دیتا ہے دنیا میں بھی بے بَرکتی ہوتی ہے ۔ اور آخرت میں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا وہ مِٹ جاتا ہے ۔ تو : یربی الصدقات : کا مطلب یربی ۔ رِبیٰ سے ہے بڑھنا اونچا ہونا ۔ بلند ہونا، اِس کا مطلب دُنیوی بَرکت اور اضافہ ۔

اور یہ جو ہے یربی الصدقات کی تفسیر میں ایک حدیثِ پاک ہے ۔ سَرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ مومنوں کے صدقات کی ایسی پرورش فرماتا ہے کہ جیسے تم گائے یا گھوڑے کی پرورش کرتے ہو، ان کے بچّے پالتے ہو، یہ بڑے ہوتے ہیں پھر ان کے بچّے ہوتے ہیں پھر ان کے بچّوں کے بچّے ہوتے ہیں ۔ اس طرح ایک گھوڑی یا ایک گائے سے پورا اصطبل اور پورا فارم بھر جاتا ہے ۔ تو اس طرح سے اللہ تعالیٰ صدقات میں ایسی برکت دیتا ہے ۔ اِسی

Marfat.com

طرح بڑھاتا ہے جس طرح تم گھوڑی یا گائے پال کر کے اپنے جانوروں اور مویشیوں کا گلہ بڑھاتے ہو۔"

دوسری ایک حدیث یہ کہ: قیامت کے دن مومن کے ایک پیسے کا صدقہ بھی پہاڑ بن کے اُٹھے گا۔" یہاں جو : واللہ لا یحب کل کفار اثیم٥ : جیسے غفار ہے اِس کا اُلٹا جبّار ہے۔ مطلب جوش و خروش کے ساتھ زور و شور کیساتھ معافیاں دینا وہ غفاری ہے۔ کفّاری میں، کفّار کا مطلب، کفر اِنکار کو کہتے ہیں اور زور و شور کے ساتھ ناشکری ہے، اور: لا یحب کل کفار اثیم٥ : اور محبّت کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس لئے فرمایا: لا یحب۔

ان دو آیات کی مختصراً تفسیر کیا ہو گی؟ یہ کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں سُودی مال کو برباد کر دیتا ہے اور جس مال سے زکواۃ نکالی جائے، اُسے بڑھا دیتا ہے۔ کیونکہ اکثر سود خور کا انجام آخر میں یہ ہوتا ہے کہ اُنکا دیوالیہ نکل جاتا ہے۔ اور سود سے لوگ تباہ ہو جاتے ہیں، اِسلئے سود خوروں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور اسکا عمل بھی برباد ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو سخی ہے اس کے مال میں اللہ نے بہت برکت دے رکھی ہے۔ اور جس مومن نے بقدرِ طاقت صدقات دیئے جو برکت ہے وہ دنیا میں آپ کو مل جاتی ہے۔

Marfat.com

وہ ایک طرح کا کرم بالائے برکت ہوتی ہے۔

ان آیات سے کچھ اُصول بنتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ حلال میں برکت ہے۔ اور سود اور صدقات کی حلال اور حرام کی معمولی مثال یہ ہے کہ بکری ایک یا دو بچے دے دونوں بچے حلال ہوتے ہیں، اس کو آپ پال سکتے ہیں، اس کو ذبح کر کے کھا سکتے ہیں، اس کو اللہ کی راہ میں صدقے میں دے سکتے ہیں۔ ایک کُتیا سال میں چھ (٦) بچے دیتی ہے اس کا ایک بچہ بھی حلال نہیں ہے، ایک بچّہ بھی اس کا صدقات میں نہیں دیا جاسکتا۔ کسی نیک کام میں نہیں خرچ کیا جاسکتا۔ تو یہ مثال ہے ایک بکری اور کُتیا کی حلال اور حرام کی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کی سُنّت یہ ہے کہ جن چیزوں میں نفع کم ہے اور نقصان زیادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے منع کر دیتا ہے۔ جیسے آگے آئے گا کہ شراب اور جُوّے میں کچھ فائدے بھی ہیں۔ چھٹے (٦) پارے میں اللہ فرماتا ہے کہ: شراب اور جُوّے میں کچھ فائدے بھی ہیں لیکن اس کے نقصانات اِس سے کہیں زیادہ ہیں۔ اسی طرح سے سُود میں کچھ فوری فائدے ہیں لیکن اس سے نقصانات سود لینے والوں کو اور دینے والے کو اور معیشت کو بے تحاشا نقصانات ہیں تو اسلئے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اس کو منع کر دیتا ہے تو ایک اصول یہ بنا کر جس چیز میں نفع کم اور نقصان زیادہ ہے، اسے شریعت منع کر دیتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ مومن کے لئے خاص طور پر یہ تحذیر ہے کہ وہ سود سے کبھی مالدار نہیں ہوسکتا۔ اور صدقات سے کبھی غریب نہیں ہوسکتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ کامیابی کے لئے ایمان اور اعمال دونوں ضروری ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری باتیں ایمان والوں کو بتائی ہیں۔ اللہ نے فرمایا : ان الذین اٰمنوا : جو لوگ ایمان لائے : و عملوا الصالحات : اگر ایمان نہیں لائے اور عمل اچھا کیا عبادات بھی کیں صدقات بھی دیئے اِن میں سے کوئی بھی چیز اوپر نہیں جائیگی اُسکی کسی بھی چیز کا اجر اللہ کے پاس نہیں ہوگا اس کی برکت اور اس کا اَجر دُنیا میں شاید کچھ مل جائے لیکن اللہ کے پاس اِس کا کوئی اَجر نہیں ملے گا۔

تو یہ جو دوسری آیت نمبر ۲۷۷ ہے اس میں اللہ نے فرمایا : ان اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات : جو لوگ ایمان لائے اور اچھا عمل کیا نماز قائم کی زکوٰۃ دی ان لوگوں کیلئے ان کا اجر اللہ کے پاس ہے۔ تو دنیا اور آخرت میں کامیابی کے لئے ایمان اور اعمال دونوں ضروری ہیں۔ ایمان ہو اور اعمال نہ

Marfat.com

ہوں تو انسان فاسق وفاجر ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے جسم بغیر رُوح کے ہو۔

پانچواں اُصول یہ ہے کہ مسلمانوں کیلئے عمل کا اَجر قیامت کے دن ملے گا اللہ تعالیٰ کے پاس۔عمل کی برکات ربّ کا فضل جو ہے وہ دُنیا میں ہے لیکن ان اعمال کا اَجر قیامت کے دن ہے۔اگر دُنیا میں آپ پر اللہ کا بے انتہا کرم ہو تو وہاں آپ کے اَجر کم نہیں ہوں گے۔اور یہ اللہ تعالیٰ کی سخاوت جودد کرم کا مظہر ہے۔ اعمال، ایمان میں داخل نہیں ہیں۔اس لئے کہ انتہائی فاسق اور گنہگار انسان بھی مومن ہوسکتا ہے، اسکو گناہ کی سزا ملے گی لیکن اس سے اسکا ایمان نہیں ختم ہوتا۔اس طریقے سے بالکل ایسے ہی جیسے کہ کافر کے کتنے ہی بہتر اعمال ہوں، لیکن اگر اس کا ایمان نہیں ہے تو اس کے عمل بیکار ہیں۔ تو ایمان کا اللہ نے اتنا بلند درجہ رکھا ہے، ایمان کا مطلب ہے اللہ کی حاکمیت کو ماننا۔کہ چاہے کتنی خطا ہو لیکن اللہ پر ایمان ہے تو پھر گنجائش ہے توبہ اور معافی کی، آخری سانس تک۔

ساتواں اُصول یہ ہُوا کہ نماز روزہ اور عبادات، افضل عبادات ہیں۔اس لئے اللہ نے نیکیوں کے بعد صدقات کی

Marfat.com

ترغیب کے بعد ان اعمال کا ذکر اس آیتِ کریمہ میں ۲۷۷، دیں آیت میں فرماتا ہے۔ ان سے دوسرے اعمال دُرست ہوجاتے ہیں۔ جب انسان پابندی سے نماز پڑھتا ہے، اس کو قائم رکھتا ہے، روزے رکھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے، صدقات و خیرات دیتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کا نفس اس کے قابو میں آ جاتا ہے۔ اور اس وجہ سے اسکے دوسرے معاملات بھی دُرست ہوجاتے ہیں، اسکی ایمانداری کا درجہ بھی سب بہتر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اگلی آیت بھی سُود ہی کے متعلق ہے۔ اَب جب اللہ نے اِس ۲۷۵ ویں آیت میں یہ بتایا کہ جب یہ تمہیں نصیحت آگئی، پیغام آگیا کہ سُود نہ لو اور تم نے توبہ کرلی تو جو کچھ تم اس سے پہلے کرچکے ہو وہ معاف ہوگئے ہیں۔ اور سود حرام کر دیا گیا۔ اَب اس میں دو صورتیں سامنے آئیں شبے کی۔ ایک تو یہ ہے کہ کیا پچھلے سُودی قرضے جو ہیں اس کا اگر گناہ معاف ہوگیا تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ پچھلے جو سودی قرضے دیئے ہیں اس پر سود لیتے رہیں، نئے والوں پر سود حرام ہوگیا۔ دوسرا شُبہ یہ ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ پچھلے قرضے پر جو سود لے چکے ہیں وہ اس کے اصل سے زیادہ ہے، تو اصل بھی اس کا چلا گیا تو دو متضاد اشکال اس میں پیدا ہوئیں۔

Marfat.com

تو اللہ تعالیٰ تو ہدایت بہت ہی صاف صاف دیتا ہے۔ تو اللہ نے ان دونوں کی وضاحت اگلی آیت میں کردی ہے اسلئے کہ جب ایسا ہوا تو کچھ لوگ جو فتح مکّہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے، تازہ تازہ تو انہوں نے کہا کہ ایک تو قرآنِ پاک میں لکھا ہوا ہے کہ جو پچھلے قرضے ہیں وہ تو اللہ نے معاف کر دیئے۔ پچھلے قرضے جو ہیں ہم ان پر سود لیں گے۔ کچھ نے کہا کہ آپ نے جو قرضہ دیا تھا آپ نے تو مجھ سے سود اصل سے زیادہ لے لیا ہے، میں تو آپ کا اصل بھی نہیں واپس کرتا۔ تو ان دونوں صورتوں میں وضاحت کے لئے اگلی آیت جو ہے وہ نازل ہوئی، اللہ فرماتا ہے : یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربٰوا ان کنتم مومنین ○ : اللہ نے پہلے اپنے پیار کا رشتہ جو ہے اس کا واسطہ دیا۔ یہاں ایمان کا دو جگہ ذکر آیا ہے پہلے تو اللہ نے سارے مومنین کو مخاطب کیا ہے : یایھا الذین امنوا : کہ اے ایمان والو۔ اللہ سے ڈرو۔ تقویٰ کا مطلب ہے کسی چیز کو کم کرنا، ڈرنا، خوف کرنا، احتیاط کرنا، بچنا۔ تو یایھا الذین امنوا : اے ایمان والو، اے میرے حبیب ﷺ پہ فدا ہونے والو۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والو، ان پر ایمان رکھنے والو؛ اللہ سے ڈرو۔ اللہ کے احکامات کے معاملے میں

احتیاط کرو، اور کہا کرو : وذرُو : دُعا مانگتے ہیں : رب لاتذرنی فردًا : ہمیں تُو اکیلا نہ چھوڑ تو : وذرُو : کا مطلب ہے چھوڑ دو، اور چھوڑ دو : مابقی : جو کچھ باقی رہ گیا ہے : من الربٰوا : سُود میں سے : ان کنتم مومنین ٥ ؛ یاایھا الذین آمنوا سے یہ کہنا کہ اِن کنتم مومنین ۔ اس کا مطلب ہے کہ کیا تم واقعی سچّے ہو، دوبارہ جب کہا ہے، تو ان کو واسطہ دیا کہ تم تو صاحبانِ ایمان ہو، اے مومنو تم یہ سود چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے تمہارے پُرانے قرضے پر : مابقی من الربٰوا : سود میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے : ان کنتم مومنین ٥ : اگر تمہارا ایمان سچّا ہے۔

تو دوسری طرف کہا اگر تمہارا ایمان راسخ ہے، پختہ ہے تو پھر اللہ کے حکم پہ کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے : ان کنتم مومنین ٥ : اگلی آیت میں لکھا ہوا ہے کہ سُود ایک واحد چیز ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اعلانِ جنگ کیا ہے : فان لم تفعلوا : اور میرے اس کہنے کے باوجود بھی اگر تم نے اس پر عمل کیا یا ایسا نہیں کرتے تم، تو تم سود لیتے ہو پچھلے قرضے پہ : فاذنوا : اذان ہوتی ہے تا آواز دینا تو سمجھ لو کہ تم کو پیغام پہنچ گیا ڈنکا بج گیا : فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ ج : پس سمجھ لو کہ ڈنکا بج گیا ہے جنگ کا اللہ اور اس کے رسول

Marfat.com

سے ۔یعنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے تو وہ شریعت کے محاذ میں تم سے جہاد کریں گے۔ تو میرے رسول سے اور صحابہ کرام سے تمہاری جنگ ہو جائے گی ۔ اور میرے رسول سے جو لڑا اس سے تو میری کُھلی جنگ ہے ۔ قیامت کے دن تو اور بھی جلال میں ہوں گا ، اس دن تو کسی کی نہیں سُنی جائے گی ۔

اَب اُن لوگوں کا جوَاب ہے جو یہ کہتے تھے کہ انہوں نے سُود بہت کھالیا اب اپنا اصل کیوں واپس کروں ؟ :
وان تبتم فلکم راءُوس اموالکمۚ : اور اگر تم توبہ کر لو، سود سے کہ نہیں لیتے : فلکم : پھر تمہارے لئے کیا چیز جائز ہے : راءُوس اموالکم : رؤس جمع ہے راس کی یعنی سرکی ۔مطلب اصل مال زرِاصل ۔ تو اللہ کے اس حکم کے آجانے کے بعد کہ پچھلے قرضے کا سود نہیں لیں گے۔ جو لے لیا ہے وہ اس کا حق ہے ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی معافی دے دی جو نہیں لیا ہے وہ حق ہے اس سود کے عوض میں اِس کا آئندہ کے لئے وہ سود نہیں لے گا ۔ ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے سود سے توبہ کر لی ہے وہ ان کو:
لا تَظلمون ولا تُظلمون ۝ : تم کسی پر ظلم نہ کرو سود لیکر

Marfat.com

اور دوسرا تم پہ ظلم نہ کرے تمہارا اصل مال زبردستی ہڑپ کر کے ۔ اس کا تعلق کیا ہوا کہ سود کی حرمت کے بعد جو شبہات پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے دُور کر دیئے کہ پچھلی آیت میں سُود کی ممانعت تھی جس میں گزشتہ سود خوری قبل از توبہ معاف کی گئی ۔

اِس میں دو شُبے ہو سکتے تھے ۔ ایک یہ کہ گزشتہ قرض پر اَب بھی سُود لے سکتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت کی اور دوسرا یہ شُبہ تھا کہ اگر ماضی میں اصل سے زیادہ سود لے لیا تو شاید اصل بھی واپس لینا جائز نہیں ہے ۔ اس کی بھی اللہ نے وضاحت کر دی کہ باوجود سُود کی حُرمت کے پچھلے قرضوں کا اصل جو ہے ، واجب الادا ہوگا ۔

اور شانِ نزول جیسا کہ میں نے بتایا تھا اہلِ مکّہ جو اکثر سود خور ہوتے تھے ۔ سود پر قرضے دیا کرتے تھے ۔ تجارت بھی کرتے تھے ۔ سود پر قرضے اور سُود پر مال دیتے تھے ۔ تو فتح مکّہ کے بعد ایمان لائے اور چونکہ نیا نیا ایمان تھا اور بہت سارے لوگ تو قتل کئے جانے کے ڈر سے ایمان لائے ہوں گے تو خیال یہ گزرا کہ گزشتہ قرضوں پر ہم بھی سُود لیں ۔ اور اس طرزِ تنازعہ کا ایک کیس جو قبیلہ بنی ثقیف کا تھا ۔

Marfat.com

اس میں مسعود الیلیل اور ربیعہ بنی مغیرہ کو سُودی قرضے دیتے تھے جب سودی کاروبار ختم ہوگیا اور یہ چاروں بھائی مسلمان بھی ہو چکے تھے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے بنی مُغیرہ سے پچھلا سود مانگا۔ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہم نہ دیں گے اس لئے کہ سُود حرام ہے یہ معاملہ اس وقت کے عتاب بن سیر کی کچہری میں آیا اور آپ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے ہدایت مانگی، اس وقت یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

اِس میں جو آیات ہیں ان کے لفظوں کے معنی آپ کو بتا دیئے ہیں۔ اتقوا کا مطلب ہے ڈرنا، بچنا۔ وذروا ترک کے معنی میں ہے، ترک کردو، چھوڑ دو، جو کچھ باقی ہے اس کو ترک کردو۔ اور اذنوا جو ہے کان سے ہے سُننا، آواز دینا۔ اس سے ہے اذان دینا۔ اور یہ اذنوا کا مطلب ہے کہ منکرین کو بتادو کہ اب اعلانِ جنگ ہوگیا ہے۔ ان تبتم توبہ سے اس کا مطلب ہے پوچھنا یا رجوع کرنا۔ اگر کوئی کسی ارادے سے باز آجائے تو اس کو توبہ کہتے ہیں۔ اور رءُوس راس کی جمع ہے راس کا مطلب ہے سَر اور مالی معاملات میں اس کا مطلب ہے : راس المال۔

اس آیتِ مبارکہ کی مختصراً تفسیر یہ ہے کہ بظاہر تو یہ

Marfat.com

مومن سے خطاب ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس کے عذاب سے بچو، اور اپنے مقروضوں پر اپنا جو کچھ سُود باقی رہ گیا ہے، ایک دم چھوڑ دو۔ یہ اخلاصِ ایمان کا تقاضا ہے۔ یہاں جو اللہ نے فرمایا ہے کہ : یاایھا الذین اٰمنوا : اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہا : ان کنتم مومنین ٥ : مطلب یہ کہ تمہارے ایمان میں اگر اخلاص ہے۔ دوسرا ایمان جو ہے اخلاص کے اظہار کیلئے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تمہارے ایمان کے اخلاص کا تقاضا ہے کہ تم پچھلے قرضوں پر جو سود ہے وہ بھی تم معاف کر دو۔ یہ عتاب کا تقاضا ہے اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے تو اللہ اور رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ رسول سے جنگ اس لئے کہ وہ اور ان کے صحابہ کرام شریعت کے نفاذ کے لئے جنگ کریں گے جیسے کہ حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کسی نے اگر ایک بکری کے بچّے کی بھی زکوٰۃ نہ دی تو میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔ بہت سے لوگوں نے زکوٰۃ حکومت کو دینے سے انکار کر دیا تھا۔ آج بھی بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم حکومت کو نہیں دینا چاہتے، ہم خود ہی بانٹیں گے۔ جہاں بھی نظام ہے وہاں اموال ظاہری کے اوپر حکومت کو نیا فرض ہے۔ ہماری شریعت کے مطابق۔ اگر آپ کو حکومت سے شکایت ہے تو

آپ حکومت سے محاسبہ کریں لیکن آپ اپنے اموالِ ظاہری پر زکوٰۃ روک نہیں سکتے۔

اور اگر آپ اپنا غلط حلف نامہ دے کر زکوٰۃ رُکوائیں گے تو یہ شریعت کے خلاف ہوگا اس کا عذاب ہوگا اللہ تعالیٰ کا۔ قیامت کے دن ہماری تمہاری لڑائی ہوگی۔ اس بدعقیدگی سے توبہ کرلو تو تم راس المال کے اصل رقم کے حقدار ہو۔ اور یہ فیصلہ اس لئے کیا گیا ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو گے نہ کوئی تم پر ظلم کرے گا۔

اس کے کچھ اصُول ہیں۔ ان آیات سے بنتے ہیں، ایک یہ کہ سُود خوری سخت گناہ ہے۔ صرف دو جُرم ایسے ہیں جن پر اللہ نے اعلانِ جنگ کیا ہوا ہے۔ ایک جو ہے سود خوری اور دوسری اولیاء اللہ سے عداوت۔ دونوں صورتوں میں جنگ کا اعلان ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ وہ یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کے دوستوں سے کوئی عداوت کرے دوسرے اس کو یہ برداشت نہیں ہے کہ سود خوری کے باعث استحصال کا نظام دنیا میں قائم رہے اس وجہ سے اس نظام کو جو اپنی ضد میں قائم رکھنا چاہتے ہیں، ان سے اللہ نے اعلانِ جنگ کیا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں پر لعنت فرمائی ہے

Marfat.com

اور وہ یہ لوگ ہی سود لینے والا اور سود دینے والا۔ سود لکھنے والا اور سود کا گواہ بننے والا۔ Tattoo یعنی بدن پر داغ لگوانے والا۔ اکثر لوگ نمبر لکھتے ہیں تصویریں بنواتے ہیں۔ ان پر لعنت ہے۔ جادو کرنے والوں پر اور زکوٰۃ نہ دینے والوں پر لعنت بھیجی ہے اور طلاق مغلظہ میں حلالہ کرانے والوں کو کہ تین طلاق دے دی اور کسی سے کہہ دیا کہ شادی کر کے اس کو طلاق دے دو، میں شادی کرلوں، اگر حلالہ کا لفظ اسکی زبان سے ادا ہوگیا ہے کہ یہ نکاح تم حلالہ کے لئے کرو تو اس پر بھی آپ کی لعنت ہے۔ اور مُرتد اور ماں باپ کا نافرمان بیٹا۔ اور یتیم کا مال ظُلماً کھانے والا۔ جاندار کا فوٹو کھینچنے والا یہ دُرِّ منثور میں ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ سود خوری سے قحط سالی ہوتی ہے رشوت ستانی سے عیب پیدا ہوتے ہیں اور بدکاری سے وباء پھیلتی ہے۔ دوسرا فائدہ اس کا یہ ہے کہ صحابہ کرام اور حضور اکرم ﷺ سے لڑنا اللہ سے جنگ ہے۔ اور ان سے صلح اللہ سے صلح ہے۔

ایک اور اصُول یہ ہے کہ دارالحرب کے جو فاسق عقیدے ہیں۔ وہ فسق نہیں ہوں گے ان کے تحت جو کچھ ہوگیا ہے وہ Reversl نہیں ہوگا، آئندہ کے لئے وہ بند ہو جائے گا۔

Marfat.com

اور اس کی مثال یہ ہے کہ ایک ایسے میاں بیوی ہیں جو پہلے کافر تھے، اور کافرانہ طریقے سے ان کی شادی ہوئی۔ اِسلامی طریقے سے نہیں ہوئی تو یہ نہیں ہوگا کہ اسلام لانے کے بعد ان کا نکاح منسوخ ہوگیا اَب دوبارہ پھر نکاح کرنا پڑیگا۔ بلکہ وہ میاں بیوی قائم رہیں گے تو اُصول اللہ نے بڑا فطری بنایا ہے کہ ایک نظام سے دوسرے نظام میں تم آرہے ہو۔ کفر کے نظام سے نکل کر اسلام کے نظام میں آرہے ہو، تو جو کچھ کفر کے زمانے میں ہوگیا اس کی معافی ہے۔ اس کے بُرے اثرات جو ہیں یا اس کی تصحیح اس میں نہیں ہے۔ جس طریقے سے آپ نے شادی کی آپ دونوں کے ازدواجی رشتے حلال رہے۔ اسلام کے لانے کے بعد بھی اَزسرِنو اسلامی طریقے سے نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی اُصول تمام چیزوں پہ عائد ہوتا ہے۔

میں مثال دیتا ہوں۔ شراب کی تجارت ہمارے ہاں حرام ہے۔ کسی نے اسلام سے پہلے تجارت کی اور کسی سے شراب خریدی وہ اس کے قبضے میں آگیا تو اسلام لانے کے بعد وہ اس کو استعمال کرسکتا ہے اس کو سرکہ بنا سکتا ہے اس کو تجارت میں استعمال کرسکتا ہے۔ اور اس سے مال مدد وہ

Marfat.com

حاصل کرسکتا ہے ، لیکن اگر کسی سے تجارت کی ہے اور اس نے معاہدہ کرلیا شراب کا لیکن اس کو ابھی لیا نہیں ہے اور اسلام لے آیا تو ایسا معاہدہ جائز ہے بشرطیکہ اس کی تکمیل کے بعد کوئی اور ایسا معاہدہ نہ کرے کیونکہ اگلا معاہدہ ناجائز اور اسلام کے منافی ہوگا۔

اس کی صوفیانہ تفسیر کیا ہے ؟ کہ اس کو قرضہ دیکر کے اس سے سود نہ کھاؤ اسی طرح سے آپ کے اعضاء کا ناجائز استعمال حرام ہے آپ اپنے ہاتھ پیر سے کمائی کر سکتے ہیں حلال رزق کما سکتے ہیں وہ بالکل آپ کے لئے حلال ہے اور اِسکے ساتھ اگر چوری ڈاکہ ڈالیں ، زبان کے ساتھ : قولوللناس حسنا : لوگوں سے اچھی باتیں کرو۔ تو زبان سے اچھی بات تو حلال ہے ، زبان سے بُری بات کریں تو وہ حرام ہے ۔ اسی طرح سے کان سے اچھی باتیں سُنیں تو حلال ہے ، بُری بات سُنیں تو حرام ہے ۔ آنکھ سے پردہ اور حیا کو قائم رکھیں تو حلال چیز ہے اور اگر پردہ اور حیا ختم ہو جائے تو وہ حرام ہے تو اس کی صوفیانہ تفسیر یہ ہے کہ نہ صرف مال کا حرام استعمال، حرام ہے بلکہ اعضاء بھی آپ کے اعمال ہیں یا نفس کو اپنے قلب کو حلال کاموں میں لگائیں ۔ قلب کو قلبِ مطمئنہ بنائیں ۔

Marfat.com

اپنے نفس کو اپنے قلب کا تابع کریں، اور قلب کو اللہ کی اطاعت میں دیں، اللہ کی یاد کے تابع کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اللہ کے احکام پر عمل کرسکیں صدقِ دل کے ساتھ، اخلاصِ ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہمیں حرام رزق سے محفوظ فرمائے کہ اس میں کوئی برکت نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہمیں حلال رزق عطا فرمائے اور ہمارے رزق میں برکت عطا فرمائے، ہمارے نیک اعمال میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؕ

پارۂ تِلْكَ الرُّسُلُ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

آیات نمبر ۲۷۹ تا ۲۸۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰه

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ
اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ
اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾
وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى
مَيْسَرَةٍ ۚ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا
تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى
كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾

Marfat.com

پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کرلو اللہ اور اللہ کے
رسُول سے لڑائی کا ، اگر تم توبہ کرو ، تو اپنا اصل
مال لے لو ، نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ ، نہ تمہیں
نقصان ہو ﴿۲۷۹﴾ اور اگر قرض دار تنگی والا ہے
تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس
پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لئے اور بھلا ہے
اگر جانو ﴿۲۸۰﴾ اور ڈرو اس دن سے جس میں
اللہ کی طرف پھروگے اور ہر جان کو اس کی
کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ
ہوگا۔ ﴿۲۸۱﴾ ع

آج ۲۷۹ تا ۲۸۱ کی تفسیر انشآءاللہ بیان کروں گا۔ یہ جو پچھلی آیات میں صدقات وغیرہ کا ذکر تھا۔ اور اس کے اخراجات کا ذکر تھا، اِس آیت سے ایک نئی طرح کی حرام آمدنی کا بھی ذکر ہُوا۔ اور یہ سُود کی حُرمت کے احکامات ہیں۔ مختصراً یہ کہ سُود کا گُناہ جو ہے کہ سُود خور گناہ گاروں کا شر کافروں سے بدتر ہوگا۔ اس لئے کہ قیامت کے دن یہ لڑکھڑاتے ہوئے چلیں گے۔ اِن کے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح سے ہوں گے سُود کے

Marfat.com

بوجھ سے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن و شیطان ان کو چمٹ گئے ہیں ، ان کے قدم لڑکھڑا رہے ہیں بالکل اسی طریقے سے خبطی ہو کر چلیں گے ۔

آپ اس بات سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ سُود کھانا کِتنا بڑا گناہ ہے ۔ اور ایسے تو بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ سُود ایک طرح کی تجارت ہی تو ہے ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے پھر اللہ فرماتا ہے کہ میں ایسا رحیم و کریم ربّ ہوں کہ یہ میری عادت ہے کہ اسلام کے پہلے کے گناہ میں معاف کر دیا کرتا ہوں ۔ تو جو کچھ گزر گیا ، جب تم پر اللہ کی طرف سے نصیحت آگئی اور تم نے اس کے بعد چھوڑ دیا تو جو کچھ گزر گیا وہ معاف ہو گیا ۔ لیکن اللہ کا حکم آنے کے بعد اگر کسی نے پھر بھی جاری رکھا تو پھر وہ لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے ۔ اور اِسی میں ہمیشہ رہیں گے ۔

پھر اللہ نے فرمایا کہ : دیکھ میری ایک عادت یہ بھی ہے کہ جن چیزوں سے انسان کو نقصان ہوتا ہے ۔ میں وہ حرام کر دیتا ہوں ، سود جو ہے معاشرے میں بہت ساری خرابیاں پیدا کرتا ہے ۔ اللہ فرماتا ہے ، ترغیب دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ جو ہے : یمحق اللہ الربٰوا : مک کہتے ہیں جیسے : چاند کم

ہوتا رہتا ہے تو اللہ سُود کو کم کرتا رہتا ہے، سود خوار کبھی نہ کبھی دیوالیہ ضرور ہوتا ہے ۔ پاکستان میں بھی سارے بینک دیوالیہ ہوگئے ہیں تو : یربی الصدقات : جب دنیا میں 2% سُود تھا تو بینک کا، تو 18% - 17% یا 20% - 22% تھا، اِس لئے کہ وہ بڑھتے ہوئے اخراجات اس سے پورے کرتے تھے ۔ سب ہی دیوالیہ ہوگئے ہیں۔ تو اللہ فرماتا ہے : یمحق اللہ الربٰوا ویربی الصّدقات : اللہ سود کی آمدنی یا اس سے پیدا کئے ہوئے احساسات میں بے برکتی کرتا ہے اور اس کو گھٹاتا رہتا ہے اور جو انسان صدقات و خیرات کرتا ہے وہ بڑھتا رہتا ہے ۔

کیوں ؟ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ صدقات و خیرات جو ہیں یہ ایک اچھا قرض ہے اللہ تعالیٰ کا ، یہ واپس ملے گا، نئے اضافے کے ساتھ ۔ تو صدقات میں اللہ نے برکت رکھی ہے ۔ صدقہ دینے والا کبھی غریب نہیں ہوتا ۔ اللہ کی راہ میں اور اس کی رضا میں خرچ کرنے والا کبھی بھی گھاٹے میں نہیں ہوتا ۔ اور اللہ گنہگار کو، کافروں کو دوست نہیں رکھتا ۔ پھر اللہ مومنین کی ہمّت افزائی فرماتا ہے : ان الذین امنوا وعملوا ..... ولاھم یحزنون ○ : بے شک جو لوگ، جو صاحبانِ ایمان ہیں نیک عمل کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں زکواۃ و

Marfat.com

خیرات دیتے ہیں ۔ اللہ کا یہ بہت بڑا انعام ہے اور انکی حیثیت ایسی ہے جیسے اولیاء اللہ کی : الا ان اولیاء اللہ ..... یحزنون ٥ تو یہاں بھی اللہ نے فرمایا ہے : ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون ٥ ایسے لوگوں کے ساتھ جو ایمان رکھتے نماز قائم کرتے ہیں ، صدقات وخیرات دیتے ہیں ان پر نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم ہوگا۔

پھر بہت سے لوگ، بنی ثقیف کے لوگ بنی مغیرہ کو طائف میں قرضے دیا کرتے تھے ۔ تو حرمتِ سُود کے بعد انہوں نے سمجھا کہ جو پچھلا ہے وہ تو اللہ نے معاف کردیا ہے پچھلے قرضوں کا سُود وصول کرسکتا ہوں ۔ تو اللہ نے اگلی آیت نازل فرمادی یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربوا اِن کنتم مومنین ٥ : اے صاحبانِ ایمان اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سُود باقی رہ گیا ہے اسے معاف کردو۔ اللہ نے سود کی معافی کردی لیکن اصل کی واپسی لازم کردی ۔ یہ نہیں ہے کہ پچھلا سُود دیا تو اُسی میں اصل منہا ہوگیا یہ اللہ نے نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم نہیں معاف کروگے تو کیا ہے ؟ پھر اعلانِ جنگ ہے : فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہٖ اگر تم اس پر عمل نہیں کروگے اس حکم پر تو پھر خبردار ہوجاؤ تم کو اذان دے دی گئی ۔ اطلاع دے دی گئی ۔ اللہ اور رسول

Marfat.com

سے جنگ کے لئے۔

جو آدمی سُود کی حرمت کے بعد بھی سُود کھاتا ہے۔ وہ اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہوجائے۔ صرف دو طبقے ایسے ہیں جن سے اللہ نے جنگ کا اعلان فرمایا ہے۔ ایک وہ جو انبیاء اور اولیاء سے دشمنی رکھتے ہیں، عداوت کرتے ہیں اور وہ جو سُود کھانے والے ہیں۔ ایک طرف اعلانِ جنگ ہے دوسری طرف یہ بھی ہے کہ: وان تبتم فلکم رءُوس اموالکمۚ لا تَظلمون ولا تُظلمون ٥ : اور اگر تم توبہ کرلو سُود سے تو جو اصل مال ہے راس المال ہے، زرِ اصل جو ہے وہ تمہارے لئے ہے تم اس کو واپس لے سکتے ہو۔: لا تَظلمون ولا تُظلمون ٥ : نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔ تمہارا اپنا اصل مال تم کو واپس ملے گا۔ اگر مقروض یہ کہے کہ ہم پچھلا سُود دے چکے ہیں تو سود تو حرام ہوگیا، ناجائز آپ نے لیا تھا وہ نہیں دوں گا تو وہ ظالم ہے۔ حاکم اس کے پیسے دلوانے میں مدد کرسکتا ہے۔ یہاں تک تو قرض اور سُود کے بارے میں تھا۔ اَب جو جائز قرض آپ کا واپس ملنا ہے اُس کے متعلق کچھ احکامات ہیں۔ بات یہ ہے کہ بنی ثقیف کے چار بھائی تھے جو اسلام سے قبل قرض کا کاروبار کرتے تھے۔ بعد میں فتح مکہ

Marfat.com

کے بعد طائف کے لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔ تو اس وقت یہ آیت اتری تھی۔ جب یہ اپنا زرِ اصل لینے کے لئے گئے طائف میں بنی مغیرہ والوں کے پاس تو انہوں نے کہا کہ ابھی تو ہمارے حالات درست نہیں ہیں۔ ہمارے پاس تو پیسے نہیں ہیں ہمیں کچھ مہلت دو، تو اس وقت اگلی آیت نازل ہوئی : وان کان ذوعسرۃ فنظرۃ الیٰ میسرۃ۔

عُسرہ کہتے ہیں تنگی کو ہم دُعا کرتے ہیں : رب یسرولا تعسر ط : اے ربّ ہمارے لئے آسانیاں پیدا کر ہمارے لئے تنگی نہ پیدا کر۔ عُسرت یا عُسر کا مطلب ہے تنگی، پریشانی، مشکل تو : ان کان ذوعسرۃ : اگر تمہارا مقروض، قرضدار جو ہے وہ کسی مشکل میں ہے یا تنگی میں ہے : فنظرۃ الیٰ میسرۃ : میسرہ کیا ہے؟ یسر سے ہے۔ آسانی سے ہے۔ تو میسرہ جو ہے اس کا مطلب ہے کشائش آسانی۔ فنظرۃ : پھر ان کو مہلت دیدو۔ جب تک وہ آسانی سے ادا نہ کردیں۔ یہ مہلت دینا ایسے وقت کسی کو یہ کتنا ثواب ہے۔ یہ بتاؤں گا : وان تصدقوا خیرلکم: تصدقوا۔ صَدقہ کردو، اور تم خیرات کردو، اس کو جو کہ باقی ہے، معاف کردو اس کو جیسے غلام کو آزاد کرتے ہیں، قرضدار کو بھی آزاد کرتے ہیں۔ تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ یاد رکھو جس

طرح سے مجبور شخص تمہارا قرض دار ہے تم بھی اللہ کے قرضدار ہو، تم اللہ کے بندوں کا قرض معاف کروگے، تو اللہ تعالیٰ تمہارا قرض معاف کرے گا اور تمہارے لئے آسانیاں پیدا کرے گا۔

تو اللہ فرماتا ہے : وان تصدقوا خیر لکم : اور اگر تم اس مسکین اور غریب کی پریشانی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اِس قرضے کو معاف کردو اور خیرات کردو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اِن کنتم تعلمون ○ : اگر تم اِس بات کو سمجھ لو۔ جان جاؤ۔ اگر تم یہ جان جاؤ کہ تم بھی اللہ کے قرضدار ہو تمہیں بھی اپنا قرض واپس کرنا ہے، تمہاری بھی پرسش ہوگی۔ تو تم فوراً ضرورتمند اور حاجتمند پر واجب الادا قرض معاف کردوگے، تاکہ اللہ بھی تمہارے ساتھ نرمی کا سلوک فرمائے اور اس کا قرض جو تم پر ہے وہ بھی معاف فرمادے۔ وان کان ذوعسرۃ الی میسرۃ ط وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون ○ : اگر تمہیں خیر کی جستجو ہے، اگر تمہیں یہ پتہ ہے کہ قرضداروں کا قرض معاف کرنا یا مہلت دینا اللہ کو پسند ہے تو تم اپنے لئے قیامت کے دن آسانی کیلئے یہ نیکی کا کام کرو اور اگر تم کافروں کی طرح : صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ○ : بہرے، گونگے، اندھے۔ اور یہ تصور کرنے لگے ہو کہ پھر اللہ کیطرف جانا ہی نہیں ہے۔ پھر اگر ایسی صورت

Marfat.com

ہے تم تو یہودیوں نصرانیوں کی طرح سے قرض دو اور لوگوں پر ظلم کرو، تو واتقوا یوما۔

پھر اللہ فرماتا ہے : واتقوا یوما ترجعون فیه : تم اس دن سے ڈرو۔ یہ دن دو ہو سکتے ہیں۔ تفصیل کے مطابق ایک تو وہ دن جس دن ہم دنیا سے چلے جائیں گے۔ اللہ کے حوالے ہماری جانیں جائیں گی، اور دوسرا وہ دن ہوگا یوم جزا کا دن۔ قیامت کے دن جس دن حساب کتاب ہوگا۔ تو اللہ فرماتا ہے واتقوا یوما : اس دن سے ڈرو : ترجعون فیه : جس دن تمہیں واپس جانا ہے۔ اس دن سے ڈرو، جب اللہ کے پاس جاؤ گے۔

ثم توفیٰ کل نفس ماکسبت : توفیٰ، کیا ہے؟ وفیٰ سے ہے، پورا ہونا۔ ہم کہتے ہیں ایفائے عہد پورا کرنا۔ بدلہ ملنا، اجر ملنا جب اللہ کے پاس جاؤ گے تو کیا ہوگا۔ ثم توفیٰ تمہیں پورا پورا اجر ملے گا جو کام کرو گے نیکی کا کام کرو گے، تو نیکی کا اجر ملے گا، برا کام کرو گے تو برے کام کا بدلہ ملے گا۔ کل نفس : ہر شخص کو، اور کس حساب سے ملے گا؟ : ماکسبت : جو کچھ کمایا یہاں پر۔ تو اللہ فرماتا ہے یہ تاکید کرنے کے بعد کہ مہلت دے دو، ہو سکے تو معاف کر دو۔ یہ تمہارے لئے

Marfat.com

بہتر ہے۔ پھر فرماتا ہے : واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ :
اِس دن سے ڈرو جس دن واپس لَوٹو گے ، اللہ کے پاس تمہارا
حساب کتاب ہو گا اللہ تم سے اپنا قرض مانگے گا ہم نے جو تم
پر رحمتیں کی ہیں ، وہ واپس کرو۔ اگر تم نے ہمیں ربّ نہیں مانا
ہمارے احکام نہیں مانے ہماری عبادت نہیں کی ، ہمارے سامنے
سرِ تسلیم خم نہ کیا اس لئے وہ دن کون سا ہو گا ؟ جس دن ہر
جان کو پورا پورا صِلہ ملے گا بدلہ ملے گا جو کچھ اس دُنیا میں کمایا
ہے : وھم لا یظلمون ۝ : اور اس پر کوئی ظلم نہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ جرائم کے معاملے ہیں ، گناہ کے معاملے ہیں انصاف
فرماتا ہے اور نیکی اور حسنات کے معاملے میں سخاوت فرماتا ہے ایک
کے دس دیتا ہے ، زیادہ دیتا ہے اور میں ابھی بتاؤں گا کہ قرض
معاف کرنا یا مہلت دینے کا کتنا ثواب ہے : اگر آپ نے سو
(۱۰۰) روپے کسی کو قرض دیئے اور ایک ماہ کی اس کو مہلت دی
اس کی پریشانیوں کا لحاظ کرتے ہُوئے ، تو ہر روز سو (۱۰۰) روپے
خیرات کرنے کا ثواب ملے گا ۔ اور کسی قرض خواہ کو محتاج کو قرض
دے دیا کسی کا قرض معاف کر دیا تو اس کا صدقات سے کئی
گُنا زیادہ ثواب مِلتا ہے کیوں ؟ صدقات تو ضرورت مند کو دیئے
ہیں کہ جی ہم محتاج ہیں ، دن میں بہت سارے آتے ہیں جو

Marfat.com

پیشہ ور فقیر ہیں، لیکن عموماً قرض مانگنے والا جس کو آپ کرتے ہیں، ان میں سے اکثر حاجت مند ہوتے ہیں۔ تو حاجتمند کے ساتھ سلوک کرنے کا اللہ نے زیادہ ثواب رکھا ہے۔ صدقات سے بھی زیادہ۔

تو یہ دو آیات کا تعلق پچھلی آیات سے یہ ہے کہ پچھلی آیات میں مقروض کو سود میں چھوٹ دی گئی تھی، اب اللہ ان آیات کے ذریعے زرِ اصل میں مہلت یا اس کی معافی کے متعلق احکامات ہیں، پہلے عام مقروضوں کے بارے میں احکامات تھے، اب ان لوگوں کے جن میں سکت نہیں ہے صلاحیت نہیں ہے، قرض واپس کرنے کی۔ جو دیوالیہ ہوگئے ہیں۔ ان کے لئے احکامات ہیں۔ پہلے عام صدقات کا ذکر تھا اب اس خاص صدقے کا ذکر ہے جس کا اللہ کے ہاں بہت اجر ہے۔ یعنی کہ محتاجوں پر قرض کو معاف کرنا ضرورت مند اور پریشان حال لوگوں کا قرض معاف کرنا۔ جیسے کہ میں نے عرض کیا تھا، بنی ثقیف کے چار (۴) بھائیوں نے بنی مغیرہ کو قرض دیا تھا تو جب انہوں نے قرض مانگا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں مہلت چاہیئے، تو اس وقت سرکارِ دو عالم ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں جس میں واضح کر دیا گیا کہ کوئی حاجتمند یا پریشان

Marfat.com

حال ہو تو اس کو قرض میں مہلت دینا واجب ہے۔ اور معاف کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ پہلی اذان غور سے سنو اس کے بعد ہوتی رہی تو پھر آپ اپنا کام جاری رکھ سکتے ہیں اس لئے کہ آپ نے نماز کا پیغام سن لیا۔ ان دو آیات کا مختصراً خلاصہ جو ہے تفسیر کا یہ ہے کہ اگر مقروض تنگدست ہو اور وعدہ پر قرض ادا نہ کرسکے تو اسے مہلت دے دو، تاکہ جب اسکو گنجائش ہو جائے تو وہ قرض ادا کردے۔ اگر وہ فقراء اور مساکین میں سے ہے تو قرض کو بالکل معاف کردینا زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر تم کسی محتاج اور مسکین کو اپنے قرض سے آزاد کروگے تو اللہ آپ کو اپنے قرض سے آزاد فرمائے گا۔ اور تمہیں اس بات کی خبر ہو کہ یہ عمل اللہ کے ہاں کتنا پسندیدہ ہے تو تم ضرور ایسا کروگے۔ اس لئے کہ تم بھی کسی کے مقروض ہو۔ لہٰذا تم اپنی پیشی سے ڈرتے رہو۔

کیا اللہ نے فرمایا : واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله :
اس دن سے ڈرو جس دن تمہیں واپس لوٹنا ہے۔ تو تم ڈرو۔ جس دن تمہاری بھی پیشی اللہ کے سامنے ہوگی، بعض اس کی کہ یہ کب نازل ہوئی ؛ اس کے متعلق بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کے وصالِ مبارک سے تیس (۳۰) دن پہلے

نازل ہوئی ، بعض کا خیال ہے سات (۷) دن اور کچھ کا خیال کہ صرف تین (۳) گھنٹے پہلے وصال سے ، اور کلامِ پاک جو ہے قریب قریب مکمل ہو چکا تھا ، اور میرا خیال ہے کہ یہ آخری آیت تھی ، لیکن حضرت جبریل علیہ السلام نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ سورہ بقرہ کی یہ ۲۸۰ آیت بنا کر کے اس کو اس جگہ پہ داخل کیا جائے ۔ تو آپ یہ دیکھیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحے تک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مشکلیں اور مسئلے حل کرنے کیلئے ہدایت جاری کرتا رہا ہے ۔

اَب قرض دینا تو اچھی بات ہے لیکن قرض لینا بہت بُری بات ہے ، اسلام میں ۔ اور اس میں کچھ احکامات ہیں ۔ بلا ضرورت قرض لینا بہت ہی بُرا عمل ہے ۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُس غریب مقروض کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے ، جس نے اپنے قرض کو ادا کرنے کے لئے مال نہیں چھوڑا ۔ اور دوسرے مسلمانوں سے فرما دیتے تھے کہ تم جاؤ تم نماز پڑھا دو آپ تشریف نہیں لے جاتے تھے اِتنا ناپسند فرماتے تھے نا دھند کو ۔ اس لئے کہ سارا اعتبار اور معاشی نظام جو ہے غبن اور خیانت سے خراب ہوتا ہے ، تو یہ قرض کی لین دین اتنی ناپسندیدہ چیز ہے شریعت میں کہ : سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اِنکا نماز جنازہ پڑھانے سے بھی اِجتناب

Marfat.com

فرماتے تھے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ:
"شہید کی شہادت کے بعد سارے گناہ معاف کر دیئے جائینگے، سوائے قرض کے، کہ وہ جو چھوڑ گیا ہے اور جس کے لئے وسائل نہیں چھوڑ کر گیا۔" اتنا سخت اس کا حکم ہے۔ تیسری بات یہ کہ قرض لینے میں نیک نیتی ہونا چاہیئے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ: "جو اِس نیت سے قرض لے گا کہ اسے اس کو ادا کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پہ یہ کرم کرے گا کہ اس سے اللہ تعالیٰ، اِس قرض کو ادا کرا دے گا۔ اس کے وسائل اسکو عطا فرما دے گا۔ اور اگر کسی کی نیت خراب ہے کہ وہ یہ قرض لے کر اس کو ادا نہیں کرے گا، بھاگ جائے گا، فرار ہو جائے گا، بہانے کریگا تو پھر وہ کبھی بھی اس قرض کو ادا نہیں کر پائے گا۔ اور پھر اسکی سزا قیامت کے دن پکڑ سے ہوگی۔" یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔

ایک اور حدیث ہے کہ: "تیس (۳۰) پیسے کی نادہند کی سات سو (۷۰۰) نمازیں قرض خواہ کو واپس کی جائیں گی، بطور قیامت کے دن قرض ایسے ادا ہوگا۔ اگر میں نے کسی کا تین (۳) پیسہ رکھ لیا ہے ناجائز تو اس کے بدلے سات سو (۷۰۰) نمازیں

دینا ہوں گی آپ اندازہ کریں کہ کتنے دنوں کی یہ نمازیں ہیں۔ اسی طرح سے قرض خواہ کے گناہ۔ آپ نے کسی کو قرض دیا اس نے واپس نہیں کیا دانستہ طور پر تو میرے گناہ اس کے اوپر ڈال دیئے جائیں گے۔ میرے گناہوں کی سزا اسکو ملے گی۔ قرض کی نادھندگی اتنا بڑا جرم ہے کہ کوئی شخص شہید ہوجائے، دوبارہ پھر زندہ ہوجائے اور پھر اللہ کی راہ میں شہید ہوجائے، سات بار بھی وہ دوبارہ زندہ ہوکر بھی دوبارہ شہید ہو اور پھر بھی اس نے اگر قرض جب تک ادا نہ کیا تو جنت میں نہیں جائے گا۔ اس لئے کہ یہ بھی حدیث ہے کہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے قرض کے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ گناہِ کبائر کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان مقروض ہوکر مرے۔ یہ لوگ جو قرضے چھوڑ کر جاتے ہیں اور جائیداد اور اثاثے ہوتے ہوئے بھی قرض نہ ادا کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور یہ پاکستان میں عام ہوگیا ہے کہ قرضے لئے ہیں فیکٹری بند کردی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم تو قرضہ نہیں ادا کرسکتے تو کاروں میں گھوم رہے ہیں، محل بنا رہے ہیں، گلبرگ میں کوٹھیاں بن رہی ہیں، لندن میں پیسے رکھ رہے ہیں لیکن بینکوں کے پیسے نہیں واپس کرتے۔

Marfat.com

یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: "اگر جنت میں جانا چاہتے ہو تو تین چیزوں سے بچو۔ غرور، خیانت اور قرض۔ یہ تین چیزیں جنت میں آپ کا راستہ روک دینگی۔" اور مقروض بعدِ وفات بھی قرض میں گرفتار رہتا ہے۔ اس کو چھٹکارا نہیں ملتا، اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جو قرض ہم یہاں سے لے کر جارہے ہیں وہ قرض قیامت کے دن چکانا پڑے گا۔ جہاں ایک طرف قرض لینے اور اسکو ادا نہ کرنے کی خرابیاں ہیں وہاں قرض دینے کے بھی فضائل ہیں۔ حاجت مند کو قرض دینا ثواب ہے، اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "تین شخصوں کو اجازت ہوگی کہ جنت میں جس دروازے سے چاہیں چلے جائیں اور وہاں کی جو نعمتیں ہوں ان کو وہ استعمال کریں۔ وہ کون سے لوگ ہیں؟ ایک تو مقتول کے ورثاء قاتل کا خون معاف کرنے والا، اسلام میں خون بہا جو ہے، اس لئے کہ، اس سے پُشت در پُشت کی دشمنی ختم ہوجاتی ہے۔ وہ سلسلۂ قتل رُک جاتا ہے۔ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ان تینوں میں سے پہلا وہ ہے جو قتل کا خون معاف کرتا ہے۔ دوسرا بہت آسان ہے جو ہم سب کرسکتے ہیں، ہر نماز کے بعد ۱۱ بار سورۂ اخلاص پڑھ لیں۔

Marfat.com

ہر فرض کے بعد۔ تو جس دروازے سے چاہیں جنت میں چلے جائیں۔ ایک اور اسی طرح کی نعمت ہے۔ جو شخص دُرودِ اکبر روزانہ پڑھے اور اس کے پڑھنے سے پہلے ایک تسبیح : رَبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ : پڑھے۔ ایک تسبیح کلمۂ طیبہ کی پڑھے اور ایک تسبیح : یَااللّٰہُ یَارَحْمٰنُ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ : کی پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت قبول فرمائے گا، دوسرے گناہ گاروں کے لئے۔ اسکو جو نعمت ملیگی سو ملیگی۔ اللہ تعالے اس کی شفاعت فرمائے گا۔ تو ۱۱ بار قُل ھُوَ اللہ، ہر نماز کے بعد پڑھنا اس کی یہ فضیلت ہے۔

یہ سورۃ اخلاص کیا ہے؟ یہ توحید کا پیغام ہے۔ ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا شجرۂ نسب ہے : قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝۱ اللّٰہُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝۴ یہ اللہ تعالیٰ کو اتنی پیاری ہے، اس آیتِ خاص کا یہی ثواب ہے۔ تیسرے وہ لوگ جو جنت کے کسی دروازے سے جاسکتے ہیں، وہ ہیں جو حاجتمندوں کو قرض دیتے ہیں۔ حضرت ابوعمر امامہ رضؓ ایک صحابی تھے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہے کہ صدقے کا ثواب دس (۱۰) گُنا ہے۔ اور قرض دینے کا اٹھارہ (۱۸) گُنا ہے آپ نے خواب ہی میں پوچھا کہ کیا وجہ

Marfat.com

ہے کہ قرض دینے کا ثواب صدقے سے زیادہ ہے ؟ قرض میں تو واپس کی گنجائش ہوتی ہے ، صَدقہ تو چلا جاتا ہے اللہ کی راہ میں ۔ تو فرمایا کہ ، جواب دیا گیا ان کو کہ صدقہ تو غیر ضرورتمند بھی لے لیتا ہے مگر قرض تو حاجت مند ہی مانگتا ہے۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ مقروض کو اگر ایک ماہ کی مہلت دیں تو روزانہ زرِ اصل جتنا خیرات کا ثواب ملے گا ۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا ہے کہ صدقات اور خیرات اللہ تعالیٰ کو قرض دینا ہے اور اسی طرح سے اللہ تعالیٰ صدقات و خیرات کی ترغیب دیتا ہے اور ایک خاص قسم کا صدقہ، وہ یہ ہے کہ کسی کا قرضہ معاف کر دینا ۔

ایک حکایت ہے کہ ایک شخص تھا کہ وہ لوگوں کو قرضہ دیا کرتا تھا ، اپنے نوکروں سے کہتا تھا کہ تم کو اگر کوئی حاجتمند نظر آئے تو میرے پاس بھیج دو۔ وہ شخص حاجتمند کی تلاش میں رہتا تھا ۔ کوئی ضروری نہیں کہ بہت بڑی رقم سے یہ کام کیا جائے ، تھوڑی رقم سے بھی کیا جاسکتا ہے ۔ شاید وہ تنگدست ہو اور اب اس بات سے خوش ہو کہ میں نے تنگدست کی مَدد کی اس کو قرضہ دیا تو میری مغفرت ہو جائے ، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو بہت پسند فرمایا ۔ اور اس کی نجات ہوگئی۔

Marfat.com

یہ مشکوٰۃ شریف میں ہے، مقروض کو مہلت دینے کے فضائل کے متعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی غریب مقروض کو مہلت دے، اسے ربّ تعالیٰ قیامت کی مصیبتوں سے بچائے گا۔"

اب اِس قرض کے دینے اور معاف کرنے کے متعلق مسائل ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ مہلت دینا واجب ہے۔ مؤثر وہ ہے جسکے پاس ادائے قرض کے لائق مال نہ ہو۔ مال رکھ کر کے اگر کوئی اپنے کو دیوالیہ کہتا ہے، قرض معاف کرانے کے لئے تو وہ ظالم ہے گنہگار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی پکڑ ہوگی۔ ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ مہلت دینا واجب ہے لیکن مہلت دینے سے قرض زرِ اَصل معاف نہیں ہوتا، اگر وہ چاہے تو حاکم سے فریاد کر کے حاکم کے ذریعے سے اپنا قرضہ وصول کرسکتا ہے۔ اگر کسی حاکم کو یہ شُبہ ہو کہ کوئی قرض دار اپنے مال کو چُھپا رہا ہے، اسلامی شریعت میں اور جان بوجھ کے وہ قرض ادا نہیں کررہا ہے تو وہ اس شُبے پر اس کو گرفتار کرسکتا ہے۔ شرعی طور پر حاکم کا یہ عمل جائز ہوگا کہ وہ دھوکہ دِہی سے اپنے کو دیوالیہ ظاہر کرنیوالے کو، قید میں لے جاسکتا ہے۔ اور اِس دوران میں وہ اپنی تفتیش مکمل کرسکتا ہے اور تفتیش کے بعد اگر ثابت ہوجائے کہ واقعی وہ دیوالیہ ہے تو وہ اسکو چھوڑ سکتا ہے

Marfat.com

اُسی طریقے سے قرض دھندہ ہیں اگر معاف کردیں تو بہت بڑی نعمت ہے لیکن اِس کا شرعی حق مقروض پر باقی رہتا ہے اور قرض خواہ جو ہے اگر اِس کا کوئی نادہند مقروض ہے تو اس کو جس طرح حاکم گرفتار کرسکتا ہے اس طرح سے قرض دینے والا ہر وقت اس کے ساتھ رہ سکتا ہے، اوراس سے اپنے قرض کا تقاضا کرسکتا ہے۔ اسکی شرعی اجازت ہے۔

بہت دنوں تک فقہاء نے یہ فتویٰ دیا کہ حاکم خود مقروض کی جائیداد فروخت کرکے قرض ادا نہیں کرسکتا۔ وہ صرف مُقیّد، مقروض پر دباؤ ڈال سکتا ہے کہ وہ اپنی جائیداد فروخت کرے اور قرضہ ادا کرے۔ اور یہاں سے رہائی پائے۔ جدید فتویٰ یہ ہے؛ مجتہدین کا کہ قاضی جو ہے ہر چیز فروخت کرکے مقروض کی قرض خواہ کی رقم ادا کرسکتا ہے۔ ہاں کچھ چیزیں جو ہیں استثنیٰ ہیں کہ وہ چیزیں وہ نہیں دے سکتا اس کو کچھ کپڑے اس کے لئے چھوڑنا ہوں گے اور رہنے کے لئے محل نہیں مناسب مکان اِس کو دینا ہوگا اور اس کی حرفت کیلئے، کسان ہے تو اُس کا حل؛ بڑھئی ہے تو اس کے اوزار؛ لوہار ہے تو اسکے اوزار، جن چیزوں سے وہ رِزقِ حلال کماسکتا ہے ان چیزوں کو وہ ضبط نہیں کرسکتا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پچاس (۵۰)

کروڑ کی اسٹیل مل کو بھی وہ یہ کہہ دے کہ یہ تو ہمارا حرفت ہے لہٰذا تم نہیں لے سکتے۔ تو ایسا ہوسکتا ہے کہ اسٹیل مل یا وہ فیکٹری بیچ دیں اور اس کو چھوٹی سی بھٹّی دے دیں جہاں سے تم نے شروع کیا تھا وہیں واپس جاؤ۔ تو اب یہ ہے کہ ضرورت کے کپڑے، ضرورت کی حد تک چھت رہنے کے لئے اور آلاتِ حرفت جو ہے وہ اسلامی شریعت کے مطابق نہیں بیچ سکتے۔ اس کو چھوڑنا ہوگا۔

پھر مسلمانوں پر اللہ نے نادہند مقروض کی آبرو حلال کردی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مقروض ہے اس کو قرض دینے والا بُرا بھلا کہہ سکتا ہے۔ قرض اتنی بُری چیز ہے کہ نادہند مقروض کی آبرو حلال ہے۔ مومن کی آبرو حلال نہیں ہے آپ مومن کو بُرا بھلا نہیں کہہ سکتے۔ نیک اعمال والا ہے۔ اور ذاتی صَرف کے لئے ہوئے قرضے جو ہیں اس پر مہلت واجب نہیں ہے۔ کار، اپنے لئے کوٹھی بنانے کے لئے قرض لیا تو اس قرض لینے پر مہلت واجب نہیں ہے۔ اسلئے کہ یہ ایسے اثاثے ہیں جن کو بیچ کر قرض ادا ہوسکتا ہے۔ لیکن تجارتی قرضوں پہ مہلت جائز ہے، واجب ہے۔ اس لئے کہ اِس مہلت سے اِس تجارت سے منافع آتا ہے، اور اس سے

Marfat.com

وہ قرض ادا ہوسکتا ہے، بغیر اس کو بیچے ہُوئے۔

جو قید کرنے کا حکم ہے قاضی کو اجازت ہے، وہ اجازت وہاں باطل ہوجاتی ہے جب کہ یہ ثابت ہو کہ یہ شخص نادہند جو ہے یہ فقیر ہے، یہ مفلس اور مسکین ہے، اگر کسی کی فقیری یا دیوالیہ پَن جو ہے وہ بالکل ثابت ہے تو ایسے آدمی کو عدالت گرفتار نہیں کرسکتی اس کی مجبوری کا لحاظ کرنا ہوگا۔ تو ظاہر ہے فقیر کو قید نہیں کرسکتے۔ شرعًا مہلت کی کوئی مُدّت نہیں ہے اللہ نے فرمایا کہ کوئی پریشان حال ہے جب تک اس کو آسانی نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے کوئی مُدّت نہیں مقرر کی ہے، یہ آپکی سہولت پر ہے قرض لینا بُرا تو ہے لیکن بعض صورتوں میں یہ کارِ ثواب ہے۔

دوسرا یہ کہ کوئی غریب ہے اس کے پاس کفن کے پیسے نہیں ہے اور آپ کا جی چاہتا ہے کہ اس کے کفن دفن کا انتظام کریں اس کے لئے آپ کسی سے قرض لے سکتے ہیں، اور وہ کارِ ثواب ہوگا۔ اور تیسرا یہ کہ کوئی بالغ شخص گناہ سے بچنے کی نیت سے نکاح کرنا چاہتا ہو اور وہ اپنے اخراجات کے لئے کسی سے پیسے لے تو یہ کارِ ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے، ہمیں ہدایت عطا فرمائے، ہمیں شعور عطا فرمائے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے

Marfat.com

وسائل کو اس کے بتائے ہوئے طریقے سے اور اِس کی خوشنودی
کے لئے استعمال کریں۔

اللہ ہمارے دل میں فراخی پیدا کرے کہ ہم حاجتمندوں کی حاجت روائی کرسکیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اگر ہمارے پیسے کسی پر باقی ہیں اور اُسکے حالات خراب ہیں تو ہمیں حوصلہ عطا فرمائے تاکہ ہم اس کو معاف کرسکیں اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرسکیں ۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

Marfat.com

پارۃ تِلْكَ الرُّسُلُ سُورَةُ الْبَقَرَة

آیت نمبر : ۲۸۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ
بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ
وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَ
لَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ
اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ
الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ
مِنْهُ شَيْــًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ
الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ
اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ
وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ

Marfat.com

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ
مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ
اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ
وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا
تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا
اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ
اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا
اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً
تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ
جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا
تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا
شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ
بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

اے ایمان والو! جب تم ایک مقررہ مدّت
تک کسی دَین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو،
اور چاہیئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا

ٹھیک ٹھیک لکھے، اور لکھنے والا لکھنے سے
اِنکار نہ کرے جیسا کہ اِسے اللہ نے سکھایا ہے،
تو اِسے لکھ دینا چاہیئے اور جس پر حق آتا ہے
وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا
ربّ ہے اور حقّ میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے،
پھر جس پر حق آتا ہے اگر بے عقل یا ناتواں
ہو یا لکھا نہ سکے تو اس کا ولی انصاف سے
لکھائے، اور دو گواہ کرلو اپنے مَردوں میں
سے، پھر اگر دو مَرد نہ ہوں تو ایک مَرد اور
دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو، کہ کہیں
اِن میں سے ایک عورت بُھولے تو اُس ایک کو
دوسری یاد دِلا وے۔ اور گواہ جب بلائے
جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں۔ اور اسے
بھاری نہ جانو کہ دَین چھوٹا ہو یا بڑا اِسکی میعاد
تک لکھت کرلو، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ
انصاف کی بات ہے، اِس میں گواہی خوب
ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے
کہ تمہیں شُبہ نہ پڑے مگر یہ کہ کوئی سرِدست

Marfat.com

کا سودا دست بدست ہو تو اِس کے نہ لکھنے کا
تم پر گناہ نہیں، اور جب خرید و فروخت کرو تو
گواہ کر لو اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے
نہ گواہ کو (یا نہ لکھنے والا ضرر دے نہ گواہ) ۔ اور
جو تم ایسا کرو تو یہ تمہارا فسق ہوگا اور اللہ سے
ڈرو ، اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے ، اور اللہ سب
کچھ جانتا ہے ۔ (۲۸۲)

پہلا اور دوسرا حصّہ

میں نے سورۂ بقرہ کی ۲۸۲ کی تلاوت کی ہے ۔ یہ طویل آیت ہے اور اس کی تفسیر بھی کافی طویل ہے ۔ اس آیت کے چار حصّے ہیں ۔ اِس نشست میں اِنشاء اللہ میں دو حصّوں کی تفسیر بیان کروں گا کہ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا : یاایھا الذین امنوا اذا تداینتم : دَین، ہے کاروباری معاملہ کرنا ۔ بدائن : اگر تم کوئی سودا کرو ادھار : الی اجل مسمی : کسی مقررہ وقت تک ۔ اجل کیوں کہتے ہیں موت کو، اس لئے کہ وہ مقرّر کردہ ہے ۔ اپنے وقت پر آتی ہے ۔

Marfat.com

یہ تمام مومنوں سے خطاب ہے کہ جب تم کوئی لین دین کا قرضہ کرو کوئی سودا کرو اور اس میں قرض ہو تو اور وہ کسی مقررہ وقت تک کے لئے ہو قرض تو اس کو لکھ ڈالو۔ اس کی وثیقہ نویسی کرلو۔

اس میں جو سب سے اہم بات کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو تو حرام کردیا۔ لیکن لمبی مدّت کے لئے اُدھار خریدنا، قیمت بعد میں ادا ہو کسی دوسری جنس میں۔ کسی نے گیہوں خریدا اور اُس کی روپے میں، بعد میں قیمت ادا کی۔ تو یہ بیع سَلَم کہلاتا ہے۔ مدینہ منورہ میں یہ ہوتا تھا کہ لوگ اپنی کھجوریں اپنی فصلیں پہلے سے ہی بیچ ڈالتے تھے اور پیسے لے لیتے تھے تو وہ اسی طریقے سے چیزیں خرید لیتے ہیں اور اس کے پیسے بعد میں دینا ہوتے ہیں۔ اس کی شرط ایک ہے کہ، وہ کسی دوسری جنس میں ہو، اگر وہ اُسی جنس میں ہو کہ کھجوریں ہی لے اور کھجوریں ہی واپس کرے، تو پھر اس میں اضافہ کی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ وہ سود کے زُمرے میں آجائے گا اور 'ربا' ہو جائے گا، اگر گیہوں کوئی اُدھار لے اس کا سودا کرے اور گیہوں ہی واپس کرنا ہو تو اِس میں زیادتی نہیں ہوگی۔ لیکن کوئی چیز لے اور اس کی نقد ادائیگی بعد میں کرنی ہو تو اس میں زیادتی ہوسکتی ہے تو ایک تو شرط یہ ہے

Marfat.com

کہ، ایک جنس کی قیمت دوسری جنس میں ادا کرنی ہو۔ تو بیع سَلم ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ چیز مکمل طور پہ مارکیٹ میں موجود ہے۔ اِس پُوری مدّت میں بازار میں ملتی ہے۔ اس لئے وہ بیع سَلَم جو ہے وہ آم کا نہیں ہوسکتا امرود کا نہیں ہوسکتا۔ لیکن دوسری جنس کا ہوسکتا ہے۔

اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ یہ آیت بیع سَلَم کے بارے میں نازل ہوئی اور بیہقی اور دُرِ منثور میں بھی یہی لکھا ہوا ہے۔ آپ ہی سے یہ روایت ہے کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے،، تو اہلِ مدینہ کو بیع سَلَم کرتے ہُوئے پایا یعنی دو دو تین تین سال پہلے غلّہ کی خرید و فروخت کرتے تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقے کو جائز رکھا۔ مگر یہ پابندی لگادی کہ میعاد اور وزن پہلے طَے ہوجانا چاہیئے۔ وقت طَے ہو، پیسے طَے ہوں، تو کتنے دنوں کے بعد وہ فصل دی جائے گی۔ اور کتنی مقدار میں دی جائے گی۔

تو اللہ فرماتا ہے : اذا تداینتم بدین : سے ہے۔ اگر ایک ہی جنس میں اس کا معاوضہ دینا ہے تو وہ ادھار ہوگا گیہوں کے بدلے گیہوں اور پیسے کے بدلے پیسے تو یہ قرض

ہوجاتا ہے۔ دَین کیا ہے؟ خراب جنسی اُدھار، مثلاً غلّہ آج خریدا اور قیمت بعد میں ادا کی۔ اس میں زیادتی بھی حلال اور میعادِ معتبر۔ یہ تفسیرِ احمدی اور تفسیرِ کبیر میں ہے۔ اگر دو طرفہ اُدھار ہو تو وہ سٹہ ہوجاتا ہے۔ جیسے اسٹاک ایکسچینج میں خریدتے ہیں اور بیچتے ہیں سب اُدھار ہوتا ہے، بعد میں اس کی Adjusment ہوتی ہے تو وہ اسلام میں دو طرفہ اُدھار ہے۔ سٹہ، اسلام میں جائز نہیں ہے۔

اگر آپ کچھ شئیرز خریدلیں، اپنے پاس رکھنے کے لئے تو یہ Invesment ہے۔ لیکن اگر آپ نے آج صبح کو خریدا دوسرے دن شام کو بیچ دیا، نیچے جارہا تھا تو وہ ایک جوئے کی قسم ہوجاتی ہے۔ تو اس وجہ سے وہ سٹہ اللہ نے منع فرمایا ہے: الی اجل مسمی: ایک مقرر میعاد تک: فاکتبوہ: اس کو لکھ لو۔ اَب اللہ اس دستاویز بندی کو لین دین کے ادھار کو اتنی اہمیّت عطا فرماتا ہے۔ اس ایک جملے کے اندر کئی دفعہ ذکر آیا ہے: یاایھا الذین آمنوا..... فاکتبوہ ط ولیکتب بینکم کاتب: دوسری دفعہ۔ اور کئی مرتبہ اللہ نے اس کی تاکید کی، کہ جب تم کسی مقررہ وقت تک ادھار کا معاملہ کرو، لین دین کرو، تو اس کو لکھ ڈالو۔ اور کون لکھے۔ کوئی پڑھا لکھا آدمی لکھ دے:

بینکم کاتب بالعدل : کو کوئی کاتب ہو متقی، پرہیزگار جو ایماندار وثیقہ نویس ہو، وہ لکھ ڈالے : ولا یاب کاتب ان یکتب : یَابَ کہتے ہیں انکار کرنے کو۔ شیطان کے متعلق، جیسے : ابی وستکبر : جب سجدے کے لئے کہا تو اس نے انکار کیا اور تکبّر کیا تو اسی سے ہے۔ تو کاتب کو یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ لکھنے سے انکار کرے جس کو اللہ نے علم عطا فرمایا ہے۔ علم کا فائدہ بنی نوع کو پہنچانا فرض ہے۔ تو ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ : جو عِلم اس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، اس علم کے ذریعے سے دستاویز بندی لکھنے پڑھنے میں اسکو انکار نہیں کرنا چاہیئے : فلیکتب : اس کو چاہیئے کہ لکھ ڈالے۔ تو جو شرطیں ہوتی ہیں لین دین پر، تو لکھنے والے کو چاہیئے کہ وہ لکھنے سے انکار نہ کرے، اللہ نے اسے علم دیا ہے اِس عِلم کا فیض وہ مومنین کو پہنچائے۔

مسئلہ یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو کوئی علم دیا ہے تو اِس علم سے مشورہ دینا جو ہے، اس کی آپ اُجرت نہیں لے سکتے لیکن اس کی کتابت کرنے کی اُجرت لے سکتا ہے۔ پھر یہ کہ لکھنے میں اللہ نے کہا ہے کہ کچھ احتیاط کرو : ولیملل الذی علیہ الحق : وہ آدمی جس کو حق ادا کرنا ہے یعنی مقروض :

Marfat.com

یملل : یعنی اِملا کرے ۔تو جو مقروض ہے ۔اس کو چاہیئے کہ وہ
اِس کا اِملا کرے مضمون بنائے اور اس کی شرائط لکھے کہ میں
نے اپنے ہوش و حواس میں ندیم سے ۱۰۰ روپے آج کی تاریخ
کو فلاں دن فلاں تاریخ ، فلاں مہینے میں لیا ہے اس کے ۶ ماہ
بعد یعنی فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو فلاں دن، فلاں مقام پر مبلغ
پانچ سو (۵۰۰) روپے جس کے نصف اڑھائی سو (۲۵۰) روپے
ہوتے ہیں، میں ادا کروں گا۔ اور میں نے جو قرض لیا ہے اِسکے
یہ یہ گواہ ہیں ۔تو اس کی جو بھی لین دین ہوئی ہے ، اس کی
ایک سَند رہے ۔کہ جب وہ اِملا کرتا ہے تو اسی وقت وہ مان
لیتا ہے کہ ہاں میری یہ ذمے داری ہے تو اللہ نے فرمایا ہے کہ
ایک تو لکھو پھر اس لکھنے میں کیا احتیاط ہے ؟ لکھنے والا انصاف
کے ساتھ لکھے ۔حق پرستی کے ساتھ لکھے ۔: بینکم کاتب
بالعدل : دوسری بات کیا ہے ؟ کہ جس کے اوپر یہ حق لازم
ہے ۔وہ اِملا کرے : ولیملل الذی علیه الحق : اِملا اس کا
کون کرے گا جس کے اوپر وہ حق ہے : ولیتق الله ربه :
کیا خوبی ہے اِس آیتِ مبارکہ میں ۔ اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا
ربّ ہے ۔ یہ بھی کافی ہوسکتا تھا اللہ سے ڈرو ۔ چونکہ یہاں مالی
معاملہ ہے ۔کہ وہی ربّ تمہیں پالنے والا ہے ۔تمہیں زندگی کے

Marfat.com

وسائل دینے والا اللہ ہی ہے ، اس رب سے ڈرو اور اپنے حق کو واضح طور پر لکھواؤ : ولا یبخس منه شئیا : یبخس، کمی کر دینا ، کاٹ پیٹ دینا۔ جو تمہارا واجب الادا حق ہے اسمیں کسی طرح کی کمی بیشی نہ کرو۔ اس کو صاف صاف کرو۔ یہ پہلا جو ہے : فلیکتب : اس کی خلاصہِ تفسیر یہ ہوئی کہ ، اے مسلمانوں جب تم مدتِ معینہ کے لئے ' ادھار کے لئے معاملہ کرو۔ خواہ ادھار سے بیع سلم ہو کہ قیمت مُشتری (خریدار) پر قرض ہو۔ تو تم اس پر دستاویز لکھ لو۔ اور کوئی جاننے والا عالم منشی بیٹھے جو دونوں کی باتیں سُنے ۔ اور صاف واضح عبارت میں دستاویز لکھے ۔ جس میں ادائیگی کی مدّت اور ساری تفصیلات درج ہیں ۔ تاریخ بیع ہو، تاریخِ ادائیگی ہو ۔ مقامِ ادائیگی ہو رقمِ ادائیگی ہو۔ اور کاتب پر کتابت لازم ہے کہ علم اسے اللہ تعالیٰ ہی نے دیا ہے ۔ لکھ کر وہ شُکر ادا کرے گا ، اس علم کا ۔ اِنکار نہ کرے ، جیسا اُسے ربّ نے سکھایا ہے ، علم دیا ہے ، ویسا ہی لکھے ۔

اِس پہلے جُملے سے کچھ اُصول بنتے ہیں ، جسے فائدے کہتے ہیں ۔ پہلی بات یہ ہے کہ مال کی حفاظت ضروری ہے ۔ یہ آپ کے کسی مومن کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی اپنے ، کسی ضعیف ، پاگل یا بیوقوف آدمی کو پیسے دیدے تاکہ ضائع ہوجائیں

Marfat.com

بچّوں کو پیسے دیدے ، وہ کہیں بھول گئے ، اس کی اجازت نہیں ہے ۔ تو اس حفاظت کے ضمن میں اللہ نے اُدھار پر لین دین کی کتابت فرض کی ہے ۔ تاکہ مال کی حفاظت ہو سکے ۔ جیسا کہ اَکلِ حلال کسبِ معاش کو بربادی سے بچاتا ہے اِسی لئے اس کی حفاظت ضروری ہے ۔ اور یہاں جیساکہ میں نے بیان کیا تھا کہ اللہ نے چار (۴) بار لکھنے کی تاکید کی اسی ایک جملے میں : (۱)۔ فاکتبوہ ، (۲)۔ ولیکتب بینکم ، (۳)۔ یاب کاتب ، (۴)۔ ان یکتب : تو ایک طرف تو اللہ نے زکواۃ کا حکم دیدیا اور سود کی ممانعت کردی ، دوسری طرف اللہ نے دَین کی اجازت دیدی ۔ اُدھار پر چیزوں کو بیچنے کی بیع سَلم کی ، لین دین کی کتابت کا حکم دے دیا ۔ تو اللہ نے جہاں حرام فائدہ منع کردیا سود نہ لو ، حلال ذریعے سے منافع کی اجازت دیدی ۔ اللہ نے تجارت کی اجازت دی ہے ۔ سود کو حرام کیا ہے ۔ اور جو کافر ہیں وہ سود اور تجارت میں فرق نہیں کرتے ۔

تیسرا اُصول یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ جس کو علم ہو وہ لکھے اور جس کی ذمے داری ہے وہ دُہرائے یا پڑھے اُس نفسِ مضمون کو ، تو اس سے ایک مضمون یہ بنا کہ بہتر یہ ہے کہ کاتب سے لکھوائے ۔ چوتھی بات یہ ہے کہ جب اللہ نے اِملا کی

Marfat.com

بات کی تو ساتھ یہ بھی کہا کہ لکھنے والا حق سے، عدل سے لکھے تو اس سے اُصول یہ بنا کر یہ بہتر ہے کہ کاتب جو ہے دونوں فریق کے درمیان بیٹھے دونوں کی بات غور سے سُنے اور سوچ سمجھ کر لکھے، تاکہ آئندہ اِس میں کوئی غلطی نہ ہو۔ یہ یاد رکھیں اُصول کہ قاضی کے لئے حج کے لئے یہ کافی نہیں ہوگی کیونکہ اسکے جو دو گواہ ہیں ان گواہوں کی گواہی سے دستاویز کی صحت ثابت ہوگی عدالت میں، اور اس سے اس کا حق دلوایا جائے گا۔

پانچواں اُصول یہ ہے کہ مسائلِ شریعہ جاننے والا ہو۔ متقی ہو۔ چھٹا اُصول یہ ہے کہ دستاویز کی عبادت غیر مبہم نہ ہو۔ ساتواں اُصول یہ ہے کہ، ہر قابلِ تنازعہ عمل لکھ لینا چاہیئے، لیکن حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِس کی تھوڑی سی سخت تفسیر فرماتے ہیں کہ تین شخصوں کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ جس کی عورت بد اخلاق ہو اور وہ اِسکے باوجود بھی اُسے طلاق نہ دے۔ دوسرا وہ جو اپنا مال دیوالنوں اور ناسمجھوں کے سپرد کردے، مال کو ضائع کردے اس لئے کہ اللہ کا حکم ہے اپنے مال کی حفاظت کرو۔ اور جو بغیر لکھے اور گواہ بنائے قرض دے دے۔ یہ بھی اتنا بُرا عمل ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ تو اس سے اُصول یہ ہُوا کہ قرض کی کتابت بھی ایک مستحسن عمل ہے۔ دسواں اصول یہ کہ: بدین اجل مسمی: دَین

Marfat.com

کی میعاد واضح ہونی چاہیئے ، اور متنازعہ نہیں ہونی چاہیئے۔

گیارہواں اصول یہ ہے کہ بیع سَلم جائز ہے۔ اور قرآن سے ثابت ہے۔ یعنی فی الحال دی جائے اور مال اُدھار۔ لیکن اس کی سات (۷) شرطیں ہیں۔ یہ سات شرطیں ہوں گی تب یہ جائز ہوگا۔ پہلی بات یہ کہ مال کی جنس مقرّر ہو، کہ کس شکل میں ادا ہوگا۔ پھر مال کی صفت مقرّر ہو یعنی کس قسم کی کمیٹی ملے گی، اور کس معیار کی ملے گی۔ اور مال کی مقدار مقرّر ہو۔ پانچواں یہ کہ وقتِ ادائیگی مقرّر ہو۔ اور چھٹا یہ ہے کہ مقامِ ادائیگی مقرّر ہو۔ اور ساتویں یہ کہ مال وہ ہو جو وقتِ معاہدہ سے وقتِ ادا تک بازار میں اِس کی خرید و فروخت ہو رہی ہو۔ بارہواں اُصول یہ ہے کہ دستاویز کی تحریر اور معاملات کے مسائل سیکھنا فرضِ کفایہ میں ہے۔ یہ جو دستاویز نویسی ہے یہ بھی فرضِ کفایہ ہے۔

اب اِس سلسلے میں کچھ مسائل بھی ہیں بیع سَلَم کے بعد کتابت کے۔ پہلا جو مسئلہ ہے وہ یہ کہ بیع سَلَم میں خریدار جو ہے وہ ربُّ السلم ہوتا ہے وہ مالک ہوتا ہے اور فروخت کنندہ جو ہوتا ہے وہ ربُّ المال ہوتا ہے۔ وہ مال کا مالک ہے اور قیمت اس کی راسُ المال ہے۔ بیع کی چار (۴)، چار (۴) صُورتیں ہیں: (۱)۔ نقد کی نقد سے، (۲)۔ نقد کی اُدھار سے،

(۳)۔ اُدھار کی نقد سے ، (۴)۔ اور اُدھار کی اُدھار سے ۔ پہلی تین (۳) جائز ہیں اور اُدھار کی اُدھار سے جو بیع ہے وہ سَتّہ ہے ، ناجائز ہے ۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ کتابت کی فیس جائز ہے۔ مگر مسئلہ بتانے کی نہیں ، یہ فرض ہے ، فرضِ عین ہے ، حرام کام پر اُجرت حرام ہے ۔ شراب بیچنے پر کوئی تنخواہ لے رہا ہے یہ حرام ہے ، باقی سب پر حلال ہے ۔ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ جہاں اُجرت لینا حرام ہے وہاں دینا بھی حرام ہے ۔ یہ تو کتابت کے متعلق تھا ۔ اَب اگلا ٹیکس کے متعلق ہے ، کہ : ولیملل الذی علیہ الحق : یہ دوسرا جملہ جو ہے اِس آیتِ مبارکہ کا اس میں دو چیزیں ہیں ۔ ایک تو یہ کہ اس کا ٹیکس جو ہے وہ اس کی طرف سے ہونا چاہیئے جس کو وہ حق ادا کرنا ہے ۔ صحیح صحیح حساب کے ساتھ ہونا چاہیئے ۔ اِس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہونا چاہیئے۔ اور دوسری بات یہ کہ اس کے گواہ بنا لینے چاہئیں۔

یہ دو بنیادی اُصول ہیں ، اس کا پچھلی سے تعلق ہے ، پچھلے مضمون میں کتابت کا ذکر تھا اَب مضمون کو قلمبند کرنے کا ذکر ہے ۔ کتابت کس طرح کی جائے ۔ اور دوسری یہ کہ اللہ کا حکم ہے کہ کاتب خواہ کوئی بھی ہو لیکن مضمون جو ہے وہ مقروض کی طرف سے ہو ۔ تیسری بات یہ کہ دو گواہ جو اللہ

Marfat.com

نے فرمایا کہ مضمون جو ہے وہ مقرِض کی طرف سے ہو۔ اور کتابت کے گواہ ہوں۔ جیسا کہ میں نے بتایا: ولیملل الذی : اس مضمون کا اِملا کرائے اس کو بتائے وہ شخص جس پر وہ حق واجب ہے۔ اور وہ شخص جس میں عقل نہیں ہے، یا نابالغ ہے، یا اتنا ضعیف ہوگیا ہو کہ اس کو عقل یا یاد داشت نہ ہو : اولا یسطیع ان یُمل : اس کو زبان نہ آتی ہو۔ تو تم کیا کرو : ولیملل ..... تو پھر ایسی صورت میں اس کا کوئی ولی، وارث، انصاف کے ساتھ اس کا مضمون لکھ دے۔

اللہ نے کتنی احتیاط کی ہے چھوٹے چھوٹے مسئلے کے متعلق بتایا ہے کہ کوئی کم عقل ہے ضعیف ہے اس کے ہوش و حواس کم ہوگئے ہیں، ذہنی صلاحیت کم ہوگئی ہے یا یہ کہ اِس کو بولنا نہیں آتا۔ گونگا ہو، یا زبان دان نہ ہو، یا وہاں کی زبان نہ آتی ہو۔ تو کیا کرے۔ اس کا کوئی ولی، عدل اور انصاف کے ساتھ، حق کے ساتھ، اس کی طرف سے اِملا کر دے۔

واستشھد واشھیدین من رجالکم : یہاں اللہ نے یہ نہیں کہا کہ شاہد بنالو۔ کسی ایسے آدمی کو گواہ بنالو جس نے دیکھا ہو سارا۔ دو گواہوں کو اپنا شاہد بنالو۔ دیکھنے والا بنالو۔ دو انسانوں کو جنہوں نے دیکھا ہو سب کچھ دو مَردوں نے۔ اسمیں

Marfat.com

ایک نقطہ ہے ۔ دو شرائط لگا دیں اللہ نے : ایک تو یہ کہ دو ہونے چاہئیں ، کہ ایک بھولے تو دوسرے کو یاد رہے ۔ تو دو گواہ ہوں جو اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کریں ۔ اور ایسا نہ ہو کہ دو آدمی نہ ہوں تو پھر کیا ہے ؟ : فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتن : اگر تمہیں دو مَرد گواہ نہ ملیں تو ایک مَرد کو لو اور دو عورتیں ۔ یعنی ایک مَرد کے بدلے دو عورتیں ۔ احتیاط یہ ہے کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسرے کو یاد رہے ۔ تو اللہ کو یہ پتہ ہے کہ عورتوں کا حافظہ کمزور ہے ، اس لئے کہ وہ باہر کے معاملات نہیں کرتیں وہ گھریلو کام کرتی ہیں ۔ : ممن ترضون من الشھداء : جو تمہارے سب لوگوں نے جنہوں نے یہ واقعات دیکھے ہیں ، اُن کو گواہ کرلو ۔ اِن میں سے جس کو تم پسند کرو ۔ ان میں سے چُن لو ۔ دو۲ مَرد کرلو یا ایک مرد ، دو۲ عورتیں ۔ اتنی ساری احتیاط کیا ہے ؟ : اَن تضل احدٰھما : ان میں سے اگر ایک بھول جائے تو پھر کیا ہے : فتذکر احدٰھما : ان میں سے کوئی دوسرا جو ہے ، اس کو یاد دلا دے ۔ نہیں ایسا واقعہ نہیں تھا ، ایسا تھا ۔ تو اس کا تعلق بھی پچھلے سے ہے کہ پچھلے جملے میں کتابت کا ذکر تھا اَب مضمون کو قلمبند کرنے کا ذکر ہے ۔ اس دوسرے جملے کا خلاصہ یہ ہے ۔ خلاصۂ تفسیر یہ ہوا کہ : اے

Marfat.com

مسلمانوں قرض کے معاملات میں لکھوانے میں تو آزادی ہے۔ چاہے مقروض لکھے یا وثیقہ نویس۔ لیکن دستاویز مقروض کی طرف سے ہو۔ اور اس کا نفسِ مضمون جو ہے وہ مقروض کی طرف سے ہوگا۔ تاکہ وہ کل اس سے مُکر نہ سکے۔ اور وہ دستاویز لکھا جائیگا مقروض کے کہنے پر، اور رہے گا وہ قرض خواہ کے پاس، بطور ثبوت کے۔ اور اس دستاویز کا اِملا مقروض بولے اور اپنی زبان میں لکھوادے ساری تفصیل کے ساتھ۔ اور مقروض جب دستاویز لکھوائے تو چاہیئے کہ وہ اپنے ربّ سے ڈرے۔ مدّت میں یا مقدارِ ذہن میں یا شرائطِ قرض میں اپنی غرض سے کوئی کمی نہ کرے۔ اور اگر مقروض بے عقل ہو یا نابالغ ہو یا ضعیف العُمر ہو یا گونگا ہو یا زبان نہ جانتا ہو تو اس کی طرف سے اس کا کوئی کارکُن، منیجر یا وکیل، نفسِ مضمون بول دے اور وہ بھی عَدل و انصاف سے لکھوائے اور بطورِ احتیاط کے اس میں دو(۲) متقّی مسلمانوں کی گواہی ذکر کر دے۔ اگر دو گواہ مَرد نہ ملیں تو اسکے بدلے ایک مَرد دو عورتیں۔

ایک بات جان لیں کہ مسلمانوں کے معاملے میں کافر کی گواہی جو ہے وہ معتبر نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ نے فرمایا کہ : من رجالکم : تم میں سے جو دو مَرد ہوں، یہ مومنین

سے خطاب ہے، تو اس وجہ سے مسلمانوں کے معاملات میں کافر کی گواہی جو ہے وہ معتبر نہیں ہے۔ اسی طرح سے تیسرا اس کا اُصول یہ بنا کہ مالی معاملات میں صرف عورتوں کی گواہی اسلام میں معتبر نہیں ہے، ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ بچوں کا، اطفال کا، یا ضعفاء، خبط الحواس لوگوں کا ان لوگوں کے قرض کا اقرار اس کا ولی ہوسکتا ہے اور اسکا اقرار قانونی طور پر ہوگا۔ پانچواں اُصول یہ کہ فاسق و فاجِر کی گواہی قبول نہیں ہے کہ اس لئے کہ اللہ نے تقویٰ کی شرط رکھی ہے۔ گواہی اس کی قبول نہیں ہے مگر وہ معتبر ہے۔ مثلاً فاسق کی گواہی پر نِکاح ہوسکتا ہے۔ اگرچہ اس گواہی کو قبول نہیں کرنا چاہیئے۔ لیکن نِکاح ہوجائے گا۔ کمزور حافظے والے اور اطفال کی گواہی معتبر نہیں ہے۔ اور گواہی میں لفظِ شہادت بولنا چاہیئے۔ اس لئے کہ : استشھدوا : کا لفظ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں شہادت دیتا ہُوں۔ اس لئے کہ میں دیکھ کر کے بتاتا ہُوں، اور معاملاتِ قرض میں، بوقت معاملہ گواہ کی موجودگی ضروری ہے۔ اور گواہی کے معاملے میں مَردِ اللہ کی نظر میں عورت سے افضل ہے۔ اسلئے کہ ایک مَرد کے بدلے میں دو (۲) عورتوں کی گواہی ضروری ہوگی۔ یہ دونوں کی یادداشت

Marfat.com

کی صلاحیتوں پر منحصر ہوگا۔

اَب اِس کے بہت سارے مسائل ہیں۔ گواہی تین[۳] قسم کی ہے۔ بعض معاملات ایسے ہیں کہ، اس میں صرف عورتوں کی گواہی جائز ہے مردوں کی نہیں ہے۔ مثلاً ولادت سے متعلق گواہی جو ہے وہ مردوں کی نہیں مانی جائیگی عورتوں کی مانی جائے گی، کہ کون کس وقت پیدا ہوا ہے، یہ مسئلہ ایسا ہے کہ صرف عورت ہی اسکی گواہی دے سکتی ہے۔ تو ایک تو وہ ہے کہ جہاں صرف مَرد گواہ بن سکتے ہیں۔ جیسے حُدود و قصاص۔ اس میں عورت کی گواہی نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ جہاں صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے، صرف عورت کی ذات سے متعلق ہو جن کا عِلم مردوں کو نہ ہو سکے۔ مثلاً عورت کا باقرہ ہونا' ولادت یا عدّتِ طلاق کا پُورا ہونا۔ طلاق کی بعض شرائط ایسی ہیں جو عورتیں جان سکتی ہیں۔ مَرد اس کی گواہی نہیں دے سکتا۔ اور تیسرا وہ ہے جہاں مَرد اور عورت دونوں گواہ ہو سکتے ہیں۔ مالی معاملات، دوسری بات یہ کہ دنیاوی خبر جو ہے وہ کافر کی بھی معتبر ہے۔ مثلاً ایک انگریز جب وہ حاکم تھا اس نے کہا کہ حکومتِ برطانیہ نے یہ فیصلہ ہندوستان کے متعلق کیا ہے تو اس کی یہ خبر جو ہے معتبر مانی جائے گی۔ تو کافر کی خبر

Marfat.com

معاملات کے ضمن میں اور بیانات میں دنیاوی اُمور کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تو قبول ہے مگر حلال و حرام میں نامقبول ہے۔

اگر کافر یہ کہے اپنے ہوٹل میں کہ یہ میں نے حلال گوشت آپ کو کھلایا ہے، تو اس کی یہ خبر بالکل بھی مقبول نہیں ہوگی اس لئے کہ وہ حلال و حرام میں خود یقین نہیں کرتا تو اس لئے باہر کھانے پینے میں احتیاط کرنا چاہیئے۔ ہر گواہی میں شاہد ہونا ضروری نہیں ہے۔ دیکھ کر معتبر اطلاع پر بھی گواہی دی جاسکتی ہے۔ مثلاً: نکاح، طلاق، تبرکات میں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ حضور ﷺ کا مُوئے مبارک ہے۔ تو اس کو قبول کرسکتے ہیں اگر اسکی شہرت ہو تو کہ یہ اُنہی کا ہے اور اگر اِستشہاد (گواہی) کے ضمن میں کریں گے کہ تم بتاؤ تم نے دیکھا تھا کہ نہیں حضورِ انور ﷺ کے سَرِ مبارک سے یہ بال گرتے ہوئے، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ نکاح کے متعلق نہیں ہے۔ اگر کوئی کہدے کہ میرے سامنے مجھے پتہ ہے کہ فلاں دن، فلاں وقت، فلاں شخص کا نِکاح ہوا تھا، تو اس کو مان لیتے ہیں اگر وہ معتبر آدمی ہے تو۔ شہرت یا علامت پر گواہی دی جاسکتی ہے۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ کفّار کے معاملے میں کفّار کی گواہی معتبر ہے اِس میں مومن ہونیکی شرط نہیں ہے۔ اور چھٹا مسئلہ اس گواہی سے یہ ہے کہ گواہی

Marfat.com

کو قبول کرنے کی دس (۱۰) شرائط ہیں : پہلی شرط یہ ہے کہ؛ گواہ آزاد ہو ۔ اگر وہ کسی کے تصرّف میں ہے غلام ہے یا کنیز ہے تو پھر اس کے قول کا اعتبار نہیں، کہ ہوسکتا ہے کہ اِسکے مالک نے زور زبردستی سے گواہی کو بولا ہو۔ دوسری بات یہ کہ وہ خود اس گواہی کا شہید ہو، یعنی گواہی اس گواہ کے لئے خود نافع ہے ۔ تیسرے یہ کہ اس کا مسلمان ہونا ۔ چوتھی شرط یہ کہ اس کا بالغ ہونا ۔ پانچویں شرط ہے، اِس کا متقّی ہونا ۔ اور چھٹا اس واقع سے واقف ہونا ۔ ساتواں اس کی شہرت اچھّی ہو غلط گوئی اور بے مُرّوتی میں مشہور نہ ہو ۔ اور آٹھواں کہ وہ گواہ جو شہادت دے رہا ہے، اس کا بیٹا یا اِس کا غلام نہ ہو۔ اور نواں یہ ہے کہ گواہی سے دفعہ ضرر نہ ہو ۔ یہ نہ ہو کہ وہ گواہی دے دے، تو اس سے کہے کہ میں تمہیں ماروں گا اگر تم نے گواہی دی یا نہ ماروں گا، تو اگر گواہی سے کوئی منافع ہو تو وہ گواہی معتبر نہیں ہے اس گواہی سے دفع ضرر ہو ۔ اور دوسری بات یہ کہ گواہ مشہود الیہ کا دشمن نہ ہو ۔ اس کے خلاف اسکے معاملے میں وہ گواہی دے رہا ہے اس سے اس کی دشمنی نہ ہو ۔ اگر کوئی میرا دشمن ہے تو کہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے پیسے دیئے تھے ۔ تو غلام کی گواہی بھی معتبر نہیں ہے ۔

آٹھواں مسئلہ یہ کہ گواہ کو متقی ہونا چاہیئے نہ وہ گناہِ کبیرہ کرتا ہے نہ گناہ صغیرہ پر قائم رہتا ہے، گناہِ صغیرہ مسلسل کرنے سے گناہ کبیرہ ہوجاتا ہے۔ اور مخنس کی گواہی معتبر نہیں ہے۔ یہ بھی شرعی مسئلہ ہے۔ ایک گواہ کے ذریعے کسی قسم کے مسئلے میں کسی مُدعی کے حق میں فیصلہ نہیں ہوسکتا اور اگر صرف ایک گواہ یہ کہے کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں سچ کہہ رہا ہوں تو اس سے بھی مُدعی کے حق میں فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ، فیصلہ گواہی پر منحصر ہے۔ شہادت بہت اہم ہے۔ کتابت بھی اہم ہے لیکن شہادت اس سے زیادہ اہم ہے۔ اس لئے کہ فیصلہ گواہی پر منحصر ہے۔ کیونکہ دستاویز جعلی ہوسکتی ہے۔ اگر گواہ کو دستاویز دیکھ کر بھی یاد نہیں آتا کہ یہ واقعہ ہوا ہے اس کی شہادت وہ نہیں دیتا، تو پھر وہ گواہی نادُرست ہوگی، نہ مانی جائے گی۔ اور قرض کی گواہی واقعہ دیکھ کر جائز ہے نہ کہ تحریر سن کر۔ نکاح کے معاملے میں شہرت کی بناء پر گواہی دی جاسکتی ہے لیکن قرض کی گواہی واقعہ دیکھ کر ضروری ہے اور اس میں سُنی سُنائی بات پر گواہی نہیں دی جاسکتی۔ اسلامی قانون کے مطابق گواہوں کے دستخط ضروری نہیں ہیں۔ اگرچہ یہ بہتر طریقہ ہے۔ گواہ الگ سے پیش کیا کرتے ہیں۔

Marfat.com

چاہے دستاویز پر دستخط ہوں یا نہ ہوں۔

اور پندرہواں مسئلہ یہ ہے کہ اولاد کی گواہی ماں باپ کے حق میں قبول نہیں ہے۔ اسلام میں یہ احتیاط ہے کہ کسی طریقے سے گواہی کی صحت اگر جہاں شبے میں پڑجائے تو وہ گواہی رد ہوجاتی ہے۔ اور دشمن کی، دشمن کے خلاف مردود اور ناقابلِ قبول ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اس کے بتائے ہوئے طریقے سے ہم اپنے معاملات کو رکھیں اور اسمیں تقوےٰ سے کام لیں۔ اس کے عطا کئے ہوئے حقوق پر ہم توکّل کریں اور اللہ تعالیٰ ہی سے اس کا حل ڈھونڈیں۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین ؕ

Marfat.com

پَارَۃ تِلْکَ الرُّسُلُ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ

اٰیَتْ نمبر : ۲۸۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

تیسرا حصّہ

پچھلی نشست میں، مَیں نے آیت نمبر ۲۸۲ کے پہلے اور دوسرے جملے کی تفسیر بیان کی تھی۔ آج میں انشآءَ اللہ اس کے تیسرے حصّے کی تفسیر بیان کروں گا، یہ بہت ہی اہم ہے۔ اس کے اوپر ایک صاف ستھری اقتصادی نظام کی بنیاد ہے۔ یہ آیتِ مبارکہ جیساکہ میں نے عرض کیا پچھلے دو حصّوں میں ہدایت تھی کہ جب تم کوئی کاروبار کوئی تجارت قرض کی بنیاد پر کرو، بیع سَلم کرو، تو تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ تم اس کی دستاویز بندی کرلیا کرو۔ اور اس دستاویز بندی میں اس معاملے

کی نوعیت، اِس میں کتنی رقم واجب الادا ہے اور کتنی مدّت کے لئے وہ بیع سَلم ہے، اور معاہدہ ہے یہ سب اس دستاویز بندی پر تحریر کرلیا کرو۔

پھر اس سلسلے میں دوسری ہدایت یہ تھی کہ، جب تم اِسکو لکھو آپس میں دستاویز بندی کرو، کتابت کرو، انصاف کیساتھ۔ تیسری بات یہ کہ، اللہ ہی سارا عِلم سکھاتا ہے ۔ اللہ فرماتا ہے کہ تمہارے پاس جو علم ہے وہ اللہ ہی بتاتا ہے ، لہٰذا اس علم کا فائدہ لوگوں کو، اللہ کی مخلوق کو پہنچاؤ۔ تو ایک تو یہ کہ عدل و انصاف کے ساتھ دستاویز بندی کرو تاکہ حقوق العباد کی حفاظت ہوسکے۔

یاد رکھیں کہ حقوق العباد، حقوق اللہ سے زیادہ سخت ہیں ۔حقوق اللہ میں اگر کوئی کوتاہی ہوگی تو اللہ تعالیٰ سے معافی کی اُمید ہے ۔ حقوق العباد میں اگر کوئی کوتاہی ہوئی تو اللہ کی طرف سے معافی کی اُمید نہیں ہے ۔ بندہ معاف کردے تو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے ۔ تو کتابت کرنے والے کو اِنکار نہیں کرنا چاہیئے ۔ پس و پیش نہیں کرنا چاہیئے ۔ جو کچھ اللہ نے اذن دیا ہے اس کے حساب سے وہ اسکی کتابت کرے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ایسے معاملات میں نفسِ مضمون وہ شخص لکھے جس پر وہ حق واجب ہوتا ہے۔ یہ مختصراً میں دُھرا رہا ہوں تاکہ یاد ہو جائے آپ کو۔ اور نفسِ مضمون کا اِملا کراتے وقت وہ اس میں کوئی کمی نہ کرے۔ اور اگر وہ مقروض شخص جس پر وہ حق واجب ہے وہ ضعیف ہے اُس کی ذہنی صلاحیت ایسی نہ ہو۔ ضعیفی کی وجہ ہے کہ وہ صحیح صحیح نفسِ مضمون بیان کرسکے۔ یا اس میں علمی صلاحیت ایسی نہ ہو، تو پھر اسکا کوئی وَلی (وارث) اسکی جگہ نفسِ مضمون بول سکتا ہے، اِملا کرسکتا ہے۔ لیکن ولی جو ہے وہ قرابت داری کا خیال نہ کرے، عدل و انصاف کے ساتھ کام لے۔

چوتھی بات اللہ نے یہ فرمائی اس سلسلے میں کہ، جب ایسے معاملات ہُوا کریں تو دو گواہ مَردوں میں سے ہوں۔ (مَیں آگے چل کر گواہی کے مسائل آپ کی خدمت میں پیش کرونگا) اگر دو مومنین مَرد تم میں سے گواہ نہ ہوں تو ایک مَرد اور دو عورتیں کرو۔ اللہ فرماتا ہے کہ اتنی احتیاط میں نے تمہارے لئے اسلئے لازم کی ہے کہ تم میں سے کوئی ایک اگر بُھول جائے تو دوسرا یاد دہانی کرادے۔ بتادے ایسا نہیں، ایسا واقعہ ہوا تھا۔

اَب میں تیسرا حصّہ جو ہے اِس آیتِ مبارکہ کا اِسکی تفسیر

بیان کرتا ہوں : ولا یاب الشھداء...... جناح الا تکتبوھا۔

اَب اِس آیت کا مطلب جان لیں کیونکہ پھر اِس کا تعلق پچھلی سے واضح ہو جائیگا۔ پہلی آیت تو کاتبوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے دی تھی کہ کاتب اپنے علم کا فائدہ پہنچائیں، مومنین کو۔ اِس سے وہ احتراز نہ کریں۔ عدل کے ساتھ کریں جس پر واجب الادا حق ہے وہ انصاف کے ساتھ اس کا مضمون بیان کرے۔

اَب اللہ گواہوں کے متعلق ہدایت فرماتا ہے : ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا۔ : یابی کا مطلب ہے ہچکچاہٹ کرنا، شیطان کے متعلق اللہ نے فرمایا : ابی واستکبرا : جب اُس نے اِنکار کیا اور اُس نے تکبّر کیا، تو اسی سے ہے یَاْبَ۔ تو ولا یاب الشھداء : گواہوں کو چاہیئے کہ وہ کنارہ کشی نہ کریں، گواہی سے وہ بھاگیں نہیں۔ کب ؟ اذا ما دعو : جب مدعی ان کو بلائے۔ مدعی کو ضرورت ہو ان گواہوں کی، تو پھر ان پر لازم ہے کہ وہ آکر گواہی دیں، اس لئے کہ اللہ کے نزدیک حقوق العباد کی حفاظت بہت اہم ہے یہ ان کا دینی فرض بنتا ہے۔ تو گواہ پر گواہی کب لازم ہوتی ہے۔ جب دعویدار جو ہے مُدعی کو بلائے۔ عدالت بلائے یا مدعی بلائے۔ دونوں صورتوں میں اس کی حاضری جو ہے ضروری ہے سوائے اس

Marfat.com

کے کہ وہ بیمار ہو، یا کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں آسکتا ہو، یا اس کے پاس اتنے وسائل نہیں ہوں کہ وہ گواہی کے لئے حاضر ہوسکتا ہو، تو مدعی کی ذمّے داری ہے کہ اسکے وہ اخراجات حاضری کے برداشت کرے۔ لیکن اس کو آنا ضروری ہے :

ولایاب الشھداء اذا ما دعوا ط : جب بلائے دعویدار تو پھر گواہوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ، یہ مناسب نہیں ہے کہ اس میں کنارہ کشی کریں : ولا تسئموا ان تکتبوہ : سامو، کیا ہے ہے ؟ ہچکچاہٹ کرنا، اپنے پر گراں گزرنا، کاہلی کرنا : ان تکتبوہ : اس طرح کے معاملات لکھنے میں تم سُستی اور کاہلی نہ کرو۔

صغیرا او کبیرا الی اجلہ ط : صغیر اور کبیر چاہے وہ چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا ہو : الی اجلہ : اس کے وعدے تک، اس کی مدت تک اِس کو لکھ ڈالو۔ یہاں اس سے یہ پتہ لگا اللہ نے صغیر اور کبیر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جو وزن والی چیزیں ہوتی ہیں ان کے لئے قلیل اور کثیر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ تو اس کا مطلب ہے وہ چیزیں جو دوسرے طریقے سے ناپی جاسکتی ہیں۔ وزن کے علاوہ وہ بھی اس میں شامل ہوگئیں۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ : اس زمانے میں بہت ہوتی تھی کپڑے کی تجارت ؛ کہ کپڑا بھی اگر بیع سلم پر

اگر فروخت کیا جائے چاہے وہ چھوٹا ہو، چاہے ایک گز ہو، ایک تھان ہو، یا ایک اونٹ ہو، اس کی کتابت کر لینا بہتر ہے۔ تو ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الیٰ اجلہ : اس مُقرّرہ مدّت تک اس کی رقم لکھ دیں وہ مدّت لکھ دیں اور باقی تفصیل بھی لکھ دیں۔

اَب اس میں اللہ نے جو دنیاوی فائدے اس کے بتائے ہیں اس سے پتہ لگتا ہے کہ چاہے چھوٹا ہو یا چاہے بڑا ہر ایک کو، اللہ دنیاوی معیشت کے اصول کے مطابق ضروری سمجھتا ہے۔ اور اس کے آگے آنے والے ٹکڑوں میں وہ تین وجوہات بتاتا ہے۔ اگر واجب ہوتا تو اللہ فرماتا تمہیں آخرت میں فائدے ہوں گے۔ دنیا کا فائدہ بتایا ہے اس کا مطلب ہے کہ مُستعد ہے۔ دُنیا ہی میں اس کا فائدہ ہے۔ کیا فائدہ اللہ نے بتایا ؟ : ذٰلکم اقسط عند اللہ : قسط سے ہے۔ اور اقسط کا مطلب زیادہ انصاف والا۔ جُز حصّے کو بھی کہتے ہیں، نقصان کو بھی کہتے ہیں۔ لیکن یہاں وہ فائدے کے انصاف کے معنوں میں اللہ نے استعمال فرمایا ہے : ذٰلکم اقسط عند اللہ : یہ بات جو ہے ہر چھوٹے بڑے، بیع سَلم کے معاملات کی دستاویز بندی کرنا، اللہ کے نزدیک بہت زیادہ انصاف کی

Marfat.com

بات ہے ۔ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا معاملہ ہو۔ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ اور دوسرا فائدہ اللہ نے کیا بیان فرمایا ؟ : واقوم للشھادۃ اقوم جو قیام سے کھڑا کرنا ۔ شہادت معنی گواہی ۔ اور گواہی کو کھڑا کرنے کے لئے بہتر ہے کہ گواہی دینے والے اور گواہی کی حفاظت کی جائے ۔ اس کو قائم کرنے کے لئے بہتر ہے لکھنا۔ اِس لئے کہ اگر اس کی دستاویز بندی ہو چکی ہوگی تو جو حقدار ہے مدعی اس کے لئے بھی آسانی ہوگی ، اور جو عدالت ہے اس کے لئے بھی آسانی ہوگی ۔ اور چونکہ اس میں ہر ایک کے حق اور وجوہات بیان کئے ہونگے ۔ اس وجہ سے آپس میں جھگڑے نفاق اور لڑائی کی گنجائش نہیں ہوگی ۔

اللہ تعالیٰ کا کیا مقصد ہے ؟ کہ اس نے کہا : واعتصموا بحبل اللہ جمیعا : تم سب مل کے اللہ کی رسّی مضبوطی سے پکڑو ۔ ایمان لاؤ اور پھر آپس میں بھائی بھائی بن کے رہو ۔ سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں ۔ عورتیں بہن بہن ہیں ۔ عورتیں و مرد بھائی بہن ہیں ۔ تو ایسا کوئی کام نہ کرو کہ جس سے تمہاری اخوّت میں خلل پڑے ۔ اگر تم ہر چھوٹے بڑے معاملات کو لکھ لیا کروگے ۔ اس کی گواہی کا تعین بھی کرلوگے تو معاملات واضح اور صاف ہوں گے، اور اس کی شہادت جو ہے مستحکم ہوگی ۔ اس

Marfat.com

دعوے کے حق کی ادائیگی میں یا عدالت سے انصاف میں آسانی ہوگی اور تم میں بلاوجہ کی ناچاکی اور جھگڑے مالی معاملات پر نہیں ہوں گے۔ تیسرا فائدہ اللہ نے کیا بتایا ؟ : وادنی الا ترتابوا : پہلی آیت میں کلامِ پاک کی سورۂ بقرہ میں تھا : لاریب فیہ : تو ریب کا مطلب ہے شبہ۔ اور شبہ سے لفظ بنا، ترتاب۔ یہ اس وجہ سے بھی ہے کہ دستاویز بندی لکھے جانے سے تم شبہ میں نہیں پڑو گے۔ جو حقوق کے وجوبات ہیں۔ اس کے متعلق کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جائے گا۔ تو تین فائدے کیا ہیں ؟ اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے۔

الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونھا بینکم : کونو، یعنی کرنا۔ تجارۃ، معنی سودا۔ حاضرۃ، معنی حاضر سودا۔ فوراً جو کام ہو رہا ہے۔ تدیرونہا، معنی۔ پھرانا۔ سوائے اس کے کہ وہ تجارتی مال جو آپس میں گھماتے پھراتے رہتے ہو جو حاضر تجارت کا ہے حاضر مال ایک دوسرے کو بیچتے رہتے ہو تو اس میں کوئی ضروری نہیں ہے کہ گواہ ہو دستاویز بندی ہو کیونکہ اسکا پیسہ اسی وقت مل جاتا ہے اس میں مستقبل کی کوئی ادائیگی کوئی وجوہات نہیں ہوتیں۔ تو : الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ : سوائے اِسکے کہ تم کوئی ایسا سودا کرو جو اُسی وقت حاضر ہوا اور لین دین

Marfat.com

ہوجائے تو لکھنا ضروری نہیں ۔: فلیس علیکم جناح الا تکتبوھا
توتم پر ایسے معاملے میں کوئی گناہ نہیں اگر نہ لکھو۔ یہ تیسری
ہدایت اللہ نے دی ہے۔

اسکا پچھلے سے تعلق واضح ہونا چاہیئے ۔ پہلا تعلق کیا ہے ؟ کہ پچھلے جملے میں گواہ بنانے کے متعلق تھا کہ گواہ بناؤ تو وہ مرد ہونا چاہیئے دو مرد ہوں یا تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں کہ ان میں سے کوئی بھول جائے تو دوسرا یاد دلادے ۔ اور کوئی شبہ نہ رہ جائے ۔ اور اب گواہی دینے کا حکم اور اس گواہی کو چھپانے کی ممانعت ہے کہ گواہی کیلئے کوئی بلائے تو یہ نہ ہو کہ تم گواہی سے جی چُراؤ۔ دوسرا کیا ہے ۔ پچھلے جملے میں قرض کی دستاویز بندی کرنے کا حُکم دیا گیا تھا ، بلکہ اس حکم کو اَب اور وسعت دی جارہی ہے کہ، کہا کہ : دستاویز صرف بڑے قرض کیلئے خاص نہیں ہے بلکہ چھوٹے بڑے ہر قرض کو لکھ لو ، کیونکہ تم کو لکھنا چاہیئے ۔ اَب اس کے لئے قواعد تیار کئے جارہے ہیں۔
اس گواہ کی کیا کیا ذمے داریاں ہیں ؟ اور پچھلے جملے سے یہ بھی اِبہام ہوسکتا تھا کہ غالباً حاضر سوددں میں بھی کتابت لازمی ہے۔
تو اللہ نے یہ ابہام دُور کردیا ہے کہ نہیں ،تم تجارت کرد مال اِدھر سے اُدھر دو ، ایک دوسرے سے لین دین کرد۔ اَبی ، یعنی بَاز

Marfat.com

رہنا۔ اور دُعو، دعویٰ کرنا، تبلیغ کرنا۔ اگر تم کو مُدعی بُلائے اور یہ جو دُعو، کا لفظ ہے یہ مفسرین نے کہا کہ دونوں کیلئے ہوسکتا ہے۔ ایک گواہ بننے کے لئے بھی۔ دوسرے یہ کہ گواہ بننے کے بعد معاملے کو طے کرنے کے لئے بھی۔ تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دونوں پر مُحیط ہے۔ اور گواہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شرعی طور پر معتبر گواہ ہونا چاہیئے۔

گواہی کی کچھ قسمیں ہیں۔ ایک قسم، تو قصاص اور حدود کی گواہی ہے۔ دوسری، حقوق کی گواہی ہے۔ تیسری، شرعی احکام کی گواہی ہے۔ جو قصاص اور حُدود کی گواہی ہے اس میں آپکو یہ اختیار ہے کہ آپ چاہیں وہ گواہی دیں یا نہ دیں، مثلاً کوئی زنا کا واقعہ ہوا ہے تو آپ کسی گواہ کو مجبُور نہیں کرسکتے کہ تم گواہی ضرور دو۔ اس لئے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے، جس نے کسی کا پَردہ رکھا، اللہ تعالیٰ اُس کی ستّاری فرماتا ہے۔ تو اُس کے گناہ کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ مخلوق سے اس پر کرم کرتا ہے۔ تو جو قصاص و حدود کی گواہی ہے۔ اس میں آپ پر گواہی لازم نہیں ہے۔ لیکن جو حقوق کی گواہی ہے۔ اس کی گواہی لازمی ہے اس لئے کہ حقوقُ اللہ سے، حقوقُ العِباد اللہ نے برتر رکھے ہیں۔ اور جو شرعی حقوق کی گواہی ہے اس میں

Marfat.com

یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کو بلایا جائے تبھی آپ گواہی دیں ۔ گواہی لازم ہے ۔ مثلاً آپ نے رمضان کا چاند دیکھا ہے ، یا شوال کا چاند دیکھ لیا ہے تو آپ پر لازم ہے کہ حاکم کو بتائیں تاکہ اس کی بناء پہ عام مسلمانوں کو وہ علم پہنچائے کہ چاند ہوگیا' رمضان ختم ہوگیا' عید شروع ہوگئی ، یا رمضان کا مہینہ شروع ہوگیا' روزے رکھنے شروع کرد ، تو یہ مدعی کے دعوے کی شرط نہیں ہے ، یہ نہیں ہے کہ وہ طلب کرے تب ہی گواہی دیں ۔ یہ جو : یاب الشھداء ..... دعو : یہ بلانے والی جو شرط ہے یہ گواہی صرف حقوق العباد میں ہے ۔ یہ حقوق العباد میں جو بھی بلائے آپ ضرور جائیں ۔ : ولاتسئموا : اپنے دل میں تنگی نہ کرو فراخدلی سے خوشدلی سے گواہی دو ۔

اس حصّے کی جو خلاصۂ تفسیر ہے' وہ یہ ہے کہ جب کوئی کبھی گواہ بنے یا عدالت میں گواہی دینے کیلئے بلایا جائے جائے تو وہ آنے سے اِنکار نہ کرے ۔ کیونکہ یہ ضروری کام ہے ۔ اگر اس میں سُستی کی گئی ۔ اللہ نے فرمایا : ولاتسئموا .... اِس میں سُستی نہ کرو ۔ تو اگر اس میں سُستی کی گئی تو بہت بھاری خرابی ہوگی ۔ لوگوں کے حقوق مارے جائیں گے ۔ اور نظامِ معیشت بگڑے گا ۔ لین دین میں تجارت میں رخنہ

Marfat.com

پیدا ہوگا ۔ پھر اس میں اللہ یہ بھی فرماتا ہے، اے مسلمانوں ! قرض کے معاملات میں لکھتے وقت کوتاہی نہ کرو ۔ قرض چھوٹا ہو یا بڑا اسکی مقدار اس کی مدت اس کی نوعیت لکھ لو ۔ اس تحریر میں فائدے بہت ہیں اور وہ تین فائدے اللہ نے بیان فرمائے ہیں یہ خدا کے نزدیک بہت انصاف کی بات ہے‘ اس سے بندوں کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے ۔ اور حقوقُ العباد‘ حقوقُ اللہ سے سخت ترین ہیں ۔ دوسرا کیا ہے ؟ کہ تحریر گواہی کو ٹھیک رکھتی ہے گواہی میں آسانی ہوتی ہے، مدعی اور عدالت کو سہولت ہوتی ہے اور معاملہ جلد طے ہوسکتا ہے ۔ تیسرا یہ ہے کہ اس تحریر سے معاملہ صاف رہے گا ۔ فریقین میں کدورت نہیں ہوگی، شک وشبہ نہیں ہوگا، لیکن یہ روزمرہ تجارت میں ضروری نہیں ہے ۔

اس آیتِ مبارکہ کے تیسرے حصے کے کچھ اصول ہیں کچھ فائدے ہیں ۔ معاملات کی تحریر یعنی لین دین کی اور اِن پر گواہ بنانا مستحب ہے ۔ نہ کہ واجب ، لیکن ، اس کا مقصد جھگڑے ، فساد اور دنیاوی ضرر سے حفاظت ہے ۔ اللہ نے اس کے فائدے بیان فرمائے ہیں ۔ تو اس کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ گواہ کا سفرِ خرچ جو ہے وہ مدّعی کے ذمّے ہے ۔ اور طلبِ مدّعی پر گواہی جو

Marfat.com

ہے وہ لازم ہے ۔ اس لئے کہ لکھا ہوا ہے : ولا تسئموا :
دوسرا یہ ہے کہ اللہ نے یہاں : ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا : اللہ
نے یہ فرما کر کے ہم پر یہ لازم فرمایا کہ ہر چھوٹا بڑا قابلِ اعتراض
معاملے کو زیر تحریر کرلو۔ اور یہاں پر لفظ صغیر اور کبیر استعمال کر کے
جو ان چیزوں کو ناپنے کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ جس کا کوئی
وزن نہیں ہوتا ۔ کیونکہ دوسرے طریقے بھی ہوتے ہیں ناپنے
کے۔ تو اس سے پتہ لگا کہ بیع سَلم میں چیزیں بھی جو کہ گنتی سے،
یا ناپ سے جن کا ناپ کیا جاتا ہے ، اس کے لئے بھی تحریر
ضروری ہے ۔ یہ صرف ان کے لئے ضروری نہیں ہے جن کے
لین دین اُسی وقت مکمل ہوجائیں۔

اور ساتواں اس کا اصول یہ ہے کہ ، تحریر مختصر بھی کافی
ہے ۔ مختصر تحریر میں بھی اگر آپ دستاویز بندی کریں تو یہ جائز
ہے ۔ آٹھواں اُصول یہ بتایا کہ ، یہ جو لکھا ہے : وادنیٰ الا ترتابوا
کہ تم لکھ ڈالو تاکہ کوئی شُبے میں نہ پڑے تو پتہ لگا کہ ہر وہ معاملہ
جو قابلِ تنازعہ ہوسکتا ہے ہر وہ لین دین کا سودا جس میں بعد
میں کسی طرح کا جھگڑا ہوسکتا ہے ۔ اس کی کتابت کرلینا بہت ضروری
ہے اور نقد تجارت کا لکھنا ضروری نہیں ہے۔

اب اس سلسلے میں کچھ شرعی مسئلے ہیں۔ وہ میں بیان

کردوں ۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ گواہ بننا اور چیز ہے ۔ اور گواہی دینا اور چیز ہے ۔ اور ان کے احکامات مختلف ہیں مثلاً معاملات کے آپ گواہ بننے سے انکار نہیں کر سکتے ۔ لیکن گواہی دینے جائیں گے۔ اسی وقت جب بُلائے جائیں گے ۔ اور جب گواہ بننے میں کچھ ضرر نہ ہو اور نہ بننے میں مسلمان کا نقصان ہو تو ضرور گواہ بن جانا چاہیئے ۔ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے اور اس کی ایک مثال دے رہا ہوں ۔ کسی نے کسی سے نکاح کیا ۔ نکاح تو اسطرح سے بھی جائز ہے کہ، عورت مَرد سے کہے کہ میں اپنے آپ کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتی ہوں کیا آپ کو قبول ہے ؟ اور وہ کہہ دے قبول ہے تو نکاح تو ہوگیا ۔ اب اس میں آئندہ جو تنازعہ ہے اس کے تدارک کے لئے گواہ کی ضرورت ہے تو اگر نکاح ایک مَرد اور عورت میں ہورہا ہے اور آپ ہی اس کے گواہ ہیں، تو آپ پر شرعًا اس کی گواہی دینا لازم ہے ۔ اس سے انکار کرنا گناہ ہے ۔ لیکن جہاں دوسرے گناہ ہوں مثلاً ندیم نے مجھ سے کہا کہ آپ میرے گواہ بن جائیں ۔ میں نے کہا تمہارے قریب رشتے داروں میں تمہارا بھائی موجود ہے تمہارا بہنوئی موجود ہے وہ دونوں گواہ ہونے چاہئیں ۔ اِس میں مَیں نے انکار کیا تو اِس پہ برا نہیں ہے، لیکن یہ اگر ایسا ہوتا

کہ دونوں کا نِکاح ہو رہا ہوتا اور اکیلا میں گواہ موجود ہوتا تو پھر گواہی نہ دینا میرے لئے گناہ ہوتا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ گواہی دینے کی چند صورتیں ہیں۔ مثلاً جیسا کہ مَیں نے عرض کیا تھا کہ زنا کی گواہی میں اِختیار ہے کہ گواہی دے یا نہ دے۔ بلکہ یہ چھپانا مستحب ہے۔ لیکن اسکے بَرخلاف چوری میں کسی نے مال لے لیا اور آپ نے دیکھ لیا تو اس کی گواہی آپ پر لازم ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس میں مسلمان کے حق کی دَادرَسی ہے۔ گواہی نہ دینے سے کِسی کا دینی یا دنیاوی حق مارا جاتا ہو تو چھپانا منع ہے۔ اور شرعی حقوق کی گواہی بغیر دعوت ہی ضروری ہے یہ مومنین کا شرعی حق ہے کہ رمضان کا یا شوال کا چاند نظر آگیا تو عید کرلیں تو اس کی گواہی کوئی چھپا نہیں سکتا۔ کوئی راستہ چل رہا ہے اور زمین کا تنازعہ ہو رہا ہے اور معاملہ ہو رہا ہے، سُن لیا کہ کیا بات ہوئی ہے۔ اور کل کے اُس میں جھگڑا ہو جائے تو وہ گواہی اُس پر لازم ہے اگر اس کو پتہ لگے کہ اگر وہ گواہی نہ دے تو کسی کی حق تلفی ہو جائے گی۔ پھر ایک اور مسئلہ یہ بھی ہے کہ، اگر ایک معاملے کے بہت سارے گواہ ہیں تو یہ گواہی فرضِ کفایہ بن جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ایک واقعے کے سارے لوگ گواہ ہیں

Marfat.com

ان میں سے ایک جاکر گواہی دے دیتا ہے تاکہ اس کی دَاد رَسی ہو جائے تو فرضِ کفایہ ادا ہو جاتا ہے جس طرح سے نمازِ جنازہ میں کچھ مسلمان اگر شامل ہوگئے تو سَارے مسلمانوں کا فرض ادا ہو جاتا ہے ۔ لیکن امانت کے متعلق بھی یہی ہے کہ امانت کی تحریر بھی ایک احسن عمل ہے ۔ لیکن نقد تجارت کے نہ لکھنے میں اللہ کی نافرمانی نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ہے کہ : الا ان تکون تجارۃ ..... جناح الا تکتبوھا : تو نقد تجارت نہ لکھنے میں نافرمانی نہیں ۔ لیکن اگر کوئی بڑی تجارت ہے کوئی بڑا سَودا ہوا ہے ۔ اور وہ ادھار ہے تو اس کا نہ لکھنا گناہ ہے ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے معاملات میں بھی، اپنی عبادات میں، اپنے اخلاق میں، اپنے معمولات میں، اللہ کے حکم کی اِطاعت کریں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع کریں ۔ ہم اپنے معاملات میں بھی اللہ کے احکامات کی اطاعت کریں ، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع کریں اور جہاں اِن معاملات کی گواہی، دستاویز بندی اور تحریر ضروری ہے اس میں ہم کوتاہی نہ کریں ۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین ۝

Marfat.com

پَارَۃُ تِلْكَ الرُّسُلُ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ

اٰیت نمبر : ۲۸۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

چوتھا اور آخری حصّہ

آیت نمبر ۲۸۲ کے تین حصّوں کی تفسیر میں پچھلے دو (۲) نشستوں میں بیان کر چکا ہوں۔ آج چوتھے اور آخری حصّے کی تفسیر بیان کروں گا۔ آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ۲۸۲ آیت سب سے طویل آیت ہے سُورۂ بقرہ کی۔ سب سے بڑی سُورت کون سی ہے، سُورۂ بقرہ اور سب سے چھوٹی سُورت سُوْرَۃُ الْکَوْثَر ہے۔ اور آیت میں سب سے بڑی یہ ۲۸۲ اور سب سے چھوٹی : مُدْھَآمَّتٰنِ ۚ (سورۃ الرحمٰن : ۶۴)

تو یہ آیت مبارکہ اتنی بڑی کیوں ہے؟ اس سے اندازہ

Marfat.com

ہوتا ہے کہ اللہ ہمارے معاملات کی دُرستگی کی صحت اور لین دَین کی صحت کو، اس کے انصاف کو اس میں حقوق العباد جو چُھپے ہوتے ہیں اس کی حفاظت کو کتنا اہم سمجھتا ہے۔ مَیں مختصراً پچھلے تین (۳) حصّوں کا اعادہ کرتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا کہ، جب تم کوئی قرض کی بنیاد پر کوئی لین دین کرو جو مقررہ میعاد کے لئے ہو، تو اس کو لکھ لو۔ کیا لکھو؟ جو رقم ہے جن شرائط کے ساتھ وہ واپس کرنا ہے اور جس کو واپس کرنا ہے جس مدّت میں واپس کرنا ہے، یہ ساری تفصیل اس میں لکھو۔ اور اس طرح کی دستاویز کی تحریر میں کچھ لوگ قانون دان ہوتے ہیں، وثیقہ نویس ہوتے ہیں۔ وہ لوگ ان کو انصاف کے ساتھ لکھ دیں۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ لکھنے والے اس سے کنارہ کشی نہ کریں اِس فرض سے۔ اس لئے کہ انہیں یہ خیال رہنا چاہیئے کہ یہ علم ان کو اللہ نے عطا فرمایا ہے اَب اللہ کا عطا کیا ہوا عِلم جو ہے وہ ایک امانت ہے دوسروں تک پہنچانا ضروری ہے، تاکہ ان کو اس سے استفادہ ہو جو کہ ملنا ضروری ہے۔ پھر اللہ نے دوسرے جملے میں یہ ذمّے داری اُس شخص پر ڈال دی جس پر اس طرز کے کاروبار میں، لین دَین میں، جس پر کُچھ حقوق واجب ہو جاتے ہیں، جس کے ذمّے حقوق ہوتے ہیں اور ان کی ادائیگی

ہوتی ہے : علیہ الحق : اس پہ ذمّے داری دی کہ وہ دستاویز کا مضمون صحت کے ساتھ اس کو بیان کردے ، اِملا کر دے تاکہ لکھنے والا اس کو آسانی سے لکھ لے ۔ اور اس عمل میں اللہ سے ڈرو کہ پالنے والا وہی ہے ۔ یہ خیال کرنا کہ بےایمانی کرکے اس کا رزق بڑھ جائے گا ۔ گناہ بھی ہے اور خام خیالی بھی ہے اس لئے کہ پالنے والا ربّ ہے ، اِس سے ڈرو اور اس میں کوئی بے ایمانی نہ کرو اور کوئی چیز اس میں کم نہ کرو ۔ جو تمہارے واجب الادا حقوق ہیں دوسروں کے حقوق جو تم پر واجب ہیں ، اِن میں کسی طرح کی کٹوتی یا کمی نہ کرو ۔

پھر اللہ نے ان حالات کا ذکر فرمایا کہ جس پر حق واجب ہے ۔ وہ نفسِ مضمون میں صحیح طریقے سے بیان کرچکا ہوں اور وہ صُورتیں کیا ہیں ؟ کہ وہ ذہنی طور پر اس کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یا وہ ضعیف ہو ، اس کو کوئی چیز ہی نہ یاد آتی ہو ۔ یا یہ کہ اِس میں قوتِ گویائی یا فصاحت نہ ہو اس میں یہ استطاعت نہ ہو کہ وہ نفسِ مضمون کو بیان کرسکے ۔ ایسی صُورت میں اُس کا کاروبار یا لین دین تو ختم نہیں ہوتا اسلئے ، ایسے آدمیوں کو جو ذہنی طور پر کم خوش قسمت ہوں ، یا ضعیف ہوں ، یا ان میں قوتِ بیان کم ہو ایسے لوگ بھی قرض پر کاروبار کر سکتے ہیں ،

Marfat.com

لیکن ان کا کوئی دلی ہونا چاہیئے ۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ معاملات کے حُسن کو قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اس پر دو گواہ مقرر کرلو ۔ دو مومن مَرد اور یا ایک مومن مَرد، دو عورتیں گواہ کرلو ۔ پھر گواہوں کو مدعی بوقتِ ضرورت بُلا سکتا ہے ۔ جب وہ بُلائیں تو تم کاہلی نہ کرو ۔ گواہی دینا تمہارا فرض ہے ۔ مگر جو آنے جانے پر تمہارا خرچ ہوتا ہے، اس کا وہ خرچ دعوے دار کے ذمّے ہے ۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ جہاں تک دستاویز بندی اور کتابت کا تعلق ہے اس میں تم چھوٹے کاروبار اور لین دین کی تفریق نہ کرو، اس کو لکھ لو ۔ اور گواہی کے استحکام کے لئے یہ ضروری ہے ۔ یہاں تک مختصر اعادہ تھا پچھلی تفسیروں کا۔

اَب چوتھا حصّہ ہے، پچھلے تین حصّوں میں احکامات آئے تھے ان کی وضاحت آرہی ہے ۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ: واشھدوا اذاتبایعتم : لکھنے میں مَیں نے تمہیں یہ رعایت دے دی ہے کہ جو حاضر سودے ہوں، اس کو مَت لکھو ۔ جو آپس میں مَال ایک دوسرے سے لیتے رہتے ہو گردش کرتے رہتے ہو نہ لکھو لیکن جو تم سودے کرتے ہو، لین دَین کرو تو اس کے گواہ مقرر کرلو ۔ اگر نقد سودا ہے تو لکھنے کی پابندی نہیں ہے ۔ اگر نقد بھی ہو تو جو لین دین کرو لوگوں کے سامنے ہو۔

صاف اور سُتھرا اور واضح ہو۔اور کل کو اس نقد سودے پر بھی کوئی تنازع ہو جائے،تو گواہ موجود ہوں ۔ وہ معاملہ رفع دفع کرنے کے لئے کہہ دیں:کہ میں نے تو آپ کو اتنے پیسے دیئے تھے ، اس معیار کے دیئے تھے ،آپ نے ہمیں وہ معیار نہیں دیا،خراب دیا ہے ۔ تو گواہ ہوگا تو اس نے کہا کہ نہیں اِس نے تو سارے پھل ٹھیک دیئے تھے ۔ وہ جو قیمت طے ہُوئی تھی اس پہ دیئے تھے ، تو اللہ تعالیٰ کسی طرح کا فتنہ ، فساد یا جھگڑا نہیں چاہتا ۔مومن کے لئے اللہ نے حکم فرمایا ہے : واشھدوا اذا تبایعتم: کہ جب تم لین دین کرو تو اس کے گواہ مقرر کرلو ، تمہارے لئے بہتر ہے ۔ پچھلے جملے میں جب اللہ نے حکم دیا کہ کاتبوں کو لکھنے میں کاہلی نہیں کرنا چاہئے ، گواہوں میں گواہی کی حاضری ضروری ہے ، جب بُلائے جائیں تو آنا چاہیئے ۔ تو بعض لوگوں نے ان پر زیادتیاں کرنا شروع کردیں ۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی طرف سے حکم ہُوا کہ تم میری گواہی دو،تم کاروبار بند کرو ، دکان بند کرو ، یا بیمار ہو تو کیا ہوا ، تمہاری ٹانگ میں زخم ہے تو کیا بات ہے ؟ تم میرے ساتھ چلو ، چل کے گواہی دو ۔ لکھنے والوں سے کہا کہ ٹھیک ہے تمہیں کوئی کام ہے یا کسی کو کہیں جانا ہے یا کوئی اور کام ہے

Marfat.com

جو پہلے کسی سے طے کیا ہے، مَیں نہیں جانتا تمہاری ڈیوٹی ہے کہ تم یہ لکھو۔ تو اس طرح کے رویے کو اللہ نے منع کیا ہے، کہ جہاں اس نے گواہی دینے والوں اور دستاویز لکھنے والوں کے فرائض بیان کئے ہیں اللہ نے وہاں پر ساتھ ہی ساتھ ان کو بھی تحفظ دیا ہے۔

اللہ کے نزدیک حقوق العباد بہت محترم ہیں لہٰذا وہ ہر طریقے سے حقوق العباد ہی کی حفاظت چاہتا ہے۔ چاہے وہ حقوق لکھوانے والے کے ہوں، وہ حقوق اس کے ہوں جس کا حق واجب ہے، یا حقوق اس کے ہوں جو ان سے حق وصول کرنے والا ہو یا چاہے وہ حقوق گواہ کے ہوں، یا وہ حقوق لکھنے والوں کے ہوں تو اللہ فرماتا ہے: ولا یضار کاتب ولا شھید ٭ : یضار کیا ہے؟ نقصان سے، تکلیف سے، اور تم تکلیف نہ دو۔ کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ لکھنے والوں کو اور گواہی دینے والوں کو، اِن پر گواہی فرض ہے، اِن پر لکھنا، یا تو یہ کہو کہ ہم تمہیں کوئی اُجرت نہیں دیتے۔ یا تمہارے کاروبار میں جو نقصان ہُوا ہے تم نے دن بھر پھل نہیں بیچا ہے، ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں، تمہاری تو ڈیوٹی تھی گواہی دینے کی، تو اگر ان کے نقصانات کی تلافی یا انکی اُجرت

Marfat.com

نہ دو یا اِن پر زور زبردستی کرو تو یہ اللہ کے نزدیک بُرا ہے ۔ ایسا تمہیں نہیں کرنا چاہیئے ۔تو اللہ فرماتا ہے : وان تفعلوا فانہ فسوق بکم : میرے اس حکم کے باوجود بھی اگر تم ایسا ایسا کرو، یعنی گواہوں کو تنگ کرو، لکھنے والوں کو تنگ کرو، یہ تمہارے لئے فسق ہے ۔

فسق، کیا چیز ہے ؟ اللہ کی اطاعت کی حد سے نکل جانا۔یعنی بغاوت پر آجانا ۔ اور یہ یاد رکھیں کہ یہ فسق کس کے بارے میں ہے ؟ نہ یہ حقوق اللہ کے بارے میں ہے، نہ حقوق النفس کے بارے میں ہے ۔ اگر حقوق اللہ کے بارے میں فسق ہو جائے تو آپ توبہ کرلیں تو معافی ہو جاتی ہے، لیکن حقوقُ العباد کا فسق جو ہے وہ تو کسی صُورت میں معاف نہیں ہوتا۔تو اللہ نے بتایا کہ جان لو کہ وہ کاتب جو ہے ،شہید جو ہے، وہ میرے بندے ہیں، وہ عباد میں سے ہیں، ان کی حق تلفی کروگے تو تم حدِ اطاعت سے نکل جاؤگے ،گنہگار ہو جاؤگے ۔اور ایک ایسے موضوع پر گناہ تمہارا ہوگا جس میں معافی کی گنجائش نہیں ہے ، اور توبہ کی قبولیت نہیں ہے ۔ لہٰذا کیا کرو : واتقوا اللہ : اتقو کیا ہے ؟ کسی کی ناراضگی کے ڈر سے احتیاط کرنا ۔ تو تقویٰ کیا ہے ؟ ڈرنا اس کا خوف اپنے پر طاری رکھنا اس بات سے ڈرنا کہ ہم سے کوئی ایسا

Marfat.com

عمل نہ ہو جائے جس سے میرا رب ناراض ہو جائے۔ یا مجھ سے اور رب کے درمیان دُوری، اور فاصلہ ہو جائے، اور تلاش میں رضا کہ ہم سے وہ عمل ہوتا رہے، جس سے رب راضی ہو جائے۔ یہ تقویٰ ہے۔ تو: واتقوا اللہ ط: اللہ فرماتا ہے: مجھ سے ڈرو اور خوف کرو میں نے تمہیں بتا دیا ہے کہ معاملات میں درستگی میرے لئے کتنی اہم ہے۔ میں نے تمہیں بتا دیا کہ لین دین کے کیا لوازمات ہیں۔ میں نے تمہیں بتا دیا کہ جس پر حق واجب ہے' اسکے کیا فرائض ہیں۔ جس کو حق لینا ہے اس کے کیا حقوق ہیں۔ لکھنے والے کے' کاتب کے کیا فرائض ہیں۔ گواہوں کے کیا فرائض ہیں؟ اور کاتب کے کیا حقوق ہیں۔ اور گواہوں کے کیا حقوق ہیں، اگر تم اس کی خلاف ورزی کرو گے تو میری اطاعت سے باہر ہو جاؤ گے اور اس گناہ کو دھونا تمہارے لئے ناممکن ہو جائیگا اس لئے کہ تمہاری نہ تو گریہ و زاری کام آئے گی، اور نہ توبہ کام آئے گی۔ اس لئے کہ تم نے میرے بندے کی حق تلفی کی ہے۔

ویعلمکم اللہ ط: اللہ تعالیٰ تمہیں آسانی سے آہستہ آہستہ تمہیں سارا علم پہنچاتا ہے۔ تاکہ وہ تمہارے ذہن نشین ہو جائے۔ تاکہ وہ تم پر بوجھ نہ ہو تمہارے دل و دماغ اس

Marfat.com

علم کو اپنی ذات میں جذب کرلیں کہ وہ علم جو ہے اللہ کا دیا ہوا ہے۔ تمہارا ہادی اور مُرشد تمہارے تمام اعمال کی، تمہارے فکر و عمل کی نگہبانی کرے اور درستگی کرے۔ تو اس اللہ کے فضلِ عظیم کی ناشکری نہ کرو: واللہ بکل شیءٍ علیم○ اور کس ذات نے تمہیں علم دیا ہے؟ اس ذاتِ پاک نے علم دیا ہے جو ہر چیز کو جانتا ہے جس کا علم ٹوٹل ہے، جسکے علم کی بساط جو ہے زمین و زماں، کون و مکاں، ہر ایک پر محیط ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے وہ جانتا ہے، جو کچھ ہونے والا ہے، وہ جانتا ہے، وہ جانتا ہے کہ انسانوں کے درمیان میں جو معاملات ہوتے ہیں، تو لین دین ہوتے ہیں، تو کیا کیا اس سے خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ کیا کیا اس میں جھگڑے ہوسکتے ہیں کیا کیا تنازع ہوتے ہیں، اس نے آسانی کے لئے وہ تمام علم ہمیں عطا فرما دیا ہے۔ تمام قوانین وضع کر دیئے ہیں تاکہ ہم اس پریشانی سے بچیں۔ تاکہ اسلامی معاشرے میں امن وسکون ہو۔ اور اسلامی معاشرے میں ہر ایک کے حقوق کی حفاظت ہو کہ کوئی کسی پہ زور زبردستی نہ کرے۔

اس تفصیل سے آپ کو یہ اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہ چوتھا جملہ ہے، اس کا پچھلے سے کیا تعلق ہے، پچھلی آیت میں کیا تھا

Marfat.com

دو حکم تھا کہ جب کوئی لین دَین قرض پہ ہو تو اس کو لکھیں اور گواہ بنائیں اور لیکن نقد لین دین میں لکھنے کی معافی ہے۔ لکھنے کی تو معافی ہے لیکن گواہی جو ہے اس کی معافی نہیں وہ ضروری ہے۔ پہلے گواہ کے لئے یہ حکم تھا کہ وہ گواہی میں پس وپیش نہ کریں، کاتبوں کو یہ حکم تھا کہ وہ لکھنے سے انکار نہ کریں۔ اَب صاحبانِ معاملات کو حکم ہے کہ نہ گواہوں پر ظلم کریں، نہ لکھنے والوں پر ظلم کریں، یہ اس کا تعلق ہے پچھلی آیت سے اور اس کی شانِ نزول کیا ہے؟ حضرت ابنِ جریر بن ربیعؓ نے فرمایا ہے کہ جب یہ آیت اُتری : ولایاب کاتب : کہ کاتب انکار نہ کرے تو پھر کیا ہوا کہ معاشرے میں ہر طرح کے لوگ تھے جو کاتب اور گواہ پر زور زبردستی کرنے لگے۔ اور ہر طرف بدنظمی شروع ہوگئی۔ اور کہا کہ تم ضرور لکھو اس لئے کہ تمہارا فرض ہے، اللہ نے فرمایا ہے تم کو میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔ اور اگر انہوں نے آنے سے انکار کیا تو اِن پر زیادتی شروع کردی۔ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر مختصر کیا ہوگی کہ، اے مسلمانو! اگرچہ نقد تجارت کا لکھنا ضروری نہیں۔ لیکن اس پر بھی احتیاطاً گواہ بنالیا کرو۔ اور کبھی اِس میں بھی جھگڑے پڑ جاتے ہیں، یہ سارے قوانین اللہ نے تمہاری

Marfat.com

آسانی کے لئے بنائے ہیں، لہٰذا اللہ نے فرمایا کہ : قوانین کی آڑ لے کر کسی کاتب یا گواہ کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اِن کے کاروبار روک کے اپنا کام کراؤ یا کاتب کو اُجرت اور گواہ کو اس کا خرچ نہ دو، تو یہ فِسق ہے ۔ تو اگر تم اللہ کی تعمیل میں، ایسا نہ کروگے تو یہ فِسق ہوگا۔

تم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حقوق العباد کی تلافی کو تلف کرنا حقوق العباد پر ڈاکہ ڈالنا یہ ایک ناقابلِ معافی خلاف ورزی ہے۔ جس طرح انسانوں سے لین دین ہوتا ہے ، اللہ سے بھی ہم نے لین دین کیا ہوا ہے ، معاہدہ کیا ہوا ہے ۔: الست ربی قالوا بلیٰ : ہم تو آپ کا حکم مانیں گے ، آپ ربّ ہیں ہمارے ، تو اللہ تو ہم پر مہربان ہے وہ تمام عِلم کو جانتا ہے ، حالات کو جانتا ہے، اس نے ہماری آسانی کے لئے دِینی قوانین بھی بنائے ہیں اور دُنیاوی قوانین بھی بنائے ہیں ، اس لئے کہ دین دنیا سے وابستہ ہے ۔ دنیا میں ہم اللہ کے بتائے ہوئے طریقے سے رہیں گے، تو دین کے راستے پر، اور صراطِ مستقیم پر ہم قائم رہیں گے ۔ اس کے قوانین صحیح ہیں اور ان قوانین کی خلاف ورزی جو ہے ، فِسق وفجور ہے ۔

بیع کی تجارت کی تین قِسمیں ہیں ایک تو بیع قولی ہے۔

Marfat.com

یہ ایجاب وقبول ہوتا ہے: کہ میں تم سے دس گز کپڑا لینے والا ہوں، اس نے کہا: ہاں تم لے لو اتنی قیمت ہے، تو آپ نے قبول کرلیا تو بیع ہوگیا۔ اور ایک عمل ہے کہ: وہاں قیمت لکھی ہوئی ہے، آپ نے کپڑا لے لیا اور پیسے دے دیئے۔ یہ عمل بیع ہوگیا۔ لین دین ہوگیا۔ اس میں ایجاب وقبول ہوا اور عمل بھی شامل ہو۔ تو ایک طرف سے قول ہو، دوسری طرف سے دین ہو۔ اور بیع میں پہلے قیمت ادا کی جائے اور آگے مال اُٹھایا جائے۔

تحریری ہو، تو پہلے تحریر کرو بعد میں لین دین ہونا چاہیئے۔ اور ایجاب وقبول دونوں گواہوں کے سامنے ہوں۔ اللہ چاہتا ہے کہ معاملات صاف ستھرے ہوں، اس لئے ہمیں معاملات کو گواہوں کے سامنے کھلے عام کرنا چاہیئے۔

اگر اجارہ ہو، (اجارہ کہتے ہیں، ٹھیکے پر دینا) کوئی چیز کرائے پر لے رہے ہیں جیسے مکان ہے، گاڑی ہے، رکشہ یا ٹیکسی، تو پہلے اس سے نفع حاصل کریں اور بعد میں اس کا کرایہ دیں۔ بعض صورتوں میں جہاں اجارے پر دینے والے ہیں انہوں نے اپنے قوانین بنالئے ہیں، وہاں پہلے کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ جیسے ریل ہے، ہوائی جہاز ہے، سمندر کا ٹکٹ ہے۔ اس کے برخلاف ٹیلیفون ہے جو ہم استعمال کرتے ہیں بعد میں

Marfat.com

بل دیتے ہیں اس سے کچھ اُصول مرتب ہوئے ۔ ایک تو یہ کہ لین دین کے گواہ بنالو ۔ اور کچھ لکھت پڑھت بھی کر ڈالو۔

چوتھا یہ ہے کہ گواہی پر اُجرت حرام ہے کہ یہ دینی فرض ہے ۔ لیکن گواہی میں جو اس کے کاروبار کا نقصان ہوا ہے یا سفر پر خرچ ہوا ہے وہ حرام نہیں ہے وہ اس کا حق ہے ۔

اَب اس سے تین مسئلے اس سلسلے میں پیدا ہوتے ہیں ، اس سے تین (۳) مسئلے حل ہوتے ہیں ۔ پہلا مسئلہ یہ کہ دستاویز نویس کی اُجرت جائز ہے ۔ اور یہ پہلے طے کرلینی چاہیئے ۔ مشورہ اگر کوئی اپنے علم سے دے تو اس کی فیس جائز نہیں ہے ، اس لئے کہ وہ علم اللہ کی امانت ہے ، لیکن کتابت کرنا ، اور مسئلہ کا حل بتانا جائز ہے ، اور تمام دستاویزات تیار کرنا جائز ہے ۔ اور ان دستاویز کی اُجرت جائز ہے مگر پہلے طے کرلینی چاہیئے ۔ کتاب کی اُجرت اور ہدیہ دونوں جائز ہیں ۔ گواہی کی اُجرت جائز نہیں ہے ۔ اور اس سے ایک مسئلہ ہے کہ : مسئلہ بتانے کی اُجرت ناجائز ہے ، مگر عدالت میں بطور شہادت کے لئے پیش کئے جانے والا فتویٰ جو ہے قابلِ اُجرت ہے۔ اس سے ایک اور مسئلہ بھی حل ہوگیا ۔ فلاں پیر تو دَم دُرود کے پیسے لیتا ہے ۔ کسی کو قرآن سُنانے کی اُجرت جو جائز نہیں

Marfat.com

ہے ۔ لیکن اگر کسی کا علاج کر رہے ہیں ، کسی کو کلام پاک پڑھ کے دم کر رہے ہیں ۔ تو اس کی اُجرت آپ لے سکتے ہیں اس لئے کہ اس میں آپ کا عمل ویسا ہی ہے جیسے کسی حکیم یا ڈاکٹر کا ہے ۔ اور اس کی شہادت یہ ہے کہ: صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم میں سے کسی کو سانپ نے کاٹ لیا ۔ اور ان کو دوسرے صحابہ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ ٹھیک ہوگئے ۔ اس کی اُجرت میں انہوں نے ان کو تیس (۳۰) بکریاں دیں ۔ تو کوئی پیر صاحب اگر لیں دم دُرود کی فیس تو اس کو آپ بُرا نہ کہیں ۔ وہ عمل یا وہ پیری جو صرف پیسے کے لئے ہو وہ بُرا ہے ، لیکن اِس کی اجازت ہے ۔

اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر اپنا مسئلہ چھوڑ کر گواہی کیلئے گئے تو اُجرت کے علاوہ نقصان کی تلافی بھی جائز ہے ۔ اَب یہ جو آیتِ مبارکہ ہے ، اس کی ایک صُوفیانہ تفسیر بھی ہے جس کا تعلق طریقت سے ہے ۔ کہ یہ کلامِ پاک کی سب سے بڑی آیت ہے اور اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے معاملات کی صَفائی سُتھرائی دُرستگی کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے ۔ لہٰذا معاملات اور تعلقات میں احتیاط بہت ضروری ہے ۔ یاد رکھیں کہ مال کا تعلق ہمارے جسم سے ہے ، جیسے ہم کپڑا خریدتے ہیں ،

کھانا خریدتے ہیں ، سردی ، گرمی سے حفاظت خریدتے ہیں
چلنے پھرنے سفر کے ذرائع خریدتے ہیں ، تو جتنا زیادہ مال
ہوتا ہے اتنا زیادہ جسم کو آسودگی حاصل ہوتی ہے ، جسم کا تعلق
نفس سے ہے ۔ اگر جسم میں پاک رزق جائے گا ، پاک مال
جائے گا ، تو نفس بھی ٹھیک ٹھاک ہوگا اور نفس کا تعلق رُوح
سے ہے ، نفس ٹھیک ہوگا تو پھر رُوح بھی ٹھیک رہے گی ۔
چنانچہ مال کی خرابی سے ، حرام مال سے ، جسم کو نقصان پہنچتا ہے ۔
اور جسم کا فساد نفس کو خراب کرتا ہے ۔ اور نفس کا بگاڑ قلب کو
خراب کرتا ہے ۔ قلب کا بگاڑ رُوح کو خراب کرتا ہے ۔ لہٰذا کیوں
اہمیت اللہ نے دی ہے اس وجہ سے کہ مال کی خرابی سے کتنی
خرابیاں ہوتی ہیں ۔ ایک سلسلہ خرابیوں کا شروع ہوجاتا ہے ، جسم
خراب ، نفس خراب ، قلب خراب ، رُوح خراب تو باقی کیا بچا ؟ اللہ
کو پیش کیا کرینگے ، کے کوئی چیز ایسی نہیں رہ جائیگی جو ربّ کے
حضور پیش کرتے وقت اس کی نگاہِ کرم کے لائق ہو ۔ تو معاملات
کی خرابی معاشرے میں فتنہ پیدا کرتی ہے ، اس سے حسد
پیدا ہوتا ہے کینہ پیدا ہوتا ہے ، اور یہ چیزیں دین کو ایسے
برباد کرتی ہیں ، جیسے کہ : لکڑی کو آگ ۔

جو تعلقات ہیں وہ ایک تو اللہ کے بندوں سے ہیں۔

Marfat.com

بندوں کے اللہ سے ہیں، اور بندوں کے بندوں سے ہیں۔
اللہ کے بندوں سے تعلق یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دینی اور دنیاوی معاملات میں تعلیم فرماتا ہے، اور بندوں کا اللہ سے کیا تعلق ہے؟ وہ تعلق اس یقین کا ہے کہ جس طرح سے بندوں سے معاملات صاف ستھرے ہونا چاہئیں، اسی طریقے سے اللہ کے ساتھ بھی معاملات بھی صاف ستھرے ہونا چاہئیں۔ اس لئے کہ ربّ سے بھی ہم نے ایک سودا کیا ہے۔ ہم نے اپنے جان و مال، جنت کے عوض ربّ کے ہاتھ بیچ دیئے ہیں۔ ربّ نے ہماری جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے، اَب اگر اس میں ہم نے خیانت کی تو معاملے میں خیانت ہو جائے گی۔ تو پھر ہم جنّت کے مستحق نہیں ہونگے۔ اگر کوئی کسی کو سودا بیچنے کے بعد معاہدہ کرنے کے بعد وہ سودا نہ دے تو اس کو پیسے تو نہیں ملیں گے۔ اس کا مُعاوضہ تو نہیں ملے گا، ہم نے اپنی جان و مال ربّ کے ہاتھ بیچ ڈالے۔ اس میں اگر ہم نے کوتاہی کی تو جنت کے حق دار ہم نہیں ہوں گے۔

ہم نے عہد و پیمان کیا ہے اور یہ عہد و پیمان جو ہے، جنّتی یاقوت میں لکھا ہے۔ اور یہ گواہی کی رسم کہاں پڑی؟

Marfat.com

یہ عرش پر پڑی، جب یہ ربّ نے معاہدہ کیا تو اس کی گواہی
کس نے دی، فرشتوں نے دی ۔ اور یہ حجرِ اَسود جنّتی یاقوت تھا۔
یہاں دنیا میں آنے کے بعد اس کا رنگ سیاہ ہوگیا ۔ یہ عہدنامہ
سنگِ اسود میں ہے، محفوظ ہے ۔ اللہ قیامت کے دن اس
سنگِ اَسود کو آنکھیں عطا کردے گا، زبان عطا کردے گا، اور
وہ گواہی دے گا: کہ انسان نے یہ وعدہ کیا تھا آپ سے اور
یہ خلاف ورزی ہوئی ہے اِس سے ۔ اور اگر انسان نے اِسکو
چیلنج کیاکہ: نہیں میں نے تو نہیں کیا؛ تو اس کے اعضاء، اس
کی آنکھیں، اس کے ہاتھ، اس کے کان، اس کے پَیر، سب
گواہی دیں گے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے ۔ میں نے اِس ہاتھ
سے فلاں کو قتل کیا تھا ۔ اس ہاتھ سے چوری کی تھی ۔ اِس جسم
سے یہ بداخلاقی کی تھی، اِس زبان سے یہ کہا تھا مختصراً یہ کہ یہ
کتابت اور گواہی کی رسم اللہ نے عرش پر ڈالی تھی، اور وہ
چاہتا ہے کہ اس کے جو بندے ہوں وہ اس کی حکمت سے
واقف ہوں کہ معاشرے میں اس سے چین وسکون رہے
گا ۔ معاملے میں درستگی رہے گی، اور وہ اس پر عمل کریں گے۔

تیسرا تعلق بندوں سے بندوں کا ہے ۔ اللہ ہماری
چھوٹی موٹی خطاؤں پر ہمارے ایمان کی جزا نہیں روکتا، ہمارے

Marfat.com

رزق نہیں بند کرتا ۔ ہم پر ہوا جو ہمارے سانسوں اور پھیپھڑوں کے لئے ہے ، اس کو نہیں روکتا، بارش نہیں روکتا ۔ یہ اللہ کی سُنت ہے ،کہ چھوٹے موٹے خطائیں جو ہیں ان کو بہانہ بناکر اپنے کرم کو نہ روکے ۔ انسانوں کو بھی چاہیئے کہ معاملات میں چھوٹی موٹی خطائیں ہوجائیں تو اسکو جواز بناکر کسی کا حق تلف نہ کرے ۔ حقوق العباد جو ہے وہ محترم ہے ، اس سے بھاگنے کے لئے چھوٹے موٹے بہانے نہ تلاش کئے جائیں ۔ اور اللہ سے ڈرے اور سارے معاملات کو درست رکھّے ۔ربّ سے معاملہ اچھّا رکھّے تاکہ درجات پائے ۔ اللہ نے آپ کو ایک قلبِ سلیم عطا کیا ہے ۔ اس قلب میں اللہ کا ڈر، اللہ کی محبّت اور حسنِ فکر و عمل کی صلاحیت ہے ۔ اس قلبِ سلیم کی صلاحیت کو بد اعمالی کے گرد و غبار سے بیکار نہ کریں ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ سے پوچھا کہ: "عالم کون ہے"؟ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ: "جو علم سکھا رہا ہو لوگوں کو، اس علم کے مطابق اس کا عمل ہو ۔ وہی شخص عالم ہے"۔ پھر آپ نے پھر پوچھا کہ: "علماء کے سینے سے ان کا علم نکالنے والی کون سی چیز ہے"۔ تو آپ نے فرمایا کہ: "طمع" دُرِ منثور میں یہ روایت لکھی ہے ، حضرت جابر رضؓ

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ "اوّل؛ خاموشی سیکھو، پھر حِلم سیکھو، پھر عاجزی ، اور پھر علم ۔ اِس لئے کہ خاموشی اور حِلم کے بغیر عِلم بے کار ہے ۔ پھر اس پر عمل کرو۔"

حضرت ذہاب فرماتے ہیں کہ: "تین شخصوں کی دعا قبول نہیں ہوتی : ایک ، زانی جب تک وہ زِنا سے توبہ نہ کرے۔ دوسرا، ایک وہ شخص جو اُدھار کی تجارت کرے اور اس کو نہ لکھے، نہ گواہ بنائے اور پھر خریدار اس حالت میں اِنکار کر دے۔ اس لئے کہ اس نے دوسرے کو گناہ کا موقع دیا ۔ تو اس طرح اُس کی توبہ قبول نہیں ہوگی ۔ اور تیسرا وہ شخص ہے جو کسی کا مال ظلماً کھا جائے ، اور جب تک کہ وہ اسے واپس نہیں کر دیتا اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی ۔"

تو تمام معاملات اور عبادت کی اصل جو ہے وہ خوفِ الٰہی ہے ۔ تقوے کو، خوفِ الٰہی کو، اپنے قلب سے نکلنے کی اجازت نہ دیں ۔ یہ اس لئے کہ یہی فِکر اور خوف تقوے کی اصلاح کرتا ہے ، یہی اس کا مصلح ہے ، یہی اس کا محافظ ہے، اللہ کے فضل و کرم سے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس آیت کی ابتداء ہوئی ، لین دین سے اور انتہا ہوئی تقوے کی تاکید سے ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ عطا فرمائے ۔ ہمیں صحت و فکر د

عمل کی صلاحیت عطا فرمائے ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے معاملات کو ستھرا رکھنے کے جو قوانین بنائے ہیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ، اللہ ہمیں اپنی اطاعت کی حدود میں رکھے۔ فسق و فجور سے محفوظ رکھے ۔ اللہ ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے اور اللہ ہمیں اس معاہدے پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس معاہدے کے تحت اس نے ہمارے جان و مال کو اپنی جنّت کے عوض خرید لیا ہے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۝

Marfat.com

تفسیرِ علیم

(قرآن حکیم)

جلد نہم
9

از

خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت

عاملِ شریعت، کاملِ طریقت

صادق البیان، مُفسِّرُ القرآن

فدائے عشقِ مُحمّدی

ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی

حضرت قاضی مُحمّد علیم اللہ عارفی

قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com